نوائے غزوۂ ہند

برِّ صغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

شوّال المکرم ۱۴۴۱ھ — جون ۲۰۲۰ء

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے!

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

’’اے گناہ کرنے والے! گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہوجانا کیونکہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کریں گے۔ اور پھر تم ہنستے ہو، تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے۔ اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے۔ اور جب تم گناہ نہ کرسکو اور اس پر تم غمگین ہوجاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کرلینے سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے تو اُس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کرلینے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہارا بھلا ہو، کیا تم جانتے ہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا چُوک ہوئی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو ایک بیماری میں مبتلا کردیا اور ان کا سارا مال ختم کردیا تھا؟ ان سے چوک یہ ہوئی تھی کہ ایک مسکین پر ظلم ہورہا تھا، اس مسکین نے حضرت ایوب علیہ السلام سے مدد مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہ ظلم رکوادیں۔ حضرت ایوب علیہ اسلام نے اس کی مدد نہیں کی تھی اور ظالم کو اس مسکین پر ظلم کرنے سے نہیں روکا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا تھا۔‘‘

ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱، ص ۳۲۴)

شوّال المکرم ۱۴۴۱ھ | جون ۲۰۲۰ء

بحمد اللہ...... مسلسل اشاعت کا تیرہواں (۱۳) سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nawaighazwaehind.com

www.nawaighazwaehind.com

www.nawai.co/Twitter

www.nawai.co/Channel

www.nawai.co/Bot

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا۔ اگر مجھے اس میں شرکت کا موقع مل گیا تو میں اپنی جان و مال خرچ کر دوں گا، اگر قتل ہو گیا تو میں افضل ترین شہدا میں شمار ہوں گا، اور اگر واپس لوٹ آیا تو ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔‘‘ (نسائی)

اس شمارے میں

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے

قارئینِ کرام!

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے...... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

اداریہ

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے!

اکیسویں صدی میں جہاں مستقبل کی پیشین گوئی کرنے کے لیے کھرب ہا کھرب ڈالر کے ادارے، مشینیں، دنیا کے بہترین دماغ اور مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) جیسے وسائل موجود ہیں اور جو صدی 'ہیومن ازم' کی معراج کی صدی کہی جاتی ہے؛ اس صدی کی طاقت و ترقی کورونا جیسے حقیر جرثومے کے سامنے فقط چند ماہ میں ڈھیر ہو چکی ہے۔

دنیا بھر میں مجموعی اقتصادی نقصان کے حوالے سے کوئی ایک حتمی عدد موجود نہیں ہے، لیکن ایشین ڈویلپمنٹ بینک کے مطابق نقصان کا اندازہ '۸ء۸ ٹریلین ڈالر' ($8.8 Trillion) ہے جو کہ پوری دنیا کی معیشت کی پیداوار (output) کا تقریباً دس فیصد ہے۔ بعض جگہوں پر دنیا بھر کے سٹاک ایکسچینج میں کاروبار نہ ہونے کے سبب ۱۶ (سولہ) ٹریلین ڈالر ($16 Trillion) نقصان کی بازگشت ہے اور صرف امریکہ میں پچاس لاکھ سے زائد لوگ بے روزگار ہو چکے ہیں۔ تریسٹھ لاکھ کے لگ بھگ لوگ (6,287,771) کورونا کے مریض ہیں، جن میں صرف سپر پاور امریکہ میں تعداد انیس لاکھ کے قریب ہے (1,890,083) اور وفات شدگان کی تعداد تقریباً چار لاکھ (379,941) ہے۔ یہ اس 'جدید دنیا' کا حال ہے جو تسخیرِ کائنات کے دعوے کر رہی تھی۔

ہوا اس طرح فاش رازِ فرنگ
کہ حیرت میں ہے شیشہ بازِ فرنگ

یہ ہے ربِّ رحمان و رحیم اور ربِّ قہار و عظیم کی طاقت کی ہلکی سی جھلک۔ جھلک بھی اس کو ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں غیر معمولی واقعات کسی کی صلاحیت اور قوت و شوکت کے عموماً مظاہر مانے جاتے ہیں اور عام طور پر رونما ہونے والے عظیم کیا اعظم واقعات بھی 'روٹین' کا حصہ ہوتے ہیں۔ ورنہ ربِّ کائنات روزانہ ہمیں اپنی قدرت کا وافر نظارہ دکھلاتا ہے؛ جن میں دنیا کا قائم ہونا، سورج و چاند کی حرکت اور اس نظامِ کائنات کا چلنا بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ 'قاہر فوق عبادہٖ' ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کے حکم کا تابع ہے۔ وہ چاہے تو آسمان کو زمین پر گرا دے اور چاہے تو زمین اہلِ زمین کو یوں نگل لے جیسے یہ اہلِ زمین کبھی اس زمین پر تھے ہی نہ۔ لیکن اللہ رحمان و رحیم ہے کہ وہ ہماری غلطیوں پر فوراً پکڑ نہیں کرتا بلکہ ہمیں توبہ کی مہلت دیتا ہے۔ ہمارے پاؤں میں کانٹا چبھے یا کورونا جیسی عظیم آفت دنیائے انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لے...... یہ سب آزمائش کی مختلف شکلیں ہیں۔ لیکن جب کورونا جیسی بلائیں ہی اترنے لگیں اور اقوام کی اقوام ایک ہی جیسی آزمائش میں گرفتار ہو جائیں تو یہ یک لحظہ رکنے، غور کرنے، اپنے نامۂ اعمال کو ایک نظر دیکھنے اور اپنی روشِ کفر و ظلم، فسق و گناہ سے باز آ جانے کی ایک تنبیہ ہے۔

لیکن آج کورونا جب دنیا کو کئی ماہ سے اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے تو روشِ عام انسانیت تو ایک طرف، روشِ مسلماناں نہایت غم ناک بھی ہے اور شرم ناک بھی۔ اب تک ان چند ماہ میں عجیب دل خراش مناظر ہیں جو پوری دنیائے اسلام میں بالعموم اور پاکستان و برِّ صغیر میں بالخصوص دیکھنے کو ملے ہیں۔ پھر یہ دل خراش مناظر، دل کی خراش سے بڑھ کر 'بہتے زخم' کی ہیئت اختیار کر لیتے ہیں جب خیال آتا ہے کہ یہ سب 'رمضان المبارک' کے مقدس و مطہر مہینے میں ہوتا رہا ہے۔ وہ مہینہ جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا نارِ جہنم سے آزادی ہے: اس ماہِ مبارک میں رحمت کی جگہ عذاب، مغفرت کی جگہ عتاب اور افسوس ناک طور پر نارِ جہنم سے آزادی کے پروانے کے بجائے نارِ جہنم کے گڑھوں میں دھکیلے جانے کا پروانہ لوگوں کی کثیر تعداد اپنے نام کروانے میں مگن رہی ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون!

عالَمِ عرب میں ظلم کی انتہا یہ رہی کہ اللہ کے گھر کی سرزمین، رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وطنِ انور، جزیرۃ العرب میں رمضان المبارک کی 'مناسبت' سے نئے ڈرامے بنائے اور نشر کیے گئے جن میں اسرائیل کے وجود کی تحسین کی گئی بلکہ اللہ کی مبغوض قوم 'یہود' کی 'محبت' میں ان ڈراموں میں عبرانی زبان میں مکالمے بھی بولے گئے۔(لعنة الله علىٰ اليهود و أعوانهم!)

کہیں ہندوستانی ایکٹر (اداکار) عرفان خان کی موت پر میڈیا کی اقتدا میں ماتم ہے تو اس سے بڑھ کر رِشی کپور کی موت کا غم منایا جا رہا ہے۔ عرفان خان نام کا مسلمان تھا، لیکن رشی کپور جیسا سکہ بند ہندو، اس کے مرنے پر بھی آج بعض 'کلمہ گو' یہ کہہ رہے ہیں کہ "میں ان کے لیے دعا گو ہوں کہ 'May Allah bless his soul[1]'!" اور عوام دھڑا دھڑ 'RIP[2]' لکھ لکھ کر ان کی 'خدمات' کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

بڑے بڑے entertainment channels (تفریحی چینلوں) سے لے کر بڑی بڑی broadcasting corporations (نشریاتی اداروں) تک کورونا کے سبب لاک ڈاؤن کے ماحول میں پرانے 'ڈراموں' کو ایک بار پھر دیکھنے کی تبلیغ کر رہی ہیں۔ ان پیغامات کا ابلاغ کیا جا رہا ہے کہ اگر آپ اپنے بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ سے لاک ڈاؤن کے سبب مل نہیں سکتے تو ایسی 'ڈیٹنگ ایپس (dating apps)' موجود ہیں جو آپ کی 'محبت' (یعنی اسفل شہوت) کو کم نہ ہونے دیں گی۔ لاک ڈاؤن کے سبب اگر آپ کی ڈانسنگ کلاسز (رقص کے اسباق) چُوک رہی ہیں تو اب آپ یہ کام بذریعہ سمارٹ فون ایپس گھر میں رہ کر، کر سکتے ہیں۔

شاذ ہی کہیں کوئی آواز ہے جو یہ کہے کہ اس کورونا نامی عذاب کا سبب تمہارے اعمالِ بد ہیں! اللہ کے دینِ متین کے سامنے سر جھکانے کے بجائے کفر پر مبنی نظاموں کا قیام اس عذابِ الٰہی کا سبب ہے۔ حد تو یہ ہے کہ فحاشی و عریانی اور بدکاری و بے حیائی کے خلاف بھی 'رہبروں' کی جانب سے خاموشی ہے اور اگر کسی نے اس ماحول میں یہ نشاندہی کی کہ یہ سب فحاشی و عریانی اور بے حیائی و بدکاری اور کذب گوئی کا نتیجہ ہے تو ظلم و کفر کے نظام کا ایسا غلبہ ہے کہ 'مبلغِ دین' کو اولاً مذکور تنبیہ و نصیحت کرنے پر معافی مانگنی پڑی۔ سبحان اللہ، معافی بھی کس بات پر منگوائی اور مانگی گئی کہ 'نہی عن المنکر' کے اس باب میں اشاعتِ گناہ کو روکنے کی بات ہوئی۔ غور کیجیے کہ منع نہیں کیا گیا، روکا نہیں گیا کہ یہ بدکاریاں، یہ فحاشیاں، یہ کذب گوئیاں بند کرو! بلکہ گزارش کی گئی کہ یہ سب اچھے کام نہیں اور یہ کورونا جیسے امراض کا سبب ہیں۔ لیکن معافی مانگی جائے کا شور و غوغا بلند ہوا اور انہوں نے بھی معافی میں عافیت جانی۔ پھر جب انہی حضرت کو مزید موقع 'پند و نصیحت' کا میسر آیا تو کہا کہ ہم تو ہر حکمران کا نام لے لے کر بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر ان کے حق میں دعائیں مانگتے رہے اور اس سے بھی بڑھ کر ہم 'گڑھی خدا بخش' گئے اور 'شہید بے نظیر بھٹو رحمۃ اللہ علیہا' کی قبر پر فاتحہ کے لیے گئے۔ یہ سب لائقِ ماتم ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جو حکمران اللہ کی شریعت کے باغی و منکر ہوں ان کو اولوا الامر باور کروانا اور ان کے لیے دعائیں کرنا یہ سب اس 'دینِ الٰہی'، 'دینِ اکبری' کا ساتھ دینے کا نتیجہ ہے جو تین سال پہلے 'قومی بیانیے' اور پھر 'پیغامِ پاکستان' نامی 'صحیفے' کی صورت میں سامنے آیا[3]۔ ایک 'دینِ الٰہی' مغل بادشاہ اکبر نے بھی تخلیق کیا تھا اور اس زمانے میں

---

[1] 'اللہ اس کی روح پر رحمت فرمائے'، نعوذ باللہ من ذلک!

[2] Rest in Peace یعنی امن و رحمت میں بعد از مرگ آرام سے رہو!

[3] ہم حکمرانوں کو شرعی اولوا الامر باور کروانے کی بات خاص کورونا سے حفاظت کے تناظر میں کر رہے ہیں، ان حکمرانوں کی بات ماننے یا نہ ماننے کی صورت میں نہیں کر رہے۔ بلکہ جیسا کہ ایک حضرت کا ذکر پچھلی سطور میں گزرا تو یہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے پرویز مشرف کے لیے حرم میں کھڑے ہو کر دعائیں مانگیں؛ زرداری کے لیے دعائیں مانگیں؛ نواز شریف کے لیے دعائیں مانگیں اور عمران خان کے لیے دعائیں تو آج سرکاری و نجی ٹی وی چینل 'لائیو' نشر کر رہے ہیں۔ یادش بخیر؛ پرویز مشرف پاکستان کو وار آن ٹیرر میں دھکیلنے والا، چھ سو عرب مجاہدین کو امریکہ کو بیچنے والا، لال مسجد و جامعہ حفصہ کو فاسفورس سے جلانے والا، فحاشی و عریانی، زنا بل اور میرا تھن ریسیں کروانے والا؛ زرداری شیخ اسامہ بن لادن کا سودا کرنے والا، ڈرون حملوں کی خفیہ ڈیلیں امریکہ سے کرنے والا، نواز شریف سیکولرازم کو پاکستان میں پروان چڑھانے اور ضربِ عضب جیسے جرائم کرنے والا: اور اس سب سے بڑھ کر (عمران خان سمیت) یہ وہ حکمران ہیں جنہوں نے اللہ کی شریعت کو نہ صرف معطل کیا، بلکہ بالمقابل قوانینِ کفر نافذ کیے اور نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں سے قبرستان، جیلیں اور عقوبت خانے بھر دیے اور ان حکمرانوں کے زمانے میں عاشقانِ رسالت ﷺ پھانسیوں اور سولیوں پر لٹکائے جاتے رہے جبکہ گستاخانِ رسالت کا سرکاری تحفظ ہوا اور اس پر مستزاد ان گستاخوں کو حکومتی عہدے دیے۔ حتیٰ کہ ختمِ نبوت کے دشمن مرزائیوں کے خاندان سے ......

اللہ نے ایک مردِ قلندر، مجدد الفِ ثانی، حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو کھڑا کیا جنھوں نے اس فتنۂ الحاد کا مقابلہ کیا۔ انہی کے پیغام کو اقبالؒ نے اپنے الفاظ میں ڈھالا اور حضرتِ مجدد ہی کا اسوہ آج کے 'رہبران' کو بھی سامنے رکھ کر وقت کے حکمرانوں کے سامنے 'اللہ کا کلمہ' بلند کرنا مطلوب ہے:

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری بینا ہیں، ولیکن نہیں بیدار!

آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہلِ نظر کشورِ "ہند" سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار

باقی کلۂ فقر سے تھا ولولۂ حق
طروں نے چڑھایا نشۂ 'خدمتِ سرکار'!

پھر ایسا بھی نہیں کہ آج ہمارے اصل 'رہبرانِ دین وملت' حکمرانوں کے سامنے ایسے بے حیثیت ہو گئے ہیں کہ ان کی بات کی اہمیت نہیں۔ نہیں، ان کی اہمیت و حیثیت اس بات سے واضح ہے کہ جب رمضان المبارک میں مساجد کا لاک ڈاؤن ختم کرنے کا 'غیر حکومتی' لیکن حتمی اعلان ان کی جانب سے کیا گیا تو حکومت دوڑی دوڑی ان کے قدموں میں آئی اور بیس شقوں پر مبنی ایک معاہدہ ان کے ساتھ کر کے 'انار کی' سے بچاؤ کا راستہ اختیار کیا۔ صرف ایک کورونا کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے حکومت و فوج نے مساجد کو لاک ڈاؤن کیا اور اس لاک ڈاؤن کو ماننے سے انکار کے اعلان کو سن کر جب حکومتیں کانپ اٹھیں تو ہمارے سروں کے تاج 'رہبرانِ دین وملت' کو اپنی حیثیت، وقعت اور اہمیت کو سمجھنا چاہیے کہ کلمہ پڑھنے والی عوام بھی ان کے ساتھ ہے اور ان کا ایک محض تراویح کی نماز کے لیے

...... تعلق رکھنے والے 'قمر جاوید باجوہ' کو فوج کا چیف بنا دیا۔ مطلوب تو یہ تھا کہ ان حکمرانوں کے لیے ہدایت کی دعا کی جاتی، ان کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جاتا، عوام کے سامنے ان کے جرائم کو واضح کیا جاتا اور ان حکمرانوں کے فتنہ وفساد سے عوام کو محفوظ کرنے کا اہتمام کیا جاتا۔ لیکن یہاں تو جن دعاؤں کا ذکر ہے وہ تو ان حکمرانوں کے حق میں خیر کی دعائیں کی جا رہی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

مساجد کو کھولنے کا اعلان کیسی تبدیلی لا سکتا ہے..... تو اللہ کے دین کے قیام اور نفاذِ شریعت اور اقامتِ خلافت[1] کے لیے اسوۂ مجددالفِ ثانی اور سیّد احمد شہید اختیار کیا جائے تو کیسی عظیم تبدیلی آسکتی ہے؟!

کورونا ایک عظیم امتحان ہے، اور بدقسمتی سے ہم بطورِ امت اس امتحان میں تاحال ناکام ہی ہوتے جارہے ہیں۔ کورونا کے سبب لاک ڈاؤن وغیرہ سب ہی مطلوب ہو گا لیکن اصل لاک ڈاؤن تو اللہ کی شریعت سے بغاوت کا مطلوب ہے، فحاشی و عریانی کے خلاف لاک ڈاؤن مطلوب ہے، اللہ سے جنگ یعنی سود کے خلاف لاک ڈاؤن مطلوب ہے، کفری جمہوری نظام کے خلاف لاک ڈاؤن مطلوب ہے اور مطلوب ہے کہ ہر معاملے کو پرکھنے کے لیے معیار اپنی عقلوں اور اپنی سہولتوں کے بجائے شریعتِ محمدی (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کو بنایا جائے[2]۔

پھر دیکھیے، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اس کورونا کے ذریعے ہم اہلِ ایمان کو یہ بھی پیغام دے رہے ہیں کہ اے میرے بندو! إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ ! اگر تم میرے دین کی نصرت کو نکل آؤ گے تو میں اللہ تمہاری نصرت کروں گا اور دیکھو میری طاقت کا نظارہ کہ میں چاہوں تو عام آنکھ سے نظر تک نہ آنے والے چھوٹے سے کورونا سے ساری دنیا کا پہیہ جام کردوں، بڑے بڑے طواغیت؛ ٹرمپوں اور بورس جانسنوں کے گھروں کو 'سَب جیل' بنادوں۔ تو اے میرے بندو! تم میرے دین کی اقامت کا جھنڈا اٹھالو، امر بالمعروف کرو، نہی عن المنکر کرو، دعوت و جہاد کے میدان گرم کردو، برائیوں کے خلاف لاک ڈاؤن کا عزم کرو اور پھر میری نصرت و تائید کا نظارہ کرو!

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے

◆◆◆◆◆

---

[1] اقامتِ خلافت وہ فرض ہے جو اس دین کی تعبیر کو سمجھنے والی اعلیٰ ترین ہستیوں، حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے نزدیک اتنا اہم تھا کہ انہوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے روضۂ اطہر میں آپ کی رحلت کے بعد اتارنے سے بھی زیادہ لازمی خیال کیا کہ پہلے خلیفہ کو مقرر کیا جائے۔ یوں سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت پہلے منعقد ہوئی اور بعداً 'بعد از خدا بزرگ و برتر' صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی آرام گاہ میں اتارا گیا۔ اللہ پاک ہمیں صحابہ کی اقتدا کرنے والا بنائیں، آمین یاربّ العالمین!

[2] یہاں اس بات کا ذکر فائدے سے خالی نہیں کہ ہمارے پڑوس میں واقع ملکِ افغانستان میں جہاں جہاں اللہ کی شریعت نافذ ہے اور منکرات و شرکیات کو لاک ڈاؤن کیا گیا ہے تو وہاں کورونا کے خلاف محض بنیادی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے سبب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے امارتِ اسلامیہ کی عوام (اور امارت کے تحت صرف مومنین و مسلمین نہیں بستے بلکہ اثنا عشری، ہندو اور سکھ بھی رہتے ہیں) کو اس وبا سے محفوظ رکھا ہے۔ بلکہ دنیا میں جہاں جہاں کورونا پہنچا ہے اس میں سب سے کم تعدادِ متاثرین و فوت شدگان افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کے سائے میں زندگی بسر کرنے والے 'انسانوں' کی ہے۔ اس بات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کورونا کے خلاف مطلوب لاک ڈاؤن نہ کیا جائے بلکہ اس برکت و رحمت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ جس کے متعلق شارعِ دینِ متین، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'اللہ کی حدود میں سے کسی ایک کا قائم کرنا، اللہ تعالیٰ کی زمین پر چالیس رات کی بارش سے بھی زیادہ مفید ہے!' (بحوالہ: سنن ابن ماجہ)۔ سوچیے کہ حدیث کے مطابق اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے قیام پر یہ رحمتیں اور برکتیں زمین اور اہلِ زمین کا مقدر بنتی ہیں تو جس امارتِ اسلامیہ کی سرزمین پر بقدرِ استطاعت و قوت شریعت نافذ ہو وہاں کیسی کیسی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی اور کیسے کیسے شر اور اخلاقی و جسمانی بیماریاں وہاں سے بھاگیں گی اور شریعت کے عدمِ نفاذ کی صورت میں بھی کیسی کیسی بیماریاں، زحمتیں اور آفتیں مقدر بنیں گی یہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ اللہ پاک برِّ صغیر سمیت پوری دنیا میں شریعت کی یہ بہاریں اہلِ اسلام اور انسانوں کا مقدر بنا دیں، آمین یاربّ العالمین!

امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مرقد کی بے حرمتی

ہمیں اس نہایت دل خراش واقعے کی خبر پہنچی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سرزمین 'شام' کے شہر 'ادلب' میں خلیفۂ راشد، عمرِ ثانی، امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے مرقد کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ شامی حکومت کی پشت پناہی والی ملیشیا کے پروردہ غنڈوں نے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور آپ کی زوجہ محترمہؒ کی قبروں کی کھدائی کی، آپ کے مبارک اجساد کو قبر سے نکالا اور پھر نذرِ آتش کر دیا، اناللہ وانا الیہ راجعون!

اہلِ سنت کے دشمنوں اور قاتلوں کی جانب سے یہ فعل نہایت منحوس اور خباثت پر مبنی ہے۔ یہ واقعہ اہلِ اسلام کے خلاف پچھلی ایک دہائی سے مشرقِ وسطیٰ میں جاری جنگ کا تسلسل ہے اور اس کے براہِ راست ذمہ دار ایرانی و شامی ملیشیاؤں کے غنڈے ہیں۔ ماضی قریب میں یہ کام قاسم سلیمانی جیسی جرنیلوں کی قیادت میں ہوتا رہا ہے اور آج قاسم سلیمان کے بعد آنے والے مہرے پیادے اس جنگ اور ان گستاخیوں کو آگے لے جا رہے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا لازمی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اور آپ کی زوجہ محترمہ کے مبارک اجساد چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی صحیح سالم تھے اور یہ اللہ والوں کی قربِ الٰہی کی ایک کھلی نشانی ہے اور آپؒ کے مبغوضین کی مغضوبین میں سے ہونے کی بھی ایک کھلی دلیل!

یہ واقعہ امتِ مسلمہ کے قلب و جگر پر حملہ ہے اور ایسے واقعات کو ہر گز اور ہر گز بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ برِّ صغیر سے لے کر شام و اندلس تک اور سمر قند و بخارا سے ساحلِ نیل تک اسلام اور اہلِ اسلام کے مفادات بھی ایک ہیں اور ان کے دشمن بھی۔ اگر ہم اہلِ ایمان کے مقدسات، شعائر، عقائد اور بزرگ و اولوالعزم ہستیوں پر حملہ کیا گیا یا ان کی شان میں گستاخی کی گئی تو اپنے مقدسات کی حفاظت کی خاطر ہم کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ رکھیں گے۔ ہم اپنے شرعی و اسلامی مفادات کی خاطر قتل ہوں گے بھی، قتل کریں گے بھی، دشمنوں اور گستاخوں کو بموں سے بھی اڑائیں گے ...... اور ہماری چودہ سو سالہ تاریخ ہمارے دعووں پر گواہ ہے!

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○ (سورۃ الشعراء: ۲۲۷)

''اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔''

◆◆◆◆◆

شوقِ وطن

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

ذیل میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تالیف 'شوقِ وطن' نذرِ قارئین ہے۔ اس تحریر میں حضرت تھانویؒ نے انسان کو اس کے اصلی وطن یعنی آخرت کا شوق دلایا ہے۔ جیسا کہ اس تالیف کے شروع میں حضرت تھانویؒ نے خود فرمایا ہے کہ یہ انہوں نے ایک ایسے وقت میں تحریر فرمائی جب بعض علاقوں میں طاعون تیزی سے پھیل رہا تھا اور مسلمانوں میں بھی موت کا خوف عام تھا۔ اس وقت (۲۰۲۰ء میں) جب اس تالیف کو قسط وار مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع کیا جا رہا ہے تو پوری دنیا کو طاعون ہی کی مثل ایک نئی وبا 'کورونا وائرس' نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ایسے میں اس تالیف کو دوبارہ شائع کرنا اور عوام و خواص میں اس کی ترویج ایک صائب اقدام معلوم ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی کے خلیفۂ خاص حضرت حکیم مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تسہیل فرمائی تھی اور ذیل میں تسہیل ہی پیش خدمت ہے۔ اللہ جلّ جلالہ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس تحریر کو پڑھنے سمجھنے اور اس کے ذریعے اپنے اصلی وطن یعنی آخرت کی تیاری کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین! (ادارہ)

مرنے کے بعد پہنچنے والی نیکیاں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ من جملہ ان نیکیوں کے جو مومن کو اس کے مرنے کے بعد پہنچتی رہتی ہیں یہ ہیں: ایسا علم جس کو شائع کیا ہو یا فرزند صالح جس کو چھوڑ مرا ہو یا قرآن مجید جس کو میراث میں چھوڑا ہو۔ یا مسجد جس کو بنایا ہو یا مسافر خانہ جس کو بنایا ہو یا نہر جس کو جاری کیا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے یا کوئی درخت لگایا ہو۔ (ابو نعیم و شرح الصدور)

اولاد کے استغفار کی وجہ سے پہاڑ کے برابر نیکیوں کا ملنا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بعضے آدمی کے ساتھ پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، وہ عرض کرے گا کہ کہاں سے آئیں؟ ارشاد ہو گا کہ تیرے واسطے تیری اولاد کے استغفار کرنے کی بدولت۔ (شرح الصدور)

اولاد کی دعا کی وجہ سے درجات کا بلند ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض نیک بندہ کا درجہ جنت میں بلند فرما دے گا، وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! یہ بات مجھ کو کہاں سے نصیب ہوئی؟ ارشاد ہو گا: تیری اولاد کے دعا کرنے سے جو اس نے تیری مغفرت کے لیے کی تھی۔ (طبرانی و شرح الصدور)

مردہ دعاؤں کا منتظر رہتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میت اپنی قبر میں ایسے ہوتی ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا متوقع مدد ہوتا ہے، وہ دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا ماں یا اولاد یا کسی دوست کی جانب سے اس کو پہنچ جاوے، پس جب وہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی دعا کے سبب اہل قبور پر پہاڑوں کے برابر (ثواب) پہنچاتا ہے اور زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف ان کے لیے دعائے مغفرت مانگنا ہے۔ (بیہقی)

افضل ترین خیرات:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں مر گئیں تو سب میں افضل کون سی خیرات ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ پس انہوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہہ دیا کہ یہ ام سعد (کو ثواب پہنچانے) کے واسطے ہے۔ (شرح الصدور)

رسول اکرم ﷺ کا والدین کی طرف سے بھی صدقہ کرنے کا حکم:

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے نفلی صدقہ دیا کرے تو اپنے والدین کی طرف سے (بھی) دیا کرے، ان کو اس کا ثواب مل جاوے گا اور اس دینے والے کے ثواب میں سے کچھ نہ ہو گا۔ حجاج بن دینار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کی ایک خدمت (حیات) کے بعد دوسری خدمت (بعد الممات) یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے (ثواب) پہنچانے کے لیے نماز پڑھ لیا کرو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کی طرف سے روزہ رکھ لیا کرو اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ دیا کرو (یعنی اپنی عبادت فرض کے علاوہ ان کو عبادت نفل کا ثواب بخشا کرو)۔ (شرح الصدور)

مردے کے لیے قرآن مجید پڑھنا:

شعبی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انصار کی عادت تھی جب کوئی مر جاتا تو اس کی قبر پر آمد و رفت کیا کرتے اور اس کے (ثواب بخشنے کے) لیے قرآن پڑھا کرتے، میں کہتا ہوں کہ اگر ان کے اعتقاد میں قرآن کا ثواب نہ پہنچتا تو وہ قرآن نہ پڑھا کرتے اور ان کا یہ اعتقاد بلا دلیل نہیں ہے (اور ان کی دلیل بجز ارشاد نبوی کے کیا ہے) تو (ارشاد نبوی سے) قرآن کا ثواب پہنچنا ثابت ہو گیا۔ (شرح الصدور)

نیک ہمسایہ آخرت میں کام آتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا نیک ہمسایہ آخرت میں کچھ کام آتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا دنیا میں کام آتا ہے؟ سائل نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح آخرت میں بھی کام آتا ہے۔ (المالینی)

نیک میت کی برکات:

عبد اللہ بن نافع مزنی سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے میں مر گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا اس کو ایک شخص نے (خواب میں) دیکھا کہ وہ دوزخی ہے، وہ مغموم ہوا، پھر ساتویں یا آٹھویں دن کے بعد دیکھا کہ وہ جنتی ہے۔ اس نے اس سے پوچھا، جواب دیا کہ ہمارے پاس ایک شخص صلحا میں سے دفن کیا گیا ہے، اس کی سفارش آس پاس کے چالیس آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوئی، ان ہی میں ایک میں تھا۔ (شرح الصدور و ابن ماجہ)

قبر پر سبز ٹہنی لگانے سے عذاب میں کمی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا فرمایا کہ یہ دونوں مردے معذب ہو رہے ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ پھر آپ نے ایک تر شاخ کھجور کی لے کر بیچ میں سے اس کو چیر کر دو حصے کر کے ایک ایک قبر میں ایک ایک گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپ نے کس مصلحت سے کیا؟ آپ نے فرمایا: امید ہے کہ جب تک خشک نہ ہوں ان سے عذاب ہلکا ہو جاوے۔ (مشکوٰۃ)

ایک صحابی کی وصیت:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو برزہ وصیت کرتے تھے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر میں دو شاخ کھجور کی رکھ دینا۔ شرح الصدور میں مذکور ہے کہ یہ حدیث اس کی اصل ہے جو قبور کے پاس درخت لگا دیتے ہیں۔ (ابن عساکر)

مردوں کے ساتھ اللہ جل جلالہ کی رحمت اور شفقت:

وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ارمیا پیغمبر کا گزر چند قبروں پر ہوا جن کے مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ ایک سال کے بعد جو پھر ادھر گزر ہوا تو دیکھتے کیا ہیں کہ عذاب کو سکون ہو گیا تھا۔ عرض کیا او پاک پروردگار! میں اول سال جو ان قبور پر گزرا تھا تو ان کے مردے معذب ہو رہے تھے اور اس سال جو گزرا تو عذاب کو سکون ہو گیا۔ آسمان سے ایک آواز آئی اے ارمیا! ان کے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور قبریں (ٹوٹ پھوٹ کر) بے نشان ہو گئیں، میں نے (اس حالت میں) جو ان کو دیکھا تو مجھ کو رحم آیا اور میں یہی معاملہ کرتا ہوں ان لوگوں کے ساتھ جن کی قبریں بے نشان ہو جاویں اور جن کے کفن پھٹ جاویں اور جن کے بال جھڑ جاویں۔ (شرح الصدور)

ایک شبہہ کا جواب:

وہ شبہہ یہ ہے کہ جو حدیثیں اس جگہ یا اس سے پہلے مذکور ہوئی ہیں ان سے موت کا شوق جب پیدا ہو سکتا ہے کہ ان کے مقابلہ میں دوسری روایتیں ایسی نہ ہوں جن میں ایسے مضمون مذکور ہیں کہ بعض لوگوں کے لیے موت اور موت کے بعد کا زمانہ سخت مصیبت کی چیز ہے۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ اول تو جو اسباب ہیں ان مصیبتوں یعنی گناہ، ان سے بچنا اختیاری بات ہے تو ان مصیبتوں میں جو کوئی مبتلا ہوتا ہے اور اس کی تدبیر وہ خود کر سکتا ہے، وہ یہ کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے پھر وہ ان مصیبتوں میں کیوں پڑے گا؟ اگر ایسے شبہوں پر خیال کیا جائے تو دنیا میں کوئی چیز اچھی سے اچھی بھی باعث شوق نہ ہو گی کیونکہ سب کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کے حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں ان کے خلاف طریقوں کو جو کوئی اختیار کرے گا وہ ان چیزوں کے حصول سے محروم رہے گا۔ ہماری غرض تو ان حدیثوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ موت اور موت کے بعد کے حالات کا خیال کر کر کے جو عام طور سے وحشت طبیعتوں کے اندر ہے وہ ان حدیثوں کو پڑھنے اور سننے سے جاتی رہے۔ رہے ان فضیلتوں اور نعمتوں کے حاصل ہونے کے طریقے، تو ظاہر بات ہے کہ ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور ہمارا یہ مطلب نہیں کہ بلا کسی قید کے ان فضیلتوں کا وعدہ ہے یا کسی کا قرض آتا ہے کہ وہ زبردستی وصول کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حدیثوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ گار کو جو تکلیفیں پیش آتی ہیں وہ بھی نری تکلیفیں نہیں بلکہ ان میں بھی کچھ سہولت ملی رہتی ہے اور وہ بھی امید سے اور مصلحت سے خالی نہیں چنانچہ یہاں کچھ حدیثیں ایسی ہی لکھی جاتی ہیں۔

گناہ گاروں کے لیے موت کے وقت خوش خبری:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی ﷺ مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ملک الموت کو میرے گناہ گارانِ امت میں سے مستحق دوزخ کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں، ملک الموت کو ارشاد ہوتا ہے کہ ان گناہ گاروں کو بشارت دے دو کہ بقدر اپنے اعمال کے نار میں محبوس رہ کر اتنے اتنے انتقام کے بعد جنت میں جاؤ گے کیونکہ اللہ سبحانہٗ ارحم الراحمین ہیں۔ (فردوس دیلمی)

حضور ﷺ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موت اور قبر کے موضوع پر گفتگو:

عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عمر! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہو جب تم مر جاؤ گے اور لوگ تمہارے لیے ساڑھے تین ہاتھ لمبی اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑی قبر کی پیمائش کریں گے پھر تمہارے پاس والے آکر تم کو غسل اور کفن دیں گے اور خوشبو لگائیں گے پھر تم کو اٹھا کر لے جاویں گے پھر تم پر مٹی ڈال دیں گے پھر جب لوگ چلے آئیں گے تو تمہارے پاس دو ممتحن قبر کے یعنی منکر نکیر آ پہنچیں گے جن کی آواز مثل سخت گرج کے ہو گی اور آنکھیں مثل برق درخشاں کے ہوں گی، سو تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے اور ہول دل بٹھلا دیں گے۔ سو اس وقت اے عمر تمہاری کیا کیفیت ہو گی؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری عقل اس وقت درست ہو گی؟ فرمایا ہاں! عرض کیا کہ بس کام چلا لوں گا اور ایک روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا ہماری عقلیں ہماری طرف عود کر آویں گے؟ فرمایا ہاں تمہاری (عقل کی) جو آج حالت ہے۔ (احمد و طبرانی)

قبر اور آخرت کا حساب:

حکیم ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک حساب قبر میں ہے اور ایک آخرت میں ہے سو جس شخص کا قبر میں حساب ہو جاوے اس نے نجات پائی اور جس کا

قیامت میں حساب ہوا وہ معذب ہوا۔ حکیم ترمذی نے (اس کی شرح میں کہا ہے کہ مومن کا تو قبر میں اس لیے حساب ہو جاتا ہے تاکہ کل قیامت کے دن اس کو سہل ہو جاوے اس لیے برزخ میں کسی قدر کلفت دے کر اس کو (گناہوں سے پاک صاف کر دیتا ہے تاکہ قبر سے بدلہ لیا لو ایا نکلے پھر قیامت میں بچارہے اور غیر مومن کا حساب قیامت کے دن پر رہتا اور برزخ کا عذاب علاوہ حساب کے ہے۔ (شرح الصدور)

فائدہ: پہلی روایت سے گناہ گاروں کو بھی نزع کے وقت بشارت ملنا ثابت ہوا (مصطفیٰ فرماتے ہیں کہ اس بشارت میں گو عذاب کا بھی ذکر ہے کہ فلاں فلاں گناہ کی سزا مل کر جنت ملے گی لیکن یہ ایسا ہے جیسے کسی قتل کے مجرم کو، جس کو یقین ہو چکا ہو کہ پھانسی ہو گی اور اس کو حکم سنایا جاوے کہ بجائے پھانسی کے سات سال کی سزا رہ گئی اور سات سال کے بعد پچاس گاؤں بھی ملیں گے تو خوشی کے مارے اس کی کیا حالت ہو گی؟ پھر یہ کہ یہ عذاب کی خبر مرتے وقت سنائی جاوے گی لیکن ابھی ان گناہوں کی مغفرت کے چند ذرائع باقی ہیں مثلاً اس کی اولاد کی دعا یا کسی مسلمان کی دعا یا کوئی صدقۂ جاریہ یا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شفاعت یا دیگر مومنین کی شفاعت یا سب سے اخیر میں ارحم الراحمین کا ترحم۔ یہ سب احادیث سے ثابت ہیں)۔

اور دوسری روایت سے مومنین کے لیے عام طور سے یہ بشارت ثابت ہوئی کہ وہ منکر نکیر کو قبر میں صحیح جواب دے سکیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال میں یہ 'ہماری عقلیں' کا لفظ ہونا اور حضور کا ہاں فرمانا صاف بتاتا ہے کہ یہ حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مومنین کو شامل ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی عقل سوال کے وقت صحیح ہو گی اور عقل کے صحیح ہونے پر جواب ٹھیک دے سکنے کو بھی حضور نے تسلیم کیا اس سے وہ امید بہت قوی ہو جاتی ہے۔

اور تیسری روایت سے یہ ثابت ہوا کہ قبر کی سختی بھی مصلحت سے خالی نہیں۔ اس سے آخرت کی سختیوں سے نجات ہو جاتی ہے۔ تینوں حدیثوں سے یہ تینوں مضمون صاف ثابت ہوتے ہیں تو اس سے ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ گناہ گار پر بھی جو تکلیفیں آتی ہیں وہ بھی سہولت اور رحمت اور امید سے خالی نہیں ہوتیں۔ فقط۔

بارہواں باب: میدان محشر کی راحت و سہولت کے بیان میں

سات قسم کے لوگ اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ (عرش) میں اس روز سایہ دے گا کہ اس سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ایک بادشاہ عادل اور ایک وہ جوان جس کی نشو و نما خدا کی عبادت میں ہو اور ایک وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لگا رہے جب وہاں سے باہر جاوے جب تک پھر وہاں نہ آجاوے اور ایک وہ شخص جن میں باہم اللہ کے واسطے محبت ہو کہ اسی کو لیے ہوئے ملیں اور اسی کو لیے ہوئے الگ ہوں اور ایک وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں اشک بار ہو جاویں اور ایک وہ شخص جس کو کوئی آن بان والی عورت بلاوے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ شخص جو کوئی خیرات دے اور اس کو اس طرح مخفی کرے کہ اس کے داہنے ہاتھ کا خرچ کیا ہوا بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو۔ (مشکوٰۃ)

تین قسم کی جماعتیں میدان حشر کی طرف آئیں گی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لوگ تین قسم کی جماعت ہو کر میدانِ حشر میں آویں گے: ایک قسم پیادہ اور ایک قسم سوار اور ایک قسم اپنے منہ کے بل۔ شراح نے کہا ہے کہ پیادہ وہ اہل ایمان ہوں گے جنھوں نے نیک اور بد عمل ملے جلے کیے تھے اور سواروں کی نسبت کہا کہ وہ عالی درجہ لوگ ہیں جو ایمان میں کامل ہیں اور کفار منہ کے بل الٹے چلائے جاویں گے۔ (ترمذی و مشکوٰۃ)

قیامت والے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ سب سے اول قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جاوے گا (سو معلوم ہوا کہ اوروں کو بھی لباس ملے گا۔ اس کی نسبت مرقات میں ہے کہ مقبولین قبروں سے تو برہنہ پا برہنہ بدن اٹھیں گے لیکن ان کو ان کا کفن پہنا دیا جاوے گا پھر اونٹنیوں پر سوار کر کے محشر میں حاضر کیے جاویں گے پس یہ لباس پہنانا جو حدیث میں ہے، خدائی خلعتوں اور بہشتی حُلّوں پر محمول ہو گا جو برگزیدہ جماعت کو پہنایا جاوے گا)۔ (بخاری و مسلم)

دنیا کی طرح آخرت میں بھی اللہ گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (حساب کے وقت) مومن کو اپنے قریب کر کے اس پر دامن رحمت رکھ کر اس کو چھپا لے گا اور فرماوے گا کہ تجھ کو فلاں فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں اے پروردگار! یہاں تک کہ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ اپنے جی میں سمجھے گا کہ میں تباہ ہوا، ارشاد ہو گا کہ میں نے دنیا میں بھی وہ گناہ چھپائے تھے اور آج بھی معاف کرتا ہوں، پس اس کی نیکیوں کا رجسٹر اس کو دے دیا جاوے گا۔ (مشکوٰۃ)

میدان حشر میں کھڑا ہونا مسلمان کے نماز میں کھڑے ہونے کی طرح ہو گا:

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ ارشاد فرمائیں کہ قیامت کے روز (کہ بہت طویل ہو گا) کھڑے رہنے کی قوت کس کو ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمان پر اس قدر ہلکا ہو جاوے گا جیسے فرض نماز (میں کھڑا ہونا ہلکا ہوتا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس دن کی نسبت پوچھا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی (یعنی قیامت کا دن) آپ نے اسی طرح کا جواب ارشاد فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

قیامت والے دن وضو کی وجہ سے مسلمانوں کے چہرہ کا چمکنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جیسے ایلہ سے عدن تک فاصلہ ہے، وہ برف سے زیادہ صاف ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے برتن ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں اور میں غیر لوگوں کو اس سے اس طرح ہٹاؤں گا جس طرح کوئی شخص لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے (جب وہ لوگ اپنے اونٹوں کو اس حوض پر پانی پلاتے ہوں) لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ہم کو اس روز پہچانیں گے؟ فرمایا: ہاں تمہاری ایک نشانی ہو گی جو کسی اور امت میں نہ ہو گی وہ یہ کہ تم میرے پاس اس حالت سے آؤ گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے روشن ہوں گے۔(مسلم و مشکوٰۃ)

قیامت والے دن گناہ گاروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جنت میں سب کے بعد داخل ہو گا اور دوزخ سے سب کے بعد نکلے گا، وہ ایک شخص ہو گا جس کو قیامت کے دن حاضر کیا جاوے گا اور کہا جاوے گا کہ اس کے روبرو اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اٹھائے رکھو (یعنی پیش نہ کرو) غرض چھوٹے گناہ پیش کیے جاویں گے اور کہا جاوے گا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں اور انکار کی مجال نہ ہو گی اور اس اندیشہ میں ہو گا کہ اب بڑے گناہ پیش کیے جاویں گے پھر اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لیے بجائے ایک ایک گناہ کے ایک ایک نیکی ہے اس وقت کہے گا اے رب میں نے اور بھی بہت سی باتیں گناہ کی کی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتیں (مراد اس سے بڑے گناہ ہیں یعنی ان کے عوض میں بھی تو نیکیاں ملنا چاہییں راوی کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان جو کچلیوں کے پاس ہیں ظاہر ہو گئے۔(مسلم و مشکوٰۃ)

ایک جنتی کی دنیا میں نیکی کرنے والوں کے حق میں سفارش:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل دوزخ کے حال میں بیان فرمایا کہ ان کے سامنے سے ایک شخص اہل جنت میں سے گزرے گا تو ایک شخص ان میں سے کہے گا کہ اے فلاں تو مجھ کو نہیں پہچانتا میں وہ ہوں کہ تجھ کو پانی پلایا تھا اور ایک کہے گا کہ میں وہ ہوں کہ تجھ کو وضو کا پانی دیا تھا وہ جنتی اس شخص کی شفاعت کرے گا اور جنت میں داخل کرادے گا۔(ترمذی)

تیرہواں باب: جنت کی جسمانی وروحانی لذتوں کے بیان میں

جنت کی نعمتیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ دو نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کان نے سنی ہیں نہ کسی بشر کے قلب پر گزری ہیں اور اگر چاہو یہ آیت پڑھ لو (کہ اس سے اس کی تصدیق ہو جاوے گی) فلا تعلم نفس...الخ یعنی کسی شخص کو خبر نہیں جو کچھ اہل جنت کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے۔(مشکوٰۃ)

اہل جنت کی بیویوں کا مقام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی بیبیوں میں سے ایک عورت بھی اہل زمین کی طرف جھانک لے تو تمام آسمان و زمین کے درمیان کی چیزوں کو روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے پُر کر دے اور اس کے سر پر جو اوڑھنی ہے وہ تمام دنیا ومافیہا سے افضل ہے۔(بخاری، مشکوٰۃ)

جنت کا درخت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار سو برس تک چلا جاوے اور اس کو قطع نہ کر سکے۔(مشکوٰۃ)

جنتیوں کے چمک دار چہرے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اول گروہ جو جنت میں داخل ہوں گے چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوں گے پھر جو ان سے بعد کے مرتبے میں ہیں وہ بہت تیز روشن ستارے کے مثل ہوں گے سب کے قلوب ایک آدمی کے قلب جیسے ہوں گے ان میں نہ اختلاف ہو گا اور نہ بغض ہو گا ان میں ہر شخص کے پاس حور عین میں سے دو بیبیاں ہوں گی جن کی ساق کا گودا استخوان اور گوشت کے اندر سے بوجہ غایت حسن کے نظر آوے گا۔(مشکوٰۃ)

اہل جنت کا مقام:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت اس میں کھائیں اور پئیں گے لیکن نہ تھوکیں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔(مسلم)

جنتی ہمیشہ تندرست اور جوان رہیں گے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ تمہارے لیے یہ امر قرار پاچکا ہے کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور ہمیشہ آرام سے رہو گے اور کبھی سختی نہ دیکھو گے۔(مسلم)

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

فصلِ سوم

114۔عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنَّا فِیْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی رَأْسِہٖ اَثَرُ مَاءٍ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ نَرَاکَ طَیِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِیْ ذِکْرِ الْغِنٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا بَاْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَالصِّحَّۃُ لِمَنِ اتَّقٰی خَیْرٌ مِّنَ الْغِنٰی وَطِیْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِیْمِ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر غسل کرنے کی تری تھی، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت ہم آپ کو خوش دیکھتے ہیں۔ فرمایا: ہاں! راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد لوگ دولت مندی کی گفتگو میں مشغول ہوگئے (کہ وہ اچھی ہے یا بُری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ گفتگو سن کر) فرمایا جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرے اس کے لیے دولت مندی بُری چیز نہیں ہے۔ اور متقی کے لیے صحت (جسمانی) دولت سے بہتر ہے اور خوش دلی وخوش حالی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

115۔وَعَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ قَالَ کَانَ الْمَالُ فِیْمَا مَضٰی یُکْرَہُ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَھُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْ لَا ھٰذِہِ الدَّنَانِیْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا ھٰؤُلَاءِ الْمُلُوْکُ وَقَالَ مَنْ کَانَ فِیْ یَدِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ شَیْءٌ فَلْیُصْلِحْہُ فَاِنَّہٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ یَّبْذُلُ دِیْنَہٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا یَحْتَمِلُ السَّرَفَ۔ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں مال کو بُرا سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل مال مومن کی ڈھال ہے۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ اگر یہ دینار ہمارے پاس نہ ہوتے تو یہ بادشاہ ہم کو اپنا رومال بنا ڈالتے یعنی ذلیل وخوار بنادیتے۔

اور حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کچھ مال ہو اس کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس کو بڑھانے کی تدبیریں کرے اور ضائع ہونے سے بچائے) اس لیے کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر اس میں کوئی محتاج ہوگا تو وہی سب سے پہلا شخص ہوگا جو اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کردے گا۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مالِ حلال فضول خرچی میں ضائع نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی مالِ حلال میں اسراف نہ کرنا چاہیے اور احتیاط سے خرچ کرے تاکہ زیادہ دن تک دین کی تقویت کا سبب رہے۔ یا مراد یہ ہے کہ مالِ حلال کم ہوتا ہے اور اس قدر نہیں ہوتا کہ اس کو فضول کاموں میں اُڑایا جاوے۔

116۔وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ اَبْنَاءُ السِّتِّیْنَ وَھُوَ الْعُمْرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِ یْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا (فرشتہ) یہ اعلان کرے گا کہ ساٹھ برس کی عمر والے لوگ کہاں ہیں اور یہ عمر وہ عمر ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَ جَآءَکُمُ النَّذِیْرُ** یعنی کیا ہم نے تم کو ایسی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے حالاں کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا (یعنی بڑھاپا یا قرآن یا رسول یا موت)۔

117۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ شَدَّادٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِیْ عُذْرَۃَ ثَلٰثَۃً اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّکْفِیْنِیْھِمْ قَالَ طَلْحَۃُ اَنَا فَکَانُوْا عِنْدَہٗ فَبَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْہِ اَحَدُھُمْ فَاسْتُشْھِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِیْہِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْھِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ قَالَ طَلْحَۃُ فَرَأَیْتُ ھٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَۃَ فِی الْجَنَّۃِ وَرَأَیْتُ الْمَیِّتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ اَمَامَھُمْ وَالَّذِی اسْتُشْھِدَ اٰخِرًا یَلِیْہِ وَاَوَّلَھُمْ یَلِیْہِ فَدَخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَقَالَ وَمَا اَنْکَرْتَ مِنْ ذٰلِکَ لَیْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ مُّؤْمِنٍ یُّعَمَّرُ فِی الْاِسْلَامِ لِتَسْبِیْحِہٖ وَتَکْبِیْرِہٖ وَتَھْلِیْلِہٖ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ (اور بہ نیت مجاہدہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور وہ فقر وفاقہ والے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کون ہے جو ان کی خبر گیری سے مجھ کو آگاہ کرے، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں ان کی خبر گیری کروں گا۔ وہ تینوں آدمی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ ان تینوں میں سے ایک شخص اس لشکر میں گیا اور شہید ہوا۔ پھر ایک اور لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اس میں دوسرا شخص گیا اور شہید ہوا۔ پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر مر گیا۔ راوی کا بیان ہے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو خواب میں جنّت کے اندر دیکھا۔ جو شخص بستر پر مرا تھا وہ سب سے آگے تھا اور جو دوسرے لشکر میں شہید ہوا وہ اس کے پیچھے تھا اور سب سے پہلا شخص جو پہلے لشکر میں شہید ہوا تھا سب سے آخر میں تھا۔ میرے دل میں اس سے شبہہ پیدا ہوا اور اس کا ذکر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور ان میں سے تو نے کس چیز کا انکار کیا یعنی ان میں سے کون سی ایسی بات تجھ کو نظر آئی

جو شبہہ اور انکار کا باعث ہوئی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ بہتر کوئی شخص نہیں ہے جس نے اسلام میں زیادہ عمر پائی اور اس کو زیادہ تسبیح و تکبیر و تہلیل کا موقع ملا۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو پہلے بیان کیا جاچکا ہے حدیث بن خالد میں۔ یعنی دوسرا شخص جو شہید تو نہ تھا مگر وہ مرابط تھا یعنی سرحد کا نگہبان اور شہید ہونے کی نیت رکھتا تھا تو اپنی نیت کا ثوابِ شہادت بھی ملا اور جتنے دن زندہ رہا ان دنوں کے نیک اعمال کا ثواب الگ ملا۔ اس لیے یہ افضل رہا سابق سے۔

118۔وَعَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اَبِیْ عَمِیْرَۃَ وَکَانَ مِنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰی وَجْھِہٖ مِنْ یَّوْمِ وُّلِدَ اِلٰی اَنْ یَّمُوْتَ ھَرَمًا فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ لَحَقَّرَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّہٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا کَیْ مَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ۔ رَوَاھُمَا اَحْمَدُ

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں سرنگوں رہے تو وہ البتہ اپنی اس عبادت و اطاعت کو قیامت کے دن حقیر خیال کرے گا اور یہ آرزو کرے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو جائے۔

تشریح: یعنی جب اپنی عبادتوں کا ثواب اور انعام اپنے رب کی طرف سے دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ اور زیادہ عبادت کے لیے دوبارہ زندگی عطا فرما کر پھر دنیا میں بھیج دیا جاوے۔

توکّل اور صبر کا بیان: توکل کی حقیقت

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ رزق میں اللہ تعالیٰ کے ضامن ہونے پر اعتماد اور بھروسہ ہو، اور رزق کے اسباب اور وسائل کا ترک کرنا توکل کے لیے شرط نہیں بلکہ تدابیر اختیار کر کے اس سے نظر ہٹا لینا اور حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا توکل ہے، اور یہ یقین کرنا کہ اسباب و تدابیر کچھ مفید نہیں ہو سکتے اگر حق تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔ اور صبر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے اور ان کی حرام اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنے کی تکلیف کو خوشی خوشی برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اس پر ثواب کی اُمید رکھنا۔ اسی طرح مصائب میں تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتے ہوئے دعائے عافیت مانگتے رہنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنا اور اس حالت کو بھی اپنے لیے خیر سمجھنا اور کفارۂ سیئات اور رفعِ درجات کا وسیلہ سمجھنا صبر کہلاتا ہے۔ تفصیل کے لیے احقر مؤلف کا رسالہ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر کا مطالعہ اس باب میں نہایت مفید اور اس پر عمل قرب و رضائے حق اور حصولِ ولایت کا ان شاء اللہ وسیلہ ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ صبر کی چار قسمیں ہیں:

۱) نفس کو ہر طاعت پر قائم رکھنا۔

۲) ہر گناہ سے نفس کو روکنا۔

۳) فضول دنیا یعنی بے ضرورت دنیا سے صبر۔

۴) دینی یا دنیوی مصائب پر صبر کرنا۔

ایسا شخص گناہوں سے امن میں رہے گا اور دنیا کی بلاؤں سے اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا پاوے گا۔

فصلِ اوّل

119۔وَعَنْ صُھَیْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَّلَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی شان عجیب ہے اس کے تمام کام اس کے لیے خیر ہیں اور یہ شان صرف مومن کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر اس کو خوشی حاصل ہو (یعنی فراخیٔ رزق، خوش حالی، چین اور توفیقِ طاعت وغیرہ نعمتیں) شکر کرتا ہے، پس یہ شکر اس کے لیے خیر ہے، اور اگر کوئی مصیبت پہنچے (یعنی فقر، مرض اور رنج) صبر کرتا ہے پس یہ صبر بھی اس کے لیے خیر ہے۔

تشریح: مقامِ صبر و شکر دونوں بلند مرتبہ ہیں اور دونوں پر ثواب مرتب ہوتا ہے لیکن مومنِ کامل جو نہیں ہوتا اس کو جب خوشی اور دولت ملتی ہے تو تکبر اور خلافِ شرع باتیں کرنے لگتا ہے اور اگر ضرر پہنچتا ہے تو رونا چلّانا اور ناشکری اور شکایت و اعتراض اللہ پر کرتا ہے اور مومنِ کامل دونوں حالتوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہتا ہے۔

120۔وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰہُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنِ قوی (یعنی قوی ایمان و اعتقاد و توکل و جہاد اور صبر و نصیحت و تعلیمِ خیر کرنے میں) بہتر اور اللہ کے نزدیک محبوب ہے مومن ضعیف سے اور ہر مومن میں (قوی ہو یا ضعیف) نیکی ہے۔ جو چیز تجھ کو نفع پہنچائے اس پر حرص کر (یعنی امرِ دین میں) اور (نیک عمل کرنے پر) اللہ کی مدد و توفیق طلب کر اور (طلبِ استعانت سے) عاجز نہ ہو، اور جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ یوں کہہ کہ اللہ نے یہی مقدر کیا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، اس لیے کہ ''اگر'' کا لفظ شیطان کے کام کو کھولتا ہے۔ اور دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

تشریح: لفظ ''اگر'' اس لیے منع ہے کہ جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور شیطان لفظ ''اگر'' سے مومن کے دل میں صدمہ و حسرت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ فرما دیجیے کہ ہرگز ہم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی ہے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھا ہوا ہے (اور وہ ہمارے

لیے مضر نہیں، اس میں بھی کوئی حکمت و مصلحت و خیر ہے) کیوں کہ وہ ہمارے مولیٰ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: لَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی میدان میں آتے وہ لوگ جن کے لیے قتل مقدر ہو چکا ہے۔ اور لفظ "اگر" کے استعمال سے منع کرنا تنزیہی ہے تحریمی نہیں، اور یہ تنزیہی نہی بھی جب ہے جب کہ معارضہ تقدیر کا ہو اور وہاں کوئی نفع نہ ہو۔ لیکن اگر از راہ تأسف و ندامت کے اس لفظ کو استعمال کرے جیسا کہ طاعتِ الٰہی کے فوت ہونے پر صالحین سے ثابت ہے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

فصلِ دوم

121۔وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلو جیسا کہ بھروسہ کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) جاتے ہیں۔

تشریح: توکل کا حق یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے ہاتھ میں اپنا ضرر یا نفع، رزق، فقر، غنا، عطا، مرض، صحت، عزت، ذلت، موت، حیات وغیرہ نہ سمجھے اور یقین کرے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ پس کسی نعمت کی طلب میں بہت رنج نہ اٹھائے اور حرص اور مبالغہ نہ اٹھائے کہ حلال و حرام کا فرق بھی نہ کرے۔

علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص توکل کا مفہوم یہ سمجھے کہ بس زمین پر پڑا رہے اور تدابیر و کسبِ معاش نہ کرے تو وہ جاہل ہے۔ منقول ہے کہ کوے کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے جو کوے کو بُرا لگتا ہے اور چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کی طرف رزق کے لیے مکھی اور چیونٹی بھیجتے ہیں، کچھ دن میں وہ سیاہ ہونے لگتا ہے، پھر کوا اس کو لے کر پرورش کرتا ہے۔ اور اسی طرح بہت سے واقعات ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ تدبیر نہ کرے، چڑیوں کا باہر نکلنا بھی تدبیر ہے اور انسان کے لیے اس کے مناسب تدبیر ہوگی۔ البتہ بھروسہ تدبیر پر نہ کرے۔ تدبیر صرف بھیک کا پیالہ ہے اور دینے والے حق تعالیٰ شانہ ہیں۔ یہ مثال احقر مؤلف کے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی تھی۔

122۔وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُّقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَ یُبَاعِدُکُمْ مِّنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُّقَرِّبُکُمْ مِّنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا قَدْ نَھَیْتُکُمْ عَنْہُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِیْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَوْفِیَ رِزْقَھَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْہُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لَا یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ۔ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو جنّت سے قریب کردے اور دوزخ سے دور رکھے مگر وہ جس کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تم کو دوزخ سے قریب کردے اور جنّت سے دور رکھے مگر وہ چیز جس سے میں نے تم کو منع کردیا ہے، اور جبرئیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جان دار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہیں کرلیتا (پس جب ایسا ہے کہ جو رزق مقدر کیا ہے وہ پہنچنے والا ہے تو) خبردار! اللہ تعالیٰ سے ڈرو (یعنی بچو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) اور رزق کے حاصل کرنے اور ڈھونڈنے میں اعتدال سے کام لو اور رزق پہنچنے میں تاخیر کہیں تم کو اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم اس کو گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کرو اس لیے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

تشریح: اگر گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں اور کشادگی و دولت میں دیکھو تو وہ نعمت اس کے لیے عذاب ہے نعمت نہیں۔ اسی طرح کا مضمون ایک حدیث میں احقر مؤلف کی نظر سے گزرا ہے۔

حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مصیبت اللہ تعالیٰ سے قریب کردے تو وہ بندے کے لیے نعمت ہے اور جو نعمت اللہ تعالیٰ سے دور کردے وہ اس بندے کے لیے مصیبت ہے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے مرشد حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف محقق نے کسی صوفی کو دیکھا کہ اس نے لذیذ شوربہ کو زہد کے خلاف سمجھ کر اس میں پانی ملا دیا اور بے مزہ کرکے کھایا۔ محقق عارف نے فرمایا کہ یہ صوفی عارف ہوتا تو ایسا نہ کرتا، لذیذ شوربہ کھاتا اور اس کے دل سے ہر لقمہ پر شکر نکلتا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں اشرف علی! جب پانی پیا کرو تو ٹھنڈا پیا کرو تاکہ ہر بُن مو سے شکر نکلے۔

123۔وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِھَا اَرْغَبَ فِیْھَا لَوْ اَنَّھَا اُبْقِیَتْ لَکَ۔رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ، وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّعَمْرُو ابْنُ وَاقِدِنِ الرَّاوِیُّ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زہد حلال کو حرام بنانے اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھوں میں ہے (یعنی مال و دولت) اس پر بھروسہ نہ کر بلکہ اس پر بھروسہ کر جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے، اور زہد یہ ہے کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت پڑے تو اس مصیبت میں ثواب کا طالب ہو اور اس میں بہت رغبت کرنے والا ہو اگر وہ مصیبت تیرے لیے باقی رکھی جاتی۔

تشریح: بعض جاہل فقیر زہد کا مطلب اللہ کی حلال نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے کو سمجھتے ہیں اور یہ محض جہالت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ نہ حرام کرو پاکیزہ چیزوں کو کہ جنھیں حق تعالیٰ نے حلال کیا ہے تمہارے لیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کمال رکھتا ہے پس فرماتے ہیں کہ یہ جو بعضے جاہل کرتے ہیں کہ زاہد بننے کے لیے گوشت، حلوا اور پھلوں اور اچھے کپڑوں کو ترک کر دیتے ہیں یہ زہد نہیں ہے۔ اسی طرح مال کو ضائع کرنے کا نام بھی زہد نہیں ہے، بلکہ زہد نام ہے کہ حق تعالیٰ کے وعدوں پر پورا اعتماد کرے رزق کے باب میں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ایسی جگہ سے رزق پہنچانے پر کہ تیرا وہاں سے گمان بھی نہ ہو اور اعتماد اپنے فانی خزانوں سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے باقی خزانوں پر کرے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ○

ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی ہے۔

اور دنیا سے اُنس اور اطمینان نہ پکڑے اور آخرت کو محبوب رکھے اور آخرت کے ثواب کی اُمید پر دنیا کے مصائب سے نہ گھبرائے۔ یہ باتیں سب زہد کی ہیں، نہ کہ حرام کرنا حلال کا اور ضائع کرنا مال کا۔

124۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! اللہ کے احکام امر و نہی کو محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا (دنیا میں آفات و مکروہات سے اور عقبیٰ میں طرح طرح کے عذاب سے) اور محفوظ رکھ تو اللہ کے حق کو (یعنی اس کو ہمیشہ یاد رکھ اور اس کی قدرتوں میں غور و فکر کر اور اس کا شکر ادا کر) تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو سوال کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہ، اور یہ بات یاد رکھ کہ ساری مخلوق اگر جمع ہو کر تجھ کو کچھ نفع پہنچانا چاہے تو ہرگز تجھ کو نفع نہ پہنچا سکے گی مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر سب آدمی جمع ہو کر تجھ کو ضرر پہنچانا چاہیں تو ہرگز تجھے ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا کر رکھ دیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کو سامنے پاوے گا یعنی گویا کہ حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے کیوں کہ اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ضرور اور بالیقین دیکھ رہے ہیں اور اس مراقبہ کا نام شریعت میں احسان ہے، اور اس مراقبہ اور فکر و دھیان کی برکت اور مشق سے جب ماسوا اللہ نظر سے فنا ہو جاوے تو یہ کمال ایمان ہے اور گویا کہ تو اس وقت حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے پس پہلا حال مراقبہ کہلاتا ہے اور دوسرا حال مشاہدہ کہلاتا ہے۔ اور بعض علمانے یہ کہا ہے کہ جب تو اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ کی تو حق تعالیٰ تیری ہر حالت اور مشکل میں مدد فرمائیں گے اور اس کو آسان فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہر حالت میں دعا کرے کہ حدیث میں وارد ہے جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک ہی سے مانگنا بھی چاہیے۔ اور جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی نصرت صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے یعنی ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے اور ہر غم کے بعد راحت اور خوشی ہے جیسا کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

125۔ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی نیک بختی یہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے اس پر راضی رہے اور آدمی کی بد بختی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی کو مانگنا چھوڑ دے اور انسان کی بد بختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ اس سے غضب ناک اور ناخوش ہو۔

تشریح: آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا رہے اور پھر جو کچھ اللہ عطا فرمائیں اس پر راضی رہے، اور راضی ہونا قضائے الٰہی پر، بڑی نعمت ہے، اس مقام کا نام افخم ہے اور ابنِ آدم کے لیے یہ بڑی سعادت ہے کیوں کہ جب بندہ تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتا ہے تو عبادت کے لیے فارغ رہتا ہے، برعکس اس کے کہ ناراض ہو فیصلۂ الٰہی سے تو ہر وقت متفکر اور پریشان رہتا ہے کیوں کہ کوئی انسان مصائب اور حوادث سے خالی نہیں۔ اہل اللہ تسلیم و رضا کی برکت سے ہر حالت میں پُر سکون ہیں

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

وہ تو کہیے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا

ہر فکر اور ہر تردّد میں استخارہ کرلے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی خطرہ نہیں جیسا کہ حدیث میں بشارت ہے۔ استخارہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرنا اور استشارہ اہل تجربہ عاقل بندوں سے مشورہ لینا ہے۔ مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَلَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ نہیں نامراد ہوا جس نے استخارہ کیا اور نہیں نادم ہوا جس نے مشورہ کیا اور نہیں تنگ دست ہوا جس نے خرچ میں میانہ روی کی یعنی فضول خرچی سے احتیاط کی اور اعتدال کی راہ پر خرچ کیا۔ (حدیث)

حضرت مولانا حکیم الاُمت تھانوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غم سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے مگر روح میں نور پیدا ہوتا ہے

مے کدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

عارف جنون درد پسندی نے بارہا
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

انسان اپنے خیر و شر کو نہیں سمجھ سکتا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّھُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○

قریب ہے یہ کہ تم بُری سمجھو کسی چیز کو اور بھلی ہو تمہارے لیے اور قریب ہے کہ درست سمجھو کسی چیز کو اور وہ بُری ہو تمہارے لیے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: امیر المومنین کی ہدایات مجاہدین کے نام

اس طرح کرنے سے جہاد کے مقاصد و اہداف ضائع ہو جائیں گے اور دشمن یہی چاہتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے راستے میں افغانوں کی تمام کوششوں کو ضائع کر دیا جائے۔ لہٰذا اگر ان کے تمام مفاسد کو جڑ سے نہ اکھاڑا گیا تو یہ کفار حالات کو ساز گار دیکھتے ہوئے دوبارہ ہماری سرزمین پر حملہ کریں گے۔ لہٰذا مجاہدین ان کی باتوں سے دھوکے میں نہ پڑیں اور اس وقت تک اپنے مقدس جہاد کو جاری رکھیں جب تک فساد کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکا جائے اور زمین پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی حاکمیت نہ قائم ہو جائے اور تاکہ مسلمانوں کی دی گئیں قربانیاں رائیگاں نہ جائیں!

و ما علینا الا البلاغ!

بقیہ: مجاہد کا زادِ راہ

یہاں اٹارنی جنرل غصے اور رعب سے چلا اُٹھا: "کیا تمہارا خیال ہے کہ چار کروڑ عوام ڈنڈے کے زور پر چلائے جا رہے ہیں؟"

کہا: "ہاں! ڈنڈے کے ذریعے...... اور یہ ڈنڈا بھی بیرونی ہاتھوں کے ذریعے چلایا جا رہا ہے۔"

فیصلے میں اُن کو بہت ہی سخت، مشکل اور مستقل سزائیں سنائی گئیں تو انہوں نے سزائیں سن کر کہا: "اللہ اکبر! یہ سب اللہ کا اور اسلام کا علم بلند کرنے کی خاطر ہے۔ یہ سب کچھ ایک اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی سزا ہے!"

یہ ہے صبر باللہ......

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (سورۃ النحل: ۱۲۷)

"صبر کیجیے اور آپ کا صبر اللہ کے علاوہ اور کس کے ساتھ ہے؟"

تو پیارے بھائی! جب بھی حالات سخت ہو جائیں۔ جب بھی مشکلات آپ کو گھیر لیں اللہ علام الغیوب کی طرف دیکھیے۔ اُس سے اپنے کمزور دل کے لیے صبر کی توفیق مانگیے جو اس کی عبادت کے لائق ہو۔ ایسا صبر جو اُس کی نعمتوں کے برابر ہو اور نئی نئی نعمتوں کو قبول کرنے کو حوصلہ رکھتا ہو۔

فرمایا:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سورۃ سباء: ۱۳)

"عمل کرو! آل داؤد کا سا شکر کرو...... میرے بندوں میں سے بہت کم لوگ شاکر ہیں۔"

یہ ہے صبر باللہ میرے بھائی!

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

ہمیں یقین ہے کہ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے!

"جہاد کا راستہ دراصل تکالیف اور کانٹوں پہ سفر کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی بقدرِ قربانی ہوتی ہے کہ جتنی ایک بندے کی قربانی ہو اتنی اللہ کی مہربانی بھی ہوتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمیشہ فتح حق کی ہوتی ہے، باطل اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی واقعہ ایسا ہوتا ہے جو محیر العقول ہو اور اللہ کی مدد و نصرت کی واضح نشاندہی کرتا ہو۔ مجاہدین کا مسلسل دشمن کے خلاف ہمت و استقامت کے ساتھ دفاع کرنا، ان کے توپ، جیٹ بمبار جہازوں اور ہیوی گنوں سے مقابلہ کرنا یہ سب سے بڑی دلیل ہے اللہ کی فتح و نصرت کی!"

مولانا مفتی ولی الرحمٰن شہید رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں کو آزمانا

چوتھا مقصد جہاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے اپنے مومن بندوں کو آزماتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَیَعۡلَمَ الصّٰبِرِیۡنَ○ (سورۃ آلِ عمران:۱۴۲)

’’بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یونہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں، اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔‘‘

یعنی مومنین اس وقت تک جنت میں داخل نہیں کیے جائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ان کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کر کے ان کا امتحان نہ لے لیں اور اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو ظاہر نہ کر دیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے دشمن کے مقابل ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔

کفار پر ہیبت طاری کرنا

پانچواں مقصدِ جہاد کفار پر ہیبت طاری کرنا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ ۚ اَللّٰهُ یَعۡلَمُهُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ○ (سورۃ الانفال:۶۰)

’’اور (مسلمانو) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لیے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی، جنہیں ابھی تم نہیں جانتے، (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ کے راستے میں تم جو کچھ خرچ کرو گے، وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا، اور تمہارے لیے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔‘‘

مومنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرنا

چھٹا مقصدِ جہاد مومنین کے دلوں کو خوش کرنا اور ٹھنڈا کرنا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَاتِلُوۡهُمۡ یُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ بِاَیۡدِیۡكُمۡ وَیُخۡزِهِمۡ وَیَنۡصُرۡكُمۡ عَلَیۡهِمۡ وَیَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِیۡنَ○ وَیُذۡهِبۡ غَیۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَیَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ○ (سورۃ التوبہ:۱۴ تا ۱۵)

’’ان سے جنگ کرو تاکہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے، انہیں رسوا کرے، ان کے خلاف تمہاری مدد کرے، اور مومنوں کے دل ٹھنڈے کر دے۔ اور ان کے دل کی کڑھن دور کر دے، اور جس کی چاہے توبہ قبول کر لے اور اللہ کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔‘‘

کفار کے ظلم و عداوت سے مظلوم مسلمانوں کا دفاع

ساتواں اور آخری مقصدِ جہاد کفار کے ظلم و عداوت سے مظلوم مسلمانوں کا دفاع کرنا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡیَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا ۚ وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِیًّا ۚ وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِیۡرًا○ (سورۃ النساء:۷۵)

’’اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قتال نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر جو مغلوب بنا دیے گئے ہیں، جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں نکال اس بستی سے جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے خاص اپنے فضل سے کوئی مددگار بھیج دے۔‘‘

حجۃ اللہ البالغہ میں آتا ہے؛ کہ اللہ تعالیٰ کی بنی نوعِ انسان پر سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ احسان کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے، ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روکتے ہوئے، معاشرے کی عدالت، سیاست اور مصالح کے ذریعے اصلاح کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے جسم کے کسی حصے پر ایک پھوڑا نکلا ہو جس کا علاج اس کے کاٹنے کے سوا کچھ نہ ہو، جس چیز کی اصلاح اس کے کاٹنے سے ہوتی ہے اور جس سے اس کی طبیعت ٹھیک ہوتی ہو، اس کو ضرور بالضرور کاٹنا پڑتا ہے۔ جب ایسا معاملہ درپیش ہو کہ کسی خیر کو حاصل کرنے کے لیے کچھ ناگوار کام کرنا پڑے تو یہ ناگوار کام بھی کیا جاتا ہے۔

لہٰذا اوپر ان آیات اور علما کے اقوال سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد، اپنے اسلامی عقیدے کی حفاظت، فتنہ و فساد سے انسانیت کو بچانا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو اللہ کی زمین پر جاری کرنا ہے۔ ہمارے ملک میں جاری جہاد، جو کفار اور ان کے حواریوں کے خلاف ہو رہا ہے، اس کو اگر صرف اور صرف کفار کو اپنے ملک سے نکالنے تک جاری رکھا جائے اور کوئی یہ کہے کہ کفار کے نکلنے کے بعد جہاد کو بند کر دیا جائے، اگرچہ ان کفار کا پھیلایا ہوا فتنہ و فساد جاری رہے، تو یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ...... (باقی صفحہ نمبر 17 پر)

باب ہشتم: صبر عبادت ہے

اے خدا کو اپنا رب ماننے والو!

اسلام کو دین ماننے والو!

محمد ﷺ کو نبی اور رسول ماننے والو!

یاد کرو اللہ جل شانہٗ نے ''محکم التنزیل'' میں کیا فرمایا...... فرمایا:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلاَّ بِاللّهِ وَلاَ تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلاَ تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ○ (سورۃ النحل: ۱۲۷)

''اور صبر کرو، اور تمہارا صبر خدا کے علاوہ کس کے ساتھ ہو سکتا ہے! ان پر افسوس نہ کرو اور ان کی چالوں سے تنگ نہ آجاؤ۔''

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۃ الزمر: ۱۰)

''صابروں کو ان کے صبر کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ الصبر ضیاء...... صبر روشنی ہے۔

آخر صبر کیا ہے؟

اور صابرین کا رتبہ کیا ہے؟

اور صبر کی تیاری کس طرح کی جا سکتی ہے؟

برادران عزیز!

صبر کا مقام یہ ہے کہ ''صبر'' نصف دین ہے اور صبر کا رتبہ دین میں وہی ہے جو پورے جسم میں سر کا۔

جس طرح سر کے بغیر جسم نہیں ہو سکتا اسی طرح صبر کے بغیر دین کا کوئی وجود نہیں۔

علما کا اجماع ہے کہ صبر واجب ہے۔

''اصبر'' فعل امر ہے...... اور فعل امر ''وجوب'' پر دلالت کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کے مراحل صبر کے علاوہ کسی طریقے سے طے نہیں ہو سکتے اور صبر کے علاوہ کسی طریقے سے انسان اللہ کے نزدیک نہیں ہو سکتا، شاکر نہیں ہو سکتا۔ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کے اندر تقریباً نوے مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی تقریباً سولہ انواع بیان کی ہیں۔

ان میں سے ہر قسم کا الگ فائدہ ہے۔

یا یوں کہیے کہ اُس نے کتاب عظیم الشان میں صبر کے سولہ فوائد گنوائے ہیں۔ فرمایا:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۃ الزمر: ۱۰)

''صابروں کو ان کے صبر کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔''

آثار میں ہے کہ

''یوتی باهل البلاء یوم القیامة فلا ینشر لهم دیوان ولا ینصب لهم میزان، ویصب علیهم الحسنات صبا، فیتمنی اهل الدنیا اهل العافیة لو کانت اجسادهم تقرض بالمقاریض مما یرون لاهل البصر من الخیر والعافیة والمنزلة.''

''قیامت کے روز اذیتیں جھیلنے والے ایک شخص کو حاضر کیا جائے گا۔ اُس کا دفتر عمل کسی کو نہیں دکھایا جائے گا۔ اُس پر نیکیوں اور رحمتوں کی موسلا دھار بارش کی جائے گی۔ اس موقع پر اہل دنیا اِن اذیتیں برداشت کرنے والوں کے سکون، اطمینان، راحت اور مقام بلند کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش اُن کے جسم (دنیا میں) قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے۔''

اسی طرح سے ''صبر اور تقویٰ'' مومن اور مسلم کے لیے دو ایسی مضبوط اور فولادی ڈھالیں ہیں جو اسے اللہ کے اور اُس کے دشمنوں سے بچاتی ہیں۔ اُسے لوگوں کی سازشوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ فرمایا:

إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيِصْبِرْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ○ (سورۃ یوسف: ۹۰)

''جو ڈرے گا اور صبر کرے گا تو اللہ ایسی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہ کرے گا۔''

پھر فرمایا:

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُواْ بِهَا (سورۃ آل عمران: ۱۲۰)

''اگر تمہیں بھلائی پہنچے یا تمہیں فائدہ ہو تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں نقصان پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔''

پھر فرمایا:

وَإِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ لاَ يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً إِنَّ اللّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ○ (سورۃ آل عمران: ۱۲۰)

''اور اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تو اُن کی چالیں تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی ساری کارستانیوں کو محیط ہے۔''

اب اس کا علاج کیا ہے؟

صبر...... صبر اس کا علاج ہے!

خصوصاً جہاد کے میدانوں میں تو یہ صبر آسمان سے رحمت کے فرشتوں کے نزول کا باعث بنتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ

"واعلم ان النصر مع الصبر وان الفرج مع الكرب وان مع العسر يسرا."

"جان لو! کہ رحمت و مدد و فتح...... صبر کے ساتھ ہیں، آسانی اور کشادگی...... تنگی اور عسرت کے ساتھ ہیں...... اور فراخی...... تنگی کے ساتھ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلَىٰٓ إِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ ءَالَٰفٍ مِّنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ (سورۃ آل عمران:۱۲۵)

"بلکہ ضرور! اگر آپ صبر کریں...... اور اللہ سے ڈرتے رہیں تو عین موقع پر اللہ تعالیٰ پانچ ہزار نشان زدہ (طے شدہ) فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرے گا۔"

پانچ ہزار......؟ اللہ اکبر!

حضرات قرطبی اور حسن وغیرہ کہتے ہیں کہ:

"یہ پانچ ہزار فرشتے ہر صابر اور محتسب لشکر کا ساتھ دینے کے لیے تیار رہتے ہیں اور قیامت تک ہمیشہ تیار رہیں گے۔ جو کوئی بھی لشکر یا لشکر کا سپاہی اپنا عمل اللہ کے لیے خالص کر لیتا ہے، یہ فرشتے اس کی نصرت کے لیے قطار اندر قطار اترنے لگتے ہیں۔"

صبر اور تقویٰ دنیا اور آخرت میں انسان کا مرتبہ بلند کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے سوال کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی فرمایا کہ:

قَالُوٓا۟ أَءِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا۠ يُوسُفُ وَهَٰذَآ أَخِى ۖ قَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا (سورۃ یوسف:۹۰)

"انہوں نے کہا: کیا تم واقعی یوسف ہو؟ یوسف نے کہا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ ہم دونوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا ہے۔"

اللہ نے ہم دونوں پر کیوں احسان کیا ہے؟

اس لیے کہ اس کا وعدہ ہے کہ "جو ڈرے گا اور صبر کرے گا تو اللہ ایسی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہ کرے گا۔"

یہ احسان...... یہ علو مرتبت...... اور یہ درجہ جو اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا کس سبب سے تھا؟ "اِن" تعلیل (علت) کی طرف اشارہ کرتا ہے اور سبب بتاتا ہے۔

صبر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ کائنات کے اسرار اور اشارات کو سمجھنے کے لیے انسان کا سینہ کھول دیتا ہے، اسے غور و فکر پر اکساتا ہے اور اسے قرآن کے معانی پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے، یہ عبرت سکھاتا ہے۔

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ○ (سورۃ لقمان:۳۱)

"بے شک اس میں ہر صبر شکر کرنے والے کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔"

صبر کی قسمیں ہیں:

- اطاعتِ خداوندی پر صبر
- معصیت سے بچنے کا صبر
- اختیاری صبر
- مصیبتوں اور بلاؤں پر غیر ارادی صبر

آپ کا صبر جتنا زیادہ سے زیادہ اختیاری ہو گا، جزا اور اجر اتنا ہی بڑھتا رہے گا اور آپ کا رتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی بلند ہو گا۔

چنانچہ جو لوگ جہاد میں صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں...... اور اپنے آپ کو ہر صورت جہاد سے مربوط رکھتے ہیں حالانکہ دنیا اُن کے سامنے کھلی پڑی ہے، ظاہر ہے ان کا درجہ اُن سے بلند ہے جو مجبوراً اس راستے پر چل رہے ہیں اور جن کے سامنے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ یہ دوسری قسم کا (مجبوری والا) صبر بھی درست ہے...... اور یہ بھی اجر کا سزاوار ہے۔

لیکن جو اپنی مرضی سے اللہ کی اطاعت پر صبر کرتا ہے، بے شک اس کا اجر اور ثواب اس دوسرے سے زیادہ ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عزیز مصر کی بیوی کے سامنے یوسف کے لیے صبر کا مظاہرہ کرنا کنویں کی مصیبت پر صبر کرنے کے مقابلے میں زیادہ شاق بھی تھا اور زیادہ اجر والا بھی کیونکہ جنگل میں اُن کا پھینکا جانا اُن کے اختیار میں نہیں تھا لیکن اس کے مقابلے میں یہ صبر...... کہ آپ جوان ہیں...... کنوارے ہیں...... اپنے وطن سے دور ہیں...... تاڑنے والوں کی نظروں سے دور ہیں...... عورت خود آپ کی طرف مائل ہے...... عورت آپ کی آقا ہے...... اور مصر کی خوبصورت ترین عورتوں میں سے ہے...... آپ ابھی نوخیز نوجوان اور بھرپور طاقت ور ہیں...... گھر بند ہے...... دعوت شباب موجود ہے...... حسن خود مائل بہ کرم ہے...... نہ صرف مائل بہ کرم ہے...... مُصر ہے...... وعدہ وعید ہے...... یوسف منظور نہ کریں...... تو دھونس اور دھاندلی بھی ہے۔ یوسف...... زر خرید...... بھی ہے۔ لیکن...... اس سب کچھ کے باوجود یوسف نے کہا:

قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ رَبِّىٓ أَحْسَنَ مَثْوَاىَ ۖ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ○ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِۦ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ أَن رَّءَا بُرْهَٰنَ رَبِّهِۦ ○ (سورۃ یوسف:۲۴،۲۳)

”معاذ اللہ! وہ میرا رب ہے۔ اُس نے مجھے بڑی اچھی جگہ رکھا ہے اور وہ ظالموں کو کبھی فلاح نہیں بخشتا...... اُس نے اس کی طرف قدم بڑھایا اور اگر اپنے رب کی واضح نشانی نہ دیکھ لیتے تو یوسف بھی قدم بڑھا ہی چکے تھے۔“

اس آیت کی جو تفسیر مفسرین نے کی ہے...... وہ یہ کہ وہ انہیں مارنے کو دوڑی اور یہ اسے مارنے کو بڑھے۔ اگر یہ اپنے رب کی واضح نشانی نہ دیکھ لیتے تو شاید دو ہاتھ جڑ ہی بیٹھتے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ ”هَمَّ “ کا ترجمہ یہاں میل یا میلان نہیں کیا جاسکتا کہ آپ خدانخواستہ اس فحش عمل کی طرف مائل ہوئے کیونکہ اس خیال کا قلع قمع تو آپ نے پہلے ”معاذ اللہ“ کہہ کر ہی کر دیا تھا۔

اگر آپ اُسے مار بیٹھتے اور وہ آپ سے چمٹ کر سامنے سے آپ کے کپڑے پھاڑ ڈالتی تو جرم آپ پر ثابت ہو جاتا۔

یہاں اللہ کی ”واضح نشانی“ یہ تھی کہ اُس نے آپ کا رخ پھیر دیا اور آپ اُس سے سامنے سے الجھنے سے بچ گئے۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (سورۃ یوسف:۲۵)

”دونوں دروازے کی طرف بڑھے (اس کھینچا تانی میں) آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹ گئی۔ عین اسی وقت اُس کا شوہر دروازے پر نمودار ہوا۔“

یقیناً یہ صبر سب سے بڑا صبر ہے۔

فحش کی ہر صورت میسر ہے...... اور پھر بھی صبر!

دعوت موجود...... لیکن صبر!

طاقت کا زور...... جواب میں صبر!

شباب کی مستی...... لیکن صبر!

غربت الدیار...... لیکن صبر کا دامن ہاتھ میں...... اور اللہ سے لو لگی ہوئی۔

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سورۃ آلِ عمران:۱۰۱)

”اور جو اللہ سے لو لگائے رکھے، اسے سیدھے رستے کی طرف ضرور ہدایت دی جاتی ہے۔“

آج کی عمومی اور عملی صورت کیا ہے...... آپ کو معلوم ہی ہے؟

ایک نوجوان اگر دیکھنے والوں کی نظر سے دور ہو جائے، اپنے رشتہ داروں، دوستوں، عزیزوں کی نظر سے دور ہو جائے، کسی دوسرے ملک نکل جائے تو وہ اپنے آپ کو اُن سارے اخلاقی بندھنوں سے آزاد کر ڈالتا ہے جن کی اُس نے آج تک تربیت حاصل کی تھی۔

لیکن یوسف...... اپنی بھرپور جوانی میں بھی صبر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ یہ ہے وہ صبر جو اللہ کی فوری مدد کا مستحق ہے۔

لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ○ (سورۃ یوسف:۲۴)

”اگر وہ اپنے رب کی واضح نشانی نہ دیکھ لیتے تو...... ہم نے ایسا اس لیے کیا تاکہ اس پر سے برائی اور فحاشی کی تہمت ہٹا دیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔“

اور فحاشی کیا ہے؟ فحاشی دل کے اندر لگنے والا ایک ایسا زخم ہے جو دل کو اسی طرح چھید ڈالتا ہے جس طرح ہڈی کڑک کر کے ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر اس فحاشی کے بعد توبہ کر لی جائے تو اس ہڈی کی مرہم پٹی ہو جاتی ہے۔

لیکن پھر فحاشی کا ارتکاب کیا جائے تو اب مرہم پٹی بھی ہڈی کو صحیح سالم اور تندرست حالت میں واپس نہیں لا سکتی۔

مرہم پٹی کے بعد ٹانگ اور ہاتھ...... ضروری تو نہیں...... کہ پھر پہلے کی طرح کام کرنے لگیں۔

یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے کہ اللہ کسی نوجوان کو معصیت اور برائی پر صبر کی توفیق دے۔ ان نوجوانوں کو اللہ اُس روز اپنے عرش کے سائے میں پناہ دے گا جس روز اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔

فرمایا، نبی کریم ﷺ نے:

”وشاب نشا فی طاعة الله ورجل دعته امراة ذات حسن و جمال فقال انی اخاف الله رب العالمین.“

”(اور اللہ کے عرش کے سائے میں آنے والا تیسرا) وہ نوجوان ہو گا جس نے اللہ کی اطاعت میں زندگی گزاری، جسے کسی حسین و جمیل عورت نے برائی کی دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔“

اطاعت پر صبر...... صبر عظیم ہے!

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول ”اطاعت پر صبر معصیت پر صبر سے زیادہ شاق ہے۔“ کیوں کہ اطاعت پر صبر کے لیے انسان کو ہر وقت نگرانی اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے قوت نافذہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسی قوت نافذہ جس میں تردّد اور ہچکچاہٹ نہ ہو تاکہ عبادت سیدھے رستے پر مستقل مزاجی سے جاری رکھی جاسکے، یہاں تک کہ موت آجائے۔

جبکہ معصیت پر صبر...... اس کی نسبت ذرا کم درجے کا ہے۔ خصوصاً جب کہ ”دعوت گناہ“ بھی موجود نہ ہو...... رستے بھی کھلے نہ ہوں اور دیگر بھی کوئی سبیل نظر نہ آتی ہو۔

اور ارادے کا صبر...... مثلاً ”رباط“ کرنا (سرحدوں پر پہرہ دینا) جبکہ دنیا آپ کو شہروں کی طرف بلا رہی ہو، محاذ کی روکھی سوکھی حالاں کہ زمین کا سینہ پھولوں اور پھلوں کے بوجھ کے نیچے مسکرا اور لہلہا رہا ہو اور دنیا بازو پھیلائے آپ کے انتظار میں ہو لیکن اس سب کچھ کے باوجود آپ کا طبیعت پر جبر کر کے...... برف کے درمیان رہنا قبول کر لینا۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر...... خشک روٹی کھا کر۔
جو مل جائے...... پہن کر۔
جو مل جائے...... کھا کر...... گزارہ کیسے چلے جانا، یہ صبر ہے۔
بعض اوقات روٹی، کپڑا، جوتا، نہیں بھی ملتا۔
لیکن اس سب کچھ کے باوجود آپ کو کوئی چیز اللہ رب العالمین سے باندھے رکھتی ہے۔ یہ چیز کیا ہے؟
یہ صبر ہے...... اللہ رب العالمین کے لیے صبر!
اللہ رب العالمین کے ساتھ صبر!
یہ بہت بڑا مرتبہ ہے...... یہ بلند درجہ ہے...... اطاعت پر صبر کیجیے...... یقیناً اس کا درجہ بہت بلند ہے۔
اب آیئے بلا اور مصیبت پر صبر کی جانب...... اس کا بھی بڑا مرتبہ ہے لیکن اس کا مرتبہ اختیاری صبر کے بعد آتا ہے۔
بیماری میں صبر! قید خانے میں صبر...... یہ سب قسم کے صبر...... جہاد کے صبر کی نسبت بہر حال کم درجے کے ہیں، خصوصاً جب کہ آپ اپنی مرضی سے باہر نکلے ہوئے ہوں۔
ارادہ باندھ کر اللہ کی اطاعت کرنے نکلے ہوں، اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر!
اپنا کام چھوڑ کر...... اپنا مال چھوڑ کر!
اپنی دنیا چھوڑ کر!
یہ ایک ایسا عالی رتبہ ہے جس کو اس پر چلنے والے بڑے بڑے راہرو نہیں پا سکتے۔ یہ مرتبہ ایاک نعبد وایاک نستعین کا مرتبہ ہے۔
یہ صبر باللہ کا رتبہ ہے۔
یہ صبر اللہ کا مرتبہ ہے۔
یہ صبر مع اللہ کا مرتبہ ہے۔
صبر باللہ کیا ہے؟
یہ کہ یہ آپ کے دل کی گہرائیوں میں موجود ہو۔
آپ کا صبر اول و آخر...... اللہ اور محض اللہ کے لیے ہو۔
آپ کو یہ یقین ہو کہ دنیا میں آپ کی کوئی طاقت نہیں ہے۔
آپ کی کوئی قوت نہیں ہے...... اور اگر کچھ ہے تو وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔
جس نے فرمایا کہ:
وَلَوْلاَ أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئاً قَلِيلاً (سورۃ الاسراء: ۷۴)
"اگر ہم تمہیں ثابت قدمی کی توفیق نہ دیتے تو شاید تم تھوڑا بہت اُن کی طرف جھک ہی جاتے۔"

قید خانوں کی کوٹھڑیوں میں صبر...... کنانہ (مصر) کے عقوبت خانوں میں چند دن گزار کر آنے والوں میں سے بعض دوستوں نے مجھے بتایا کہ تعذیب بھگتنے اور درد سہتے ہمیں کئی کئی گھنٹے ہو جاتے۔ کئی کئی گھنٹے عذاب دے کر ہمیں کوٹھڑیوں میں ڈال کر بند کر دیا جاتا۔
اس موقع پر ہمارے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگتا اور ہم سوچتے کہ یہ ہم سے جو پوچھیں گے ہم انہیں بتا دیں گے لیکن جب دوبارہ تحقیق اور تفتیش کا وقت آتا تو ہمارا عزم پھر جوان ہو جاتا۔ ہمارے اندر ایک نئی قوت آجاتی۔
ہمیں صبر آجاتا...... اب ہماری زبان کھلنے سے انکار کر دیتی۔
اللہ تعالیٰ، محمد یوسف ہواش پر رحمت کرے۔ جب بھی حالات ذرا سخت ہوتے اور مشکلات اور مصائب اسے گلے گلے تک آلیتے، وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہتا:
كله فى حبك يهون!
"تمہاری محبت میں ہر چیز کم ہے۔ تمہاری خاطر مجھے ہر بات گوارا ہے۔"
اسی طرح سے حاجہ زینب الغزالی...... اللہ ان پر زندگی اور موت میں رحمت کرے۔ اُن پر ہر قسم کا عذاب توڑ ڈالا گیا۔ حکمرانوں نے اپنے غصے کا ہر ہر گھونٹ اس پاک بی بی پر لنڈھا دیا جس نے کبھی عذاب نہیں چکھا تھا۔ جس نے کبھی مشکلات نہیں دیکھی تھیں۔ انہوں نے اس پاکیزہ اور معصوم بی بی پر کوڑوں کی بارش کر دی اور اسے چھ ہزار آٹھ سو کوڑوں سے نہلا دیا۔
لیکن...... زینب الغزالی...... ہر ظلم سہہ کر...... ہر عدالت کے سامنے، پوری عزت اور پورے وقار کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ اپنے دین پر نازاں تھی۔
ایک روز اٹارنی جنرل نے ان سے پوچھا: "تم نے صدر مملکت کو ابوجہل کہا ہے۔"
کہا:
نعم، ولكننى متاسفة لانه ليس جهلا واحداً انما هو ابوالاجهال۔
"ہاں! لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں نے اُسے ابوجہل کہا۔ وہ صرف ابوجہل نہیں ابوالاجہال ہے۔"
اس نے دوبارہ کہا: "تم کورٹ کے سامنے یہ الفاظ دہرا رہی ہو۔ تمہیں علم ہے تمہارے یہ الفاظ درج کیے جائیں گے اور صدر مملکت کو پہنچائے جائیں گے۔"
اور پھر کہا: "اچھا! تم عبدالناصر کو "مکھی" کہتی ہو۔"
کہا: "ہاں! لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں نے صدر ناصر کو "مکھی" کہا کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان ہے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفا...... لیکن اس کم بخت کے پاس تو کوئی شفا نہیں۔"
کہا: "تم اسے اور کیا کیا کہتی ہو، دوسرے نام کیا ہیں؟"
کہا: "میں نے اُس کا نام رکھا ہے "خیالۃ المئات" یعنی "باغ کا مالی" لکڑی کا وہ پتلا جس پر کپڑا ڈال کر کھیتوں میں ڈنڈے کے سہارا کھڑا کر دیا جاتا ہے تاکہ چڑیاں اُس سے دور رہیں۔ یہ بھی لوگوں کو اسی طرح خوف زدہ رکھتا ہے جس طرح یہ پُتلا چڑیوں کو۔" (باقی صفحہ نمبر 17 پر)

قیامت سے پہلے کچھ حالات و معاملات ایسے برپا ہونے ہیں جن سے اہلِ ایمان کی جنت و جہنم وابستہ ہے۔ مخبر صادق، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کا مفہوم ہے کہ 'آخری زمانے میں دنیا دو خیموں میں بٹ جائے گی، ایک خیمہ اہلِ ایمان کا ہو گا جس میں نفاق نہ ہو گا اور ایک خیمہ اہلِ نفاق کا ہو گا جس میں ایمان نہ ہو گا'۔ مولانا مسعود کوثر صاحب مدّظلہّ کے یہ دروس اسی کامیابی یا ناکامی سے متعلق ہیں اور ان میں اہلِ ایمان کو لائحۂ فکر و عمل فراہم کرنے کا سامان ہے۔ مولانا موصوف نے یہ دروس ایک عوامی مجلس میں ارشاد فرمائے تھے، جہاں برادرِ عزیز حافظ شہزاد (محب اللہ) شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، برادر حافظ شہزاد شہید نے ہی بڑے اہتمام سے ان دروس کو ریکارڈ کیا تھا۔ ان صوتی دروس کو تحریری شکل میں بھائی خیر الدین درانی نے ڈھالا ہے، باذن اللہ یہ دروس قسط وار، مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں نشر کیے جائیں گے۔ (ادارہ)

إنّ الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ باالله من شرور أنفسنا و من سيئاتِ اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد أنّ سيدنا و مولانا محمداً عبده و رسوله اما بعد.فأعوذ باالله من الشيطن الرجيم.

بسم الله الرحمن الرحيم

ظہورِ مہدی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں، ہم نے حضرتِ مہدیؓ کی صحیح مسلم میں مذکور چار بڑی جنگوں کا مختصر احوال بیان کیا۔ حضرت مہدیؓ کی ان چار جنگوں کے بعد اسلام کے غلبہ کی اور دنیا میں نافذ ہونے کی بات واضح ہے۔ مختصراً ایک بار پھر حضرت مہدی کی بات کر کے اپنے اگلے موضوع کی طرف بڑھتے ہیں۔

حضرت مہدیؓ کی فتوحات سے حاصل ہونے والا غلبہ، پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہے لیکن یہ کلی غلبہ نہیں۔ اس میں اسلام غالب بھی ہے، اسلام نافذ بھی ہے پر کفر کا خاتمہ نہیں، اس غلبے کا معنی کفر کا خاتمہ نہیں۔ کفر اگر باقی ہے تو وہ ان تمام شرائط کے ساتھ باقی ہے کہ کفر اسلام کے تحت ہے مغلوب ہے، اسلام غالب ہے۔

احادیث مبارکہ میں جو اسلام کے کھلے غلبہ اور کفر کے خاتمے کی بات آتی ہے وہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد حاصل ہونے والا غلبہ ہے۔ حضرتِ مہدیؓ کے دور میں حاصل ہونے والا غلبہ کفر کے خاتمے والا غلبہ نہیں، یہ صرف اور صرف اسلام کے باقی رہ جانے والا غلبہ نہیں، گو اسلام نافذ ہے اسلام اس دنیا میں غالب ہے اور اس میں کفر کا قیام بھی ہے۔ کفر اپنی شرائط کے ساتھ اسلام کے ماتحت ہے اور مغلوب ہے۔

حضرت مہدیؓ کے دور کی جو خصوصیات ہیں، وہ ذہن میں رہیں۔ ایک حضرت مہدیؓ کی اپنی خصوصیت ہے جو اس سے پہلے عرض کی کہ ان کی زندگی میں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہورِ مہدی کے وقت ان کی عمر چالیس سال کے قریب ہو گی اور ابنِ ماجہ کی حدیث شریف کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سات سال یا نو سال دنیا میں زندہ رہیں گے ظہور کے بعد، اس میں ڈھائی سال وہ ہیں، حضرتِ مہدیؓ کی زندگی کے آخری ڈھائی سال، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزریں گے اور ان کے نزول کے بعد یہ حکمرانی اور قیادت ان کے سپرد کر دیں گے، ان کے ماتحت ہو جائے گی۔ اس اعتبار سے اگر سات سال والے قول کو لیا جائے تو ڈھائی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت والے، ان کی قیادت والے بھی نکال دیے جائیں تو چار ساڑھے چار سال میں پوری دنیا کو فتح کر کے اسلام کو غالب کرنا، یہ حضرت مہدیؓ کا ایک بڑا کارنامہ ہے جو اللہ کی مدد اور اللہ کے فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ بتاتا ہے کہ المہدی ہونا، اللہ کی طرف سے خاص ہدایت لے کر آنے والی کی یہ شان ہے کہ وہ چار سال کے قلیل عرصے میں پوری دنیا پر فاتح ہو سکتا ہے اور اگر نو سال والی روایت کو لے لیا جائے دو سال بڑھا دیں گے چھ سال میں پوری دنیا کو فتح کرنا۔ ایک ذاتی خصوصیت حضرت مہدیؓ کی یہ ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ان کی زندگی میں نازل ہوں گے۔ وہ کہاں نازل ہوں گے وہ ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے، خیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔

حضرتِ مہدیؓ کی خلافت کی خصوصیات میں تین بڑی اہم خصوصیات:

۱۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام اپنی پوری طاقت کے ساتھ پورے غلبے کے ساتھ زمین پر متمکن ہو گا اور غالب ہو گا۔

۲۔ حضرتِ مہدیؓ دنیا بھر سے غربت، مہنگائی، بے روزگاری کے خاتمے کا اعلان کریں گے۔ ایسا دنیا میں اس سے پہلے شاید ہی کبھی پیش آیا ہو کہ حکمران یہ اعلان کریں اپنی حکومت کے نافذ کرنے کے بعد...... یہ خلافتِ الٰہیہ کا ثمرہ ہے کہ وہ اعلان کر رہے ہیں کہ میں اعلان کرتا ہوں آج کے بعد دنیا میں غربت نہیں ہو گی، دنیا سے غربت کا خاتمہ ہے، دنیا سے مہنگائی کا خاتمہ ہے، دنیا سے بے روزگاری کا خاتمہ ہے، کوئی حکمران یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور خصوصاً یہ کہ دعوے کے بعد عمل ہوتا ہوا دکھائے۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس جائے گا کہ میرا یہ مسئلہ ہے یا ان سے مال طلب کرے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ اللہ کے دیے ہوئے خزانے ہیں یہ کھلے ہوئے ہیں جتنی تجھ میں ہمت ہے اٹھانے کی، اتنا اٹھا لو اور ایک روایت میں ہے لپیں بھر کر دونوں ہاتھوں کے ساتھ کھلے دل کے ساتھ اس کو عطا کریں گے۔

۳۔ اور تیسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ مال کی خوش حالی، مہنگائی کا خاتمہ، غربت کا خاتمہ یہ بڑا کارنامہ ہے۔ دنیا کو کنٹرول کرنا اور شر و فساد کا خاتمہ کرنا اور یہ اعلان کرنا کہ آج کے بعد ظلم ختم ہو گیا ہے اب ہر جگہ عدل و انصاف ہو گا۔ یہ حضرت مہدیؒ کا بڑا کارنامہ ہے۔

رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمین بے انصافی اور ظلم سے بھری ہوئی ہو گی۔ حضرتِ مہدیؒ اس کو عدل و انصاف سے آکر بھر دیں گے اور دنیا سے ظلم اور بے انصافی کے خاتمے کا اعلان کر دیں گے۔ آج کے بعد کسی پر کوئی ظلم اور بے انصافی نہیں ہو گی۔

حضرت مہدیؒ کے، سنن ابنِ ماجہ کی حدیث شریف کے مطابق سات سال یا نو سال دنیا میں زندہ رہنے کے بعد ان کی زندگی میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا اور ان کی زندگی میں دجال کا خروج ہو گا۔ ان بڑے کارناموں میں ایک سب سے بڑا کارنامہ جس کو علمائے الفتن سب سے بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ حضرت مہدیؒ کی زندگی میں، جب وہ حکمران ہیں، چار سال پانچ سال چھ سال پوری دنیا میں اسلام غالب ہے نافذ ہے، خوش حالی ہے تو رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مہدی کی وہ چوتھی جنگ قسطنطنیہ سے ہو گی، بغیر اسلحہ کی جو جنگ ہو گی، اس جنگ کی فتح کے فوراً بعد دنیا میں دجال کا خروج ہو جائے گا۔ جس تیزی کے ساتھ اسلام غالب آیا تھا اور فتوحات آئی تھیں اسی تیزی کے ساتھ مسلمان سمٹ جائیں گے اور دنیا میں دجال ظاہر ہو کر اپنا فتنہ پھیلانا شروع کر دے گا۔ مسلمانوں کو یہ حکم ہو گا کہ دجال کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے ایمان، اپنے خاندان کو بچا کر محفوظ پناہ گاہ تلاش کرو کیونکہ اس دجال کا سامنا اور اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت، ہمت، مجال، اللہ نے ہر کسی کو نہیں دی۔ رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو دجال کے بارے میں سنے تو وہ یہ نہ کہے کہ میں ایمان والا ہوں، میں جاتا ہوں، اس کا مقابلہ کرتا ہوں، بہت سے ایمان والے ایسے ہیں جو اس زعم میں اس کے پاس جائیں گے، اس وہم میں کہ ہم بڑے ایمان والے ہیں لیکن وہ اپنی کاری گری سے شبہات میں اتنا ڈال دے گا کہ اپنا ایمان اس کے ہاتھ بیچ کے آجائیں گے۔ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ ایمان والوں کو یہ حکم ہو گا کہ اس کا مقابلہ کرنے کی بجائے محفوظ پناہ گاہ تلاش کیجیے اور اس کے قتل کے لیے اس سے مقابلہ کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا ہے، کوئی اور اس کا سامنا نہ کرے۔ تو ایسے زمانے میں جب دجال کا فتنہ پوری دنیا میں پھیل رہا ہو گا اور ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا اور دجال جو ہے وہ مومنوں پر زمین کو تنگ کر دے گا۔ جہاں جہاں فتوحات ہوئی ہیں مسلمان اپنے ایمان کو بچانے کے لیے سمٹ آئیں گے۔ رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس زمانے میں ایمان والا وہی ہو گا جو ہجرت کر کے مکہ اور مدینہ کی سرزمین میں آجائے یا ہجرت کرے شام کی طرف۔ جو مکہ اور مدینہ میں ہو گا وہ دجال کے شر سے محفوظ ہے۔ جو شام میں ہو گا وہ دجال کے شر سے بچ جائے گا کیوں کہ وہ مسلمانوں کا معقل ہیڈ کوارٹر ہے۔ تو حضرتِ مہدیؒ شام کے علاقہ ''الغوطہ'' میں ہوں گے۔ ابو داؤد شریف میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس بستی میں یا اس کے قریب مسلمانوں کو لے کر ایک محفوظ پناہ گاہ بنا کر مسلمانوں کو وہاں ایک جگہ بنا کر جمع کریں گے۔ یہ حضرت مہدیؒ کا بڑا کارنامہ ہے کہ ایمان والوں کو ایمان بچانے کے لیے ایک جگہ مہیا کی ہے اور ان کے حوصلہ افزائی اور تسلی کے لیے خود وہاں موجود ہیں۔ حضرت مہدیؒ کو یہ حکم نہیں ہو گا کہ آپ آگے بڑھ کر دجال کا سامنا کریں یا مقابلہ کریں۔ ان کو یہ حکم ہو گا کہ آپ ایمان والوں کو ایک جگہ جمع کریں، ان کے ایمان کی فکر کریں اور ان کو ایک جگہ محفوظ رکھیں، یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو اور عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں۔ دجال چونکہ قحط لے کر آئے گا، ایمان والوں پر قحط مسلط کر دے گا، ان کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا، جو اس پر ایمان لائے گا اس کو ساری آسانیاں میسر ہوں گی، جو دجال کا انکار کرے گا اس کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ قحط کے اس دور میں سیدنا یوسُف علیہ السلام کی طرح حضرت مہدیؒ اس قحط کی تیاری پہلے سے کر لیں گے کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے دجال کے آنے سے پہلے غذا کی حفاظت کا انتظام، تا کہ وہ عرصہ جو دجال دنیا میں رہے گا وہ ایمان والے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئیں گے شام کی سرزمین میں ان تمام مسلمانوں کی خبر گیری کریں گے اور ان کے لیے غذا کا انتظام کریں گے، جس طرح کے قحط کے زمانے میں حضرتِ یوسُف علیہ السلام نے پہلے سے تیاری کر کے انتظام کر کے اپنے رعایا کی خبر گیری کی تھی۔ تو مسلمانوں کو ایک جگہ محفوظ کرنا ان کو تسلی دینا ان کی جمعیت کو بر قرار رکھنا، ان کی غذا کا انتظام کرنا، ان کے ایمان کی فکر کرنا اور ان کو محفوظ کرنا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچانا یہ حضرت مہدیؒ کے کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے تو یہ ان کے نائب ہو جائیں گے اور باقی تمام نمازوں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ہیں وہ ان کی امامت فرمائیں گے۔ یہ حضرتِ مہدیؒ ان کے نائب ہو جائیں گے۔ ڈھائی سال کی رفاقت کے بعد حضرت مہدیؒ کا انتقال ہو جائے گا۔ ابو داؤد شریف کی حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کا نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور بیت المقدس کے قریب ان کو دفن کر دیں گے۔ یہ ہے اسلام کی عظیم شخصیت، المہدی من اللہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المہدی الہاشمی المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات۔

اس کے بعد ہے خروجِ دجال یہ بڑا اہم اور اس لحاظ سے بڑا موضوع ہے کہ یہ دنیا کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے اور اس بارے میں غیر مستند باتیں زیادہ مشہور ہے۔ رسولِ اقدس ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کے حوالہ سے مستند باتیں وہ عوام کو چونکہ پتا نہیں ہیں لہٰذا ان پر ہم ذرا فوکس کر کے مستند باتیں ان شاء اللہ اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

''دجال''...... یہ نکلا ہے لفظ دجل سے۔ د، ج اور ل، جس کا معنی ہے دھوکہ، فریب، فراڈ، جھوٹ کو سچ کر کے پیش کرنا، سچ کو جھوٹ کر کے پیش کرنا۔ دجال دنیا میں کب آیا اس کا فتنہ کیا ہے؟ یہ اس وقت کہاں ہے؟ کب دنیا میں ظاہر ہو گا؟ اس کا فتنہ کیسے ہے؟ یہ کیسے قتل ہو گا؟ دجال کے آنے سے پہلے دجالیت دنیا میں آچکی ہے؟ وہ دجالیت کس کس شکل میں ہمیں نظر

آ رہی ہے اور ہم اس فتنے سے بچ کیسے سکتے ہیں؟ یہ دجال کے موضوع پر بڑے سوالات ہیں۔
پہلی بات کہ دجال کس زمانے میں آیا دنیا میں؟

تو عزیزانِ محترم! دجال دنیا میں اس وقت بھی موجود ہے اور یہ آج کا موجود نہیں یہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھا اور اس سے پہلے بھی۔ دو روایتیں ملتی ہیں تاریخ اسلامی میں، ایک روایت حدیث میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے دجال کے ہونے کا تذکرہ کہ دنیا میں آ چکا ہے یہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا تھا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی پیدائش نوح علیہ السلام کے زمانے میں کہیں ہوئی اور رسولِ اقدس ﷺ کی حدیث ہے کہ اس کے ماں باپ کافر تھے۔ تیس سال تک ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ تیس سال کے بعد یہ پیدا ہوا۔ باقی اس کا تفصیلی حلیہ جو ہے وہ آگے ان شاء اللہ بیان کرتے ہیں۔

تو ایک روایت کے مطابق اس کا زمانہ نوح علیہ السلام کے زمانے کے قریب رہا ہے جب یہ دنیا میں آیا۔ دوسری روایت ملتی ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں، داؤد علیہ السلام کی نبوت و بادشاہت کے آخر میں کہیں پیدا ہوا۔ اس روایت کی سند قوی ہے اور اس کی اور موئیدات بھی موجود ہیں۔ لہٰذا علمائے الفتن، حدیث پر جو محنت کرنے والے علما ہیں، ان کے ہاں یہ دوسرا قول پہلے قول سے قوی ہے۔ اس کے دلائل بہت سے ہیں۔ بہر حال اور کچھ نہیں تو کم از کم یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بالیقین موجود تھا اور سلیمان علیہ السلام نے جس طرح اور جنات کو قید کیا، تو ان کے قیدیوں میں دجال بھی ایک قیدی تھا۔ اور یہ گھوم پھر کر شرارتیں کرتا، لوگوں کو ڈراتا تو اس کا لقب ''المسیح'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے رکھا۔

اس کی جنس کیا ہے؟ یہ انسان ہے، مردوں میں سے ہے، جنات میں سے ہیں...... کس میں سے ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ کی مبارک احادیث میں یہ بات ثبوت تک پہنچتی ہے کہ اس کی جنس تو انسانوں والی ہے اگر اس کے ماں باپ ہیں اور اس نے ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہے، تو وہ انسان ہے بشر ہے، کوئی جن نہیں۔ لیکن اس کی جو عادات ہیں، اس کی جو طاقتیں ہیں، اس کو جو تصرفات اللہ نے دیے ہیں وہ جنات سے زیادہ ہیں۔

اگلی بات کہ دجال کا حلیہ کیا ہے؟ رسولِ اقدس ﷺ کی احادیث میں تفصیلی حلیہ اس کا آیا ہے، وہ حلیہ کسی حکمت کے تحت ہم اس کو تھوڑا آگے بیان کریں گے۔ اس کے حلیے کو چھوڑ کر ہم اس کے لقب پر بات کرتے ہیں۔ اس کا لقب مسیح ہے اور یہاں بڑی عجیب بات ہو جاتی ہے کہ دجال کا لقب بھی مسیح ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا لقب بھی مسیح ہے۔ یہ دراصل اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں کا لقب مسیح رکھا ہے۔ لیکن دونوں کی شخصیات الگ ہیں۔ دونوں کا پروگرام الگ ہے۔ دونوں کے نام کے اس لقب کے معنی جو ہیں وہ الگ الگ ہیں۔ لیکن اس سے دنیا کی بڑی ہوشیار قوم دھوکہ کھا گئی۔ دونوں کا لقب ...... عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ''مسیح''، دجال کا بھی ''مسیح''، لیکن دونوں شخصیات الگ ۔ مسیح کے معنی ''مسح'' سے ہے مسح، جس طرح ہم سر کا مسح کرتے ہیں۔ مسح کا معنی ہاتھ پھیرنا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی بیمار آتا وہ اس کے بدن پہ ہاتھ پھیرتے تو بیماری ختم ہو جاتی، اللہ اس کو صحت دے دیتے۔ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ[1] ان کے پاس یہ کوڑھ کے مرض والے آتے، مادرزاد نابینا آتے، آنکھ پہ ہاتھ پھیرتے تو اس کی بینائی لوٹ آتی اور یہاں تک کہ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ[2] ایک مردہ آدمی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے اور اس کو کہتے کہ اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ تو وہ زندہ ہو کے کھڑا ہو جاتا۔ تو ان کے ان معجزات کی وجہ سے ان کا لقب ''مسیح'' سیدنا مسیح علیہ السلام یعنی عیسیٰ المسیح ہے۔

دجال کا لقب بھی المسیح ہے۔ لیکن وہ مسح سے نہیں ہے۔ اس کا معنی، اس کا جو لقب ہے تو اس میں میم مادے (مصدر) کی نہیں ہے۔ اس میں جو عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اس میں بنیادی الفاظ تین ہیں م، س اور ح...... ہاتھ پھیر کر شفا دینے والا۔ اور دجال کے لقب میں بنیادی لفظ میم نہیں ہے س، ی اور ح ہیں...... یہ ہے سیاحت سے گھوم پھر کر اپنی تیزی کے ذریعے فتنہ پھیلانے والا۔ سیاحت سے دنیا جہاں میں پھرنے والا۔ پوری دنیا میں فتنہ پھیلانے والا۔ یہ اس کے لقب کا معنی ہے۔

اب اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت کہ دونوں کے وصف الگ الگ ہیں۔ وہ مسح کی وجہ سے المسیح بنے اور یہ سیاحت کی وجہ سے المسیح کہلایا۔ ان دونوں لقبوں کے ایک ہونے کی وجہ سے دنیا کی ہوشیار ترین قوم، اپنے آپ کو ہوشیار سمجھنے والے دھوکہ کھا گئے...... ''یہود''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ دجال والا مسیح سمجھ کر بیٹھے ہیں اور دجال کو مسیح عیسیٰ سمجھ کر بیٹھے ہیں۔ جبکہ رسولِ اقدس ﷺ کی رحمت اور رسولِ اقدس ﷺ کی اپنے امت پہ شفقت کہ آپ ﷺ نے امت کو بتادیا کہ یہ مسیح الگ ہے، یہ مسیح الگ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح الہدیٰ کہتے ہیں اور دجال کو مسیح الضلالۃ کہتے ہیں۔ وہ مسیح جو ہدایت کا پیغام لے کر آئے وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ مسیح جو ضلالت اور گمراہی لے کہ آئے وہ دجال کا لقب ہے۔ مسیح الہدیٰ اور مسیح الضلالۃ۔

دجال دنیا میں کب آئے گا؟ اگر ہے تو کہاں ہے؟ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں پہلے سے اگر ہے تو کسی کی تلاش میں کیوں نہیں؟ کسی کی دسترس میں کیوں نہیں؟ کسی سے اس کی ملاقات کیوں نہیں؟ وہ دنیا میں عیاں اور ظاہر کیوں نہیں؟ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں چند چیزوں کو چھپا رکھا ہے۔ دنیا کی نگاہ یا دنیا کا تجربہ یا دنیا کی سائنس وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ جیسے یاجوج ماجوج ہیں۔ وہ انسانوں سے زیادہ تعداد میں کہاں ہیں؟ اللہ فرماتے ہیں کہ تم ان تک پہنچ نہیں سکتے۔ رہی یہ بات کہ وہ دنیا میں کہاں ہو سکتا ہے اور کسی سے ملاقات اس کی ہے یا نہیں اور وہ دنیا میں کب آئے گا، اس کے آنے کی علامات کیا ہیں، تو یہ ایک تفصیلی حدیث

[1] اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں۔ (سورۃ آلِ عمران: ۴۹)

[2] اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ (سورۃ آلِ عمران: ۴۹)

بڑی طویل حدیث صحیح مسلم میں، پوری موجود ہے۔ کتاب الفتن کے اندر اور صحیح مسلم میں موجود ہے، یہ بڑی دلچسپ حدیث ہے۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ ایک شخص یمن کے رہنے والے تھے، نصرانی تھے یعنی عیسائی، قبیلہ جزام سے تعلق رکھتے تھے۔ سمندری سفر کیا، جس طرح لوگ تجارت کے لیے سفر کرتے تھے، تو سمندر میں طوفان آیا اور راستہ بھٹک گئے۔ خود یہ حدیث انہی سے مروی ہے۔ کہتے ہیں پورا ایک مہینہ پتہ نہیں ہم کہاں کہاں پھرتے رہے ہمیں پتا نہیں۔ اس کے بعد جا کر ہم ایک جزیرے پر اترے۔ وہ دنیا کی کون سی جگہ ہے ہمیں کوئی پتا نہیں۔ ہم وہاں جا کے اترے تو قریب دیکھا کہ جنگل ہے، بیابان ہے اور یہاں کوئی انسان آباد نہیں۔ ایک طرف چند درخت نظر آئے تو ہم ان کی طرف ہو لیے کہ شاید یہاں کوئی انسان مل جائے جس سے ہم راستہ پوچھ سکیں اور واپس جا سکیں اپنے وطن۔ ان شخص کا نام ہے ابو تمیم داری، نصرانی، یمن کے رہنے والے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک جانور ملا۔ بڑے بڑے بال اس کے، وہ ہمیں دیکھ کر رُک گیا اور ہم سے انسانوں کی طرح گفتگو کرنے لگا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ ہم پہلے ڈر گئے کہ یہ کوئی جن ہے۔ جانور ہے اور انسانوں جیسی باتیں کرتا ہے، زبان بولتا ہے ہم ڈر گئے اس سے، اس نے کہا کہ ڈرو نہیں یہاں قریب ایک مکان ہے ایک ڈیرہ سا ہے تم وہاں جاؤ وہاں ایک شخص موجود ہے وہ تمہیں راستہ بھی بتائے گا اور تم اس سے ملاقات کرلو وہ دنیا کے کسی انسان سے ملاقات کرنے کا شوق رکھتا ہے۔ تو یہ شخص کہتے ہیں کہ ہم گئے اس کو دیکھا تو ایک بہت ہٹا کٹا انسان زنجیروں میں جکڑا ہوا اور عجیب و غریب اس کا حلیہ تو ہم ڈر گئے۔ اس سے گفتگو شروع کی تو وہ ہماری زبان پہچان رہا تھا، اس نے ہم سے ساری گفتگو کی، وہ گفتگو اس کا خلاصہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ اس سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ شخص جو گفتگو کر رہا تھا، زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا وہ دجال تھا اور جو شخص بات کر رہے تھے یہ نصرانی ان کا نام ابو تمیم داری۔

یہ دجال سے ملاقات کے نتیجے میں یہاں سے واپس اپنے وطن نہیں گئے، دجال کی اس ملاقات کے بعد جب بات سمجھ آگئی تو فوراً مدینہ گئے اور رسولِ اقدس ﷺ کو سارا واقعہ بتایا۔ مسلمان ہو گئے، مقامِ صحابیت پہ فائز ہو گئے۔ حضرتِ ابو تمیم داری رضی اللہ عنہ۔

اب وہ جو گفتگو ہوئی ہے وہ آپ کے سامنے عرض کر دیتا ہوں۔ دجال نے پوچھا کہ مجھے چند خبریں بتاؤ جو میں پوچھنا چاہتا ہوں، اس کے بعد میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا۔ تو دجال نے تین سوال کیے وہ تین سوال دراصل دجال کے دنیا میں آنے کی تین علامات ہیں کہ وہ دنیا میں کب آئے گا۔ ایک علامت پہلے عرض کی کہ حضرت مہدیؒ کے ہاتھوں قسطنطنیہ کا فتح ہونا۔ یہ دجال کے قریب کے اس زمانے میں ہوگا اور اس کے بعد دجال فوراً ظاہر ہو جائے گا۔ دجال نے ان سے سوال کیا کہ بتاؤ دنیا کے حالات کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہیں۔

اس نے پوچھا: یہ بتاؤ یہاں نخلِ بیسان کیسا ہے؟ یہ فلسطین کے قریب دنیا کا ایک مشہور و معروف کھجوروں کے باغ کا نام ہے۔ ساری دنیا جانتی تھی دنیا بھر میں سب سے بہترین کھجوریں نخلِ بیسان کی ہیں۔ بڑا آباد اور گنجان کھجوروں کا باغ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بالکل آباد ہے۔ دجال نے کہا کہ عن قریب وہ باغ کھجوریں دینا بند کر دے گا۔ پھر اس نے پوچھا یہ بتاؤ عین الزعر ہے دنیا میں؟ انہوں نے کہا عین الزعر ہے۔ عین الزعر بحر مردار کے قریب ہے، جہاں قومِ لوط آباد تھی تو وہاں ایک بہت بڑا چشمہ تھا اور اتنا بڑا چشمہ تھا کہ اتنا پانی نکلتا تھا کہ لوگ اپنے کھیتوں کو پانی دیا کرتے تھے اس سے اور زعر وہاں قریب حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بیٹی کی قبر ہے جس کی وجہ سے اس چشمے کا نام عین الزعر پڑ گیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ عن قریب زعر چشمے کا پانی بند ہو جائے گا، لوگ اس سے کھیتی باڑی نہیں کر سکیں گے اور یہ چشمہ خشک ہو جائے گا۔ پھر اس نے تیسرا سوال کیا کہ بتاؤ بحیرۂ طبریہ جو ہے یہ کیسا ہے؟ اس میں پانی ہے، جواب ملا ہاں بہت پانی ہے۔ اس نے کہا کہ عن قریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔ جب یہ تینوں کام ہو گئے تب میں دنیا میں آؤں گا۔

میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں میں مسیح الدجال ہوں۔ اور دنیا میں جب نخلِ بیسان کھجوروں کا باغ ختم ہو جائے، جب عین الزعر خشک ہو جائے اور جب بحیرۂ طبریہ کا پانی خشک ہو جائے تب میں دنیا میں ظاہر ہوں گا۔ اس وقت نخلِ بیسان فلسطین کے اندر نہیں ہے۔ اسرائیل نے جب ۱۹۴۸ء میں قبضہ کیا تو اس میں بیسان ضلع پر بھی قبضہ کیا۔ یہ اسرائیل اور اردن کی سرحد پر واقع ہے۔ صوبہ بیسان ہے بہت بڑی آبادی ہے اس میں یہ کھجوروں کا باغ بھی اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا اور اس کے بعد سے آہستہ آہستہ یہ باغ اجڑنا شروع ہو گیا۔ نخلِ بیسان کی چھ آٹھ سال پہلے کی تصویر تھی جس میں کچھ درخت باقی تھے باقی سارے اجڑ چکے تھے اور جو دوسری تصویر ہے جس پہ تاریخ بھی دی گئی ہے ۷ دسمبر ۲۰۱۱ء یہ کیمرے میں جو تاریخ آتی ہے وہ اس کے اوپر ہے جو ساتھی گئے ہیں انہوں نے یہ تازہ تصویر دی تھی کہ یہ باغ بالکل اجڑ چکا ہے اور اس کی جو زمین ہے وہ بالکل خالی ہو چکی ہے[3]۔ صحیح مسلم میں یہ روایت پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

دوسری بات جو اس نے دوسرا سوال کیا تھا، عین الزعر کا، تو عرصہ ہو گیا صدیاں بیت گئیں کہ عین الزعر کا نام و نشان ہی ختم ہو گیا۔ اب دنیا والوں کو یہ بھی پتا نہیں کہ کس جگہ زعر چشمہ تھا۔ اب یہ بھی تعین نہیں ہے کہ وہ کہاں تھا اس وقت اس کا کچھ پتا نہیں۔

رہی بات بحیرۂ طبریہ کی جو تیسری علامت ہے اس میں کچھ پانی موجود ہے۔ یہ بحیرۂ طبریہ اصل میں خود سمندر نہیں ہے، ایک سمندر کا لنک ہے، وہاں سے پانی یہاں آکے جمع ہوتا ہے، ایک بہت بڑی جھیل نما سمندر ہے۔ پہاڑوں کے اندر ایک بہت بڑی جھیل ہے۔ جس میں بہت

[3] یہ تقریر کرتے ہوئے مولانا موصوف کے پاس نخلِ بیسان کی تصاویر موجود تھیں جو انہوں نے دورانِ تقریر مجمع عام کو دکھائیں۔ (ادارہ)

زیادہ پانی جمع ہوتا ہے۔ اس میں کسی زمانہ میں اسرائیل کے قبضے سے پہلے بہت زیادہ پانی تھا۔ جو اس کے ساتھ کی جو چھوٹی پہاڑیاں ہے، پہاڑیوں کے کناروں تک پانی آیا کرتا تھا۔ اب یعنی آج سے ڈیڑھ دو سال پہلے جو ساتھی گئے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ اس میں پانی دو یا ڈھائی فٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ کسی زمانے میں ان پہاڑیوں تک اس کا پانی تھا اور یہ بھرا ہوا بحیرۂ طبریہ تھا اور اب جو ہے جو اس کی تازہ تصویر ہے اس میں پانی جو ہے وہ بالکل خشک ہوتا ہوتا نیچے آتا آتا دو ڈھائی فِٹ سے زیادہ پانی اس میں نہیں ہے۔ حالانکہ تصویر بتاتی ہے تقریباً دس بارہ فِٹ تک اس میں پانی جو ہے یہ ہوا کرتا ہوگا۔ اب اس میں ڈھائی فِٹ سے زیادہ پانی نہیں ہے۔ اس کا مکمل خشک ہو جانا اس کے پانی کا ختم ہو جانا یہ بڑی مین(main) نشانی ہے دجال کے ظاہر ہونے کی جو خود اس نے حضرت تمیم داریؓ کو اپنی ملاقات میں بتائی اور پوچھا کہ ان علاقوں کا کیا حال ہے۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں مسیح دجال ہوں اور تمہارے عرب میں کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے سنا ہے کہ عرب میں ایک شخص آیا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں! اس نے کہا: تم اس پر ایمان لائے ہو؟ انہوں نے کہا میں تو ایمان نہیں لایا ہم تو یمن سے آرہے ہیں۔ دجال نے کہا میں جب آؤں گا فتنہ پھیلاؤں گا۔ میری نصیحت سن لو! اگر تم ہدایت پانا چاہتے ہو تو اس نبی کی پیروی کر لو، اتباع کر لو۔ لوگوں کو جا کر میرا پیغام دے دو کہ میرے آنے سے پہلے پہلے تمہارے پاس وقت ہے، تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اس نبی کی اطاعت کر لو۔ ورنہ جب میں دنیا میں آؤں گا تو ہر طرف اسلام کو ختم کروں گا اور یہ اتنا بڑا فتنہ ہے کہ لوگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ دجال کی اس ملاقات کا حال ہے۔ یہ صحابی واپس آئے سیدھا مدینہ طیبہ میں رسولِ اقدس ﷺ کے ہاں، ساری بات بتائی اور جب یہ بتایا کہ دجال کا کہنا یہ تھا کہ میں پوری دنیا میں جاؤں گا سوائے مکہ اور مدینہ کے اور شام کے اس علاقوں میں جہاں حضرت مہدیؓ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے۔ ممکن ہے وہاں بھی جاتا لیکن وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ آئینی طور پہ جن دو بستیوں میں وہ داخل ہو نہیں سکتا اللہ کی طرف سے ان دو بستیوں کے پاس آکر وہ واپس چلا جائے گا۔ وہ مکہ اور مدینہ کی بستیاں ہیں۔ یہ صحابی حضرت تمیم داریؓ جب واپس آئے اور رسولِ اقدس ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا اور اسلام لے آئے اور اسلام لانے کا سبب اور ذریعہ بھی یہ واقعہ بنا تو رسولِ اقدس ﷺ نے لوگوں کو بلایا، مجمع عام میں خطاب ارشاد فرمایا اور سارا واقعہ بتایا کہ اس طرح ہوا، اس طرح ہوا اور لوگو! تمہارے لیے یہ وقت ہے کہ تم میری اتباع کر لو اور انتہائی خوشی کے ساتھ رسولِ اقدس ﷺ نے اپنی چھڑی جو ہے وہ اپنے منبر پر ماری اور فرمایا یہ میرا پاکیزہ شہر ہے۔ یہ میرا پاکیزہ شہر ہے۔ یہ میرا پاکیزہ شہر ہے۔ تین دفعہ فرمایا، جس میں دجال اپنے فتنے کے ساتھ داخل نہیں ہوگا۔ یہ دجال کے خروج کی علامتیں ہیں۔

۱۔ قسطنطنیہ کا فتح ہو جانا۔

۲۔ نخل بیسان

۳۔ عین الزعر

۴۔ بحیرہ طبریہ کا خشک ہو جانا۔

دجال کے آنے سے پہلے دنیا کے حالات کیا ہیں؟ اور دجال کس ضمن میں کن حالات کے تناظر میں آئے گا۔ رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال کے آنے سے پہلے تین سال مسلمانوں پر قحط کا آغاز ہو جائے گا۔ یعنی ایک سال ایسا آیا کہ آسمان سے ایک تہائی بارش رُک گئی۔ زمین سے ایک تہائی فصل رُک گئی۔ دوسرے سال آدھی بارش آدھی فصل اور تیسرے سال آسمان سے ایک قطرہ بارش بھی نہیں ہوگی اور زمین سے کوئی فصل نہیں ہوگی۔ لوگ قحط کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہوں گے۔ تو اس ضمن میں ان حالات میں دجال جو ہے وہ دنیا میں ظاہر ہو جائے گا۔ ہم دجال کے فتنے کو اتنی اہمیت کے ساتھ، اتنے ڈر کے ساتھ، اتنے خوف کے ساتھ کیوں بیان کرتے ہیں؟ کیا دجال ایسی چیز ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے؟ دجال کے پاس کیا ہے جو قابلِ خوف ہے، جو اس کی شخصیت کو خوف ناک بناتا ہے؟

تو عرض یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کی طرف سے بطورِ امتحان آئے گا۔ اس کے پاس چونکہ بہت سارے تصرفات ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اس کو بطورِ امتحان چیزیں دی گئی ہیں، لہٰذا اس کے ہاتھ سے مردے بھی زندہ ہوں گے، وہ زمینوں کو بنجر بھی کر دے گا، جو اس کو خدا مانے گا وہ ان کی بنجر زمینوں کو آباد بھی کر دے گا لیکن یہ دراصل امتحان ہوگا۔ اور رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدم کی تخلیق سے لے کر، جب سے آدم پیدا ہوئے قیامت کے قائم ہونے تک کوئی بڑا فتنہ دجال کے فتنے سے بڑا نہیں۔ یہ بخاری شریف اور صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

پھر یہ کہ اس فتنے کا پھیلاؤ بہت ہے۔ دنیا بھر میں ان دو تین بستیوں کے، دو تین شہروں کے علاوہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں وہ جا کر فتنہ نہ پھیلائے اور لوگوں کو گمراہ نہ کرے۔ رسولِ اکرم ﷺ اپنی ہر نماز کے بعد پابندی سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کوئی نماز ایسی نہیں، کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہو اور دجال کے فتنے سے پناہ نہ مانگی ہو اللهم إني أعوذ بك من عذاب القبر وأعوذبك من عذاب جهنم وأعوذبك من فتنة المسيح الدجال وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات یہ دعا نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کے بعد مانگی ہے۔ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا نہ ہو کہ وہ ضرور دنیا میں آنے والا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے تفصیل کے ساتھ دجال کے فتنے کو بیان کیا۔ اب دجال کو جو بات خوف ناک بناتی ہے، وہ دجال کو جو تصرفات اور دجال کو امتحاناً اللہ نے جو چیزیں دی ہیں وہ اس کو خوف ناک بناتی ہے۔ اختیارِ کلی ہے زندہ کرنا، مارنا، فصلیں اُگانا، بادلوں کو حکم دینا، جنات و شیاطین اس کے تابع، رسولِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے ایمان پر حملہ آور ہوگا اور خدائی کا دعویٰ دار ہوگا کہ تم مجھے خدا مان لو۔

یہاں دو باتیں یاد رکھیے؛ ایک ہے دجال کا حلیہ، جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک آنکھ والا ہوگا اور ایک آنکھ عیب دار ہوگی۔ (باقی صفحہ نمبر 40 پر)

عید الفطر کی مبارک باد کا پیغام

عید الفطر ۱۴۴۱ھ کے موقع پر امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخوند زادہ (نصرہُ اللہ) کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ﴿۱﴾ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿۲﴾ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿۳﴾ (سورۃ الفتح)

"اے پیغمبر! یقین جانو ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کر دی ہے۔ تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کر دے، اور تاکہ اپنی نعمت تم پر مکمل کر دے، اور تمہیں سیدھے راستے پر لے چلے۔ اور (تاکہ) اللہ تمہاری ایسی مدد کرے جو سب پر غالب آجائے۔"

افغانستان کی مومن و مجاہد قوم، افغان مجاہدین اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں عید سعید، عید الفطر کی آمد کے موقع پر آپ حضرات کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے روزے، تراویح اور تمام عبادات قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ شہداء کی شہادتیں قبول فرمائے۔ مجاہدین اور مجاہد ملت کو ان کی خدمات اور تکالیف کا اجر عطا فرمائے، زخمیوں کو اللہ تعالیٰ شفائے عاجلہ اور قیدیوں کو نجات اور قید سے خلاصی نصیب فرمائے۔

شہداء کے خاندانوں، عزیز و اقارب اور بچوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے اور ان کی نیک خواہشات کی تکمیل فرمائے۔

ہم وطن اہلِ ایمان!

وطن کی موجودہ صورتحال میں امارت اسلامیہ کا موقف اور اہداف آپ کے سامنے واضح کرنے کے لیے چند باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

۱– ہمارا جہاد اللہ تعالیٰ کی رضا، وطن کی مکمل خود مختاری اور یہاں حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ کے اہداف لے کر یہاں تک پہنچا ہے۔ اس جہاد میں عوام اور مجاہدین نے جو قربانیاں دیں اور جو تکالیف اور مصائب جھیلے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا مذکورہ اہداف کو حاصل کرنے اور انہیں استقلال بخشنے کے لیے اور اس کی راہ میں حائل فتنوں اور خطروں کی روک تھام کے لیے تمام ہم وطنوں، خصوصاً امارت اسلامیہ کے ذمہ داران اور مجاہدین سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے بنیادی مقاصد اور اہداف پر سنجیدگی سے توجہ دیں۔ اپنی صف اور قوت کو مضبوط تر کریں۔ باہمی اتحاد اور اطاعت کو مزید مستحکم کریں اور انتظامی ڈھانچے کو مزید منظم کریں۔

۲– چونکہ امارت اسلامیہ تمام ہموطنوں کا مشترکہ گھر ہے اور اس قوم کی چالیس سالہ قربانیوں اور آرزوؤں کی تکمیل کی خاطر جدوجہد میں مصروف ہے، اس لیے ملک کے علمائے کرام، روحانی مشائخ، قبائلی عمائدین، مصنفین، شعراء، ادیبوں اور تمام بااثر شخصیات کو چاہیے کہ ملک میں حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ، امن، تعمیر نو، اتحاد اور خود مختار افغانستان کے لیے ہم سے مزید تعاون کریں اور اپنی تمام قوت بروئے کار لائیں، اپنے حلقے کے لوگوں، شاگردوں اور متعلقین کو حقائق سے آگاہ کریں، اپنی قابل فخر تاریخ سے انہیں باخبر کریں۔ دشمنی، تعصبات، اختلافات، اخلاقی بدعنوانی اور ہر اس برائی کا مقابلہ کریں جو ہمارے مقدس دین، ملک کی سلامتی اور استقلال کو نقصان پہنچائے۔ یہ صاحب علم و فضل شخصیات افغانستان کی اسلامی شناخت، جہاد، حق کے لیے جدوجہد اور آئندہ نسل کی بیداری کے لیے مزید جدوجہد کریں، تاکہ ہمارے ملک میں اسلامی اور ملی اقدار کے تحفظ کے لیے قربانی کا جذبہ مزید قوی اور مضبوط ہو سکے۔

۳– عالمی اور علاقائی ممالک سے امارت اسلامیہ کے سیاسی تعلقات ماضی کی نسبت بہت وسیع ہو چکے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی اور موقف ان پر واضح ہو چکا ہے، جس کی بنیاد پر یقین اور اعتماد کی فضا قائم ہو رہی ہے۔ ہم اپنی پالیسی کے مطابق اسلامی ممالک سے اسلامی بھائی چارے کا رشتہ، پڑوسی ممالک سے اچھی ہمسائیگی اور خطے اور دنیا بھر کے تمام ممالک کے ساتھ مفید تعلقات مزید مضبوط کرنا چاہتے ہیں، تاکہ علاقائی اور عالمی معاشی خوشحالی، امن اور مشترکہ زندگی کے شعبوں میں لازمی ذمہ داری ادا ہوتی رہے۔ دیگر ممالک سے بھی یہی امید رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں اسی نوع کے اقدامات اٹھائیں گے۔

۴– وہ طبقات یا شخصیات جو جارحیت کے خاتمے کے بعد مستقبل کے نظام کے متعلق خدشات کا شکار ہیں، امارت اسلامیہ ایک بار پھر ان سب کو یقین دلاتی ہے کہ امارت اسلامیہ کی پالیسی انحصار طلب نہیں ہے، ہر کسی کو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت انہیں ان کے حقوق ملیں گے، اس نظام میں کوئی بھی محرومی اور محکومیت محسوس نہیں کرے گا اور ان تمام شعبوں تک رسائی حاصل کی جائے گی، جو معاشرے کی خوشحالی، استحکام اور ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ سب کچھ مقدس شریعت کی روشنی میں آگے بڑھتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

۵– چند وہ عناصر جو بیرونی انٹیلی جنس حلقوں کی جانب سے دیے جانے والے منصوبے کی مطابق اپنے مذموم اہداف اور اقتدار تک پہنچنے کے لیے ملک میں لسانی، قومی، مذہبی اور دیگر بنیادوں پر تنازعات اور تعصبات کو بھڑکانا چاہتے ہیں اور ملک کی سلامتی کو خطرے سے دوچار کرنا چاہتے

ہیں، انہیں سمجھنا چاہیے کہ افغان ملت اور امارت اسلامیہ انہیں اس طرح کے افعال کی اجازت نہیں دے گی۔ جس طرح ماضی میں اس طرح کے خطرات میں ملک کا دفاع کیا تھا، اب بھی ہمارے پاس صلاحیت ہے کہ اس کی روک تھام کریں، ان شاءاللہ۔ لہٰذا بہتر یہ ہوگا کہ ایسی حرکتوں کے مرتکب افراد اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں، مزید ناجائز اعمال و افکار سے اس ملت کو مسائل اور مشکلات سے دوچار نہ کریں۔

۶ – ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ تاریخی معاہدے پر دستخط اور اس کے نتیجے میں جارحیت کا خاتمہ امارت اسلامیہ اور تمام افغان ملت کے لیے ایک عظیم کامیابی سمجھی جاتی ہے اور اگر اس پر نیک نیتی سے عمل درآمد کیا جائے تو یہ تمام فریقوں کے مفاد میں ہے۔ امریکہ کے ساتھ جس معاہدے پر دستخط ہو چکے ہیں امارت اسلامیہ اس معاہدے کی پوری پاسداری کو لازمی سمجھتی ہے اور اس کی پوری طرح پابند ہے۔ مخالف فریق سے مطالبہ کرتی ہے کہ اپنے وعدوں پر قائم رہے اور اس عظیم تاریخی موقع کو ضائع ہونے سے بچائے۔ مذکورہ معاہدے پر عمل درآمد ہمارے ملک اور امریکہ کے لیے جنگ کے خاتمے، ملک میں داخلی امن کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے۔

امریکی حکام سے کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں کسی بھی طبقے کو اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اور جسے عالمی سطح پر تسلیم کر لیا گیا ہے، اس معاہدے پر عمل درآمد میں رکاوٹ بنیں، اس میں تاخیری رخنے ڈالیں اور آخرکار اسے ناکامی سے دوچار کریں۔ اس معاہدے میں سب کچھ واضح طور پر لکھا جا چکا ہے۔ یہ معاہدہ افغان اور امریکی دونوں اقوام کے مفادات کے تحفظ اور مسائل کے حل کے لیے ایک بہترین فریم ورک مہیا کرتا ہے، جس پر مکمل طور پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ آیئے اس معاہدے کے نفاذ میں آگے بڑھیں، تاکہ تمہاری افواج کے انخلا اور افغانستان و خطے میں امن اور استحکام کے لیے راہ ہموار ہو جائے۔

۷– کابل انتظامیہ کی جیلوں میں قید افراد سخت حالات اور مشکلات میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اس حوالے سے حقوقِ انسانی کی تنظیموں، فلاحی اداروں اور شخصیات کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے اور جلد از جلد قیدیوں کی حفاظت اور رہائی کے لیے ضروری اقدامات اٹھانے چاہییں۔

۸– مخالف صف میں کھڑے افراد اگر مخالفت سے دستبردار ہو جائیں تو ہماری طرف سے ان کے لیے عام معافی کا اعلان ہے۔ ہم سب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس عام معافی کے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ مخالفت سے دستبردار ہو جائیں اور ملک میں مکمل طور پر امن کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ میں، جو اس ملک کے لاکھوں شہداء، زخمیوں، معذوروں، یتیموں، بیواؤں اور مصیبت زدہ افغانوں کی آرزو ہے......اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی نہ کریں۔

۹– امارت اسلامیہ ملک بھر میں شہریوں کے تحفظ اور ان کے نقصانات کے حوالے سے شدید حساسیت رکھتی ہے، اسی بنا پر امارت اسلامیہ نے عام شہریوں کی زندگی کے تحفظ اور انہیں نقصان نہ پہنچانے کی غرض سے خصوصی کمیشن قائم کیا ہے، تاکہ جنگوں میں مجاہدین کی جانب سے عام شہریوں کو نقصان نہ پہنچے، اگر خدانخواستہ کوئی ایسا حادثہ رونما ہو جاتا ہے، تو اس کے مقدمے کو فوری طور پر لیا جاتا ہے اور قصوروار افراد کو سزا دی جاتی ہے۔ مگر مخالف فریق کی جانب سے بار بار عام شہریوں اور گھروں کو فضائی بمباری، میزائل حملوں اور بھاری ہتھیاروں سے نشانہ بنایا جاتا ہے، جو پریشان کن عمل ہے۔ اس حوالے سے انسانی حقوق کے اداروں میں کام کرنے والے ملکی اور بیرونی تمام حلقوں سے مطالبہ ہے کہ سویلین ہلاکتوں کی روک تھام کے لیے مؤثر اقدامات کریں۔

۱۰– کورونا کی بیماری عالمی وبا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی آزمائشیں انسانوں پر اس وقت آتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے دین، فطرت اور انسانی معیارات سے سرکشیاں اپنی آخری حد تک پہنچ جائیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ اپنے اعمال کا از سر نو جائزہ لیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کو ترک نہ کریں، اسلامی ہدایات کے مطابق اپنی زندگی کو سنواریں، تاکہ اس ہولناک عذاب اور آزمائش سے نجات پا سکیں۔

مذکورہ بیماری کی روک تھام کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے امور صحت کو ہدایات دے دی گئی ہیں کہ اپنی بساط میں جہاں تک ہو سکے اس سلسلے میں جدوجہد کریں۔ عوام کو طبی سہولیات فراہم کریں اور جتنا ممکن ہو سکے، اپنی طاقت بروئے کار لانے سے دریغ نہ کریں۔ عام ہم وطنوں سے بھی ہماری گزارش ہے کہ اس بیماری سے بچاؤ کی خاطر شرعی اور طبی ہدایات کو مدنظر رکھیں، تاکہ خدانخواستہ متاثر نہ ہو جائیں، عالمی صحت کی تنظیموں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارے ہم وطنوں کیساتھ اس بیماری کی روک تھام میں زیادہ تعاون کریں اور ضروری وسائل مہیا کریں۔ امارت اسلامیہ امدادی سامان کی منتقلی اور شفاف طریقے سے مستحقین میں ان کی تقسیم کے سلسلے میں فلاحی اداروں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کے لیے تیار ہے۔

۱۱– امارت اسلامیہ کے تمام مجاہدین کو ہدایت دیتا ہوں کہ اس نازک صورتحال میں عام لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت بھرا سلوک کریں۔ کسی کو نقصان اور اذیت پہنچانے کا سبب نہ بنیں۔ کسی سے تکبر اور ظلم سے پیش نہ آئیں۔ اقتدار اور وسائل کا عوام کی اذیت کے لیے استعمال نہ کریں۔ ہر قسم کی امتیازی حیثیت، جاہ طلبی اور برتری کے حصول سے گریز کریں۔ ہر افغان کو اپنا بھائی سمجھ کر اس کی عزت کریں۔

آخر میں ایک بار پھر اس بات کا اعادہ ضروری سمجھتا ہوں کہ عید کے ان مبارک ایام میں کورونا وائرس کی وجہ سے تمام اہل وطن شدید مسائل سے دوچار ہیں۔ غریب اور لاچار افراد کے لیے مزدوری کے مواقع نہیں ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر 40 پر)

آیئے...... جنتوں کے خریدار بنیں!

عید الفطر ۱۴۴۱ھ کے موقع پر صوتی بیان کا متن

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم!

برصغیر اور پوری امت مسلمہ کے میرے عزیز مسلمان بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عید الفطر کے اس مسرت بھرے موقع پر مجاہدین امت کی طرف سے ہم آپ کو مبارک باد کہتے ہیں، تقبل اللہ منا و منکم! اللہ آپ سے اور ہم سب سے راضی ہو، ہمارے اور آپ کے اعمالِ صالحہ قبول فرمائے اور عید الفطر کا یہ مبارک دن پوری امت مسلمہ کے لیے حقیقی عید یعنی نصرتوں اور فرحتوں کی تمہید ثابت کرے، آمین۔

محترم بھائیو! اس مبارک موقع پر آپ کی خدمت میں اللہ کی کتاب سے چند آیات بطورِ ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جنہیں ہم اور آپ اپنے دلوں میں اگر بسائیں اور ان کی روشنی میں میدانِ عمل میں اخلاص کے ساتھ اگر قدم رکھیں تو اللہ کے اذن سے ہمارا ہر دن خوشی کا دن اور ہر لمحہ مبارک بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ○ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ○يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ○وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ○﴾ (سورۃ الصف)

عزیز بھائیو! اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا "اے ایمان والو" هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ "کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلائے؟"۔

تجارت، نفع یا نقصان کا نام ہے؛ اور جو شخص بھی تجارت کرتا ہے وہ نفع تو چاہتا ہی ہے مگر نقصان کا خوف اور دیوالیہ ہونے کا ڈر بھی کبھی اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔ اللہ رب العزت نے بھی نفع کا ذکر کیا، مگر اس میں نقصان کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ تجارت اگر نہیں کروگے تو اس کے نہ کرنے کے سبب یہ نقصان ہوگا؛ گویا تجارت اختیاری نہیں، لازم اور فرض ہے۔ اس فرض کو ادا نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟ عَذَابٌ أَلِيمٌ، دردناک عذاب؛ اور یہ ایسا گھاٹا ہے کہ جس کے مقابل ساری دنیا کا عظیم ترین گھاٹا بھی کوئی گھاٹا نہیں! تجارت کیا ہے؟ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ "اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ" وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ "اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو اپنے اموال اور اپنی جانوں سے"...... اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، ان کے وعدوں پر یقین، ان کے بتائے گئے نفع و نقصان کے پیمانوں کو دل و ذہن سے قبول کرنا اور ساتھ ہی ساتھ دشمنانِ دین کے خلاف جہاد میں اپنی جان و مال کھپانا اور لٹانا، یہ وہ وسیلہ اور واحد ذریعہ ہے کہ جو ہمیں بدترین خسران اور بدترین عذاب سے بچاسکتا ہے...... آگے اللہ فرماتے ہیں، ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ "یہی تمہارے لیے بہتر ہے"، إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ "اگر تم سمجھو"؛ سمجھ داری اور ہوشیاری کا ثبوت گویا یہ ہے کہ اللہ کی محبت و اطاعت میں فنا کرنے کے لیے اپنا آپ پیش کردو۔

آگے فرماتے ہیں: يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ، "تمہارے گناہ معاف کردیں گے" وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ "اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کردیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں" وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ "اور ہمیشہ ہمیشہ والی جنتوں میں ایسے مسکن تمہیں عطا کردیں گے جو انتہائی پاکیزہ ہوں گے" ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ "یہی بڑی کامیابی ہے"۔ کامیابی کی تلاش میں سرگرداں پھرنے والو! کامیابی کو سمجھو کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامرانی ہے! جس کامیابی کو خالق السماوات والارض بڑی کامیابی کہے، اس سے بڑھ کر بھی کیا کوئی فوز و فلاح ہوسکتی ہے؟

ہر انسان ناکامی و نامرادی سے بچنا چاہتا ہے؟ تم بھی چاہتے ہو کہ عزت و راحت اور فرحت و مسرت سے بھرپور زندگی تمہیں مل جائے، تو دھوکے میں مت پڑو، اس کی جگہ یہ دنیا نہیں، یہ تو دار الغرور ہے، یہاں جو نظر آتا ہے وہ فریب ہے، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ "ہر انسان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"، سب نے مرنا ہے، وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ لوٹا دیا جائے گا" فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ "پس جو آگ سے بچ گیا اور جنت میں داخل ہوا" فَقَدْ فَازَ "تو بس وہی کامیاب ہوا"، یہی کامیابی ہے جس کو حاصل کرنا چاہیے، باقی دنیا تو وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ "اور دنیا کی یہ زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں"۔ اسی طرح اللہ فرماتا ہے: إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ "بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے"، فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا "پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے" وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ "اور نہ وہ بڑا دھوکہ باز (یعنی شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے" اس لیے کہ یہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہیں، یہ دار الامتحان ہے، یہاں جو تمہیں ملا، اسے مقصود مت سمجھنا، اس کی ایک ایک نعمت کا حساب لیا جائے گا؛ بے حساب خوشیوں اور دائمی نعمتوں کی جگہ آخرت کا گھر ہے! پس اسی کے

لیے کمر کس لو اور رختِ سفر باندھ لو۔ ایک اور جگہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ موت کے بعد کی کامیابی اور دائمی جنتوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں، لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ "عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے!" اے دنیا کے پیچھے بھاگنے والو! کن ذلتوں میں گر رہے ہو، اصل رفعتوں کو سمجھو اور ان کی طرف لپکو! اولاً مذکور آیت میں پھر آگے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتے ہیں: وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا "اور وہ اگلی چیز بھی دیں گے جو تم پسند کرتے ہو"، وہ کیا ہے؟ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ "اللہ کی طرف سے مدد اور (عن) قریب فتح" وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ "اور مؤمنین کو خوش خبری دے دو"۔

برصغیر کے میرے عزیز بھائیو!

آج بطورِ امت ہماری حالت کیا ہے؟ آیئے تھوڑی دیر کے لیے دل پر ہاتھ رکھ کر ذرا جائزہ لیں..... ہندوستان کو دیکھیے، وہ زمین جہاں صدیوں اسلام اور مسلمانوں نے حکمرانی کی ہے، آج یہاں بتوں اور بندروں کی پوجا کرنے والے نجس ہندوؤں نے ہمارے پچیس کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے؟ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ یہاں اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزتیں کیوں محفوظ نہیں ہوئیں؟ یہ پاکستان و بنگلہ دیش میں ہر طرف بے چینی و محرومی، مایوسی اور بے سکونی کیوں ہے؟ یہاں شریعت کے یہ باغی اور امت مسلمہ کے یہ خائن، انتہائی ذلیل طبقات ہمارے سروں پر کیوں مسلط ہیں؟ ان طواغیت کے ہاتھوں اپنے دین اور دنیا کی اس تباہی کا تماشہ کیسے دیکھا جا رہا ہے؟ اُدھر فلسطین میں ہمارا بہتا لہو کیوں رکنے کا نام نہیں لے رہا؟ کیوں آج ہم یہودیوں کے رحم و کرم پر...... مجبور و مقہور قیدی سے بھی بدتر حالت میں ہیں؟ اب تو حال یہ ہوا کہ مسجد اقصیٰ میں باجماعت نماز تک ادا کرنے کا اختیار بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ حرمین شریفین کی سرزمین، جزیرۂ عرب، کہ جس کو کفار و کفر سے پاک کرنے کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی، عرصۂ دراز سے خبیث امریکیوں کا مسکن تو بن ہی چکی تھی، مگر آج اس پر قابض ان کے غلام گیدڑ اتنے شیر ہو گئے کہ ارض حرمین میں بھی برسرِ عام بے دینی اور فحاشی کو رواج دیا جا رہا ہے!! مشرقی ترکستان، برما، شام، شیشان، کس کس زخم کا رونا رویا جائے، کس کس ظلم اور کس کس محرومی کو یاد کیا جائے؟

عزیز بھائیو! یہ ساری ذلت و رسوائی کیوں ہے؟ کیوں یہ ہر سمت سے ہمارے سروں پر کفر و ظلم کے ہتھوڑے برسائے جا رہے ہیں؟ سبب کیا ہے؟ اس سب کا سبب ایک ہے، "حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ" دنیا کی محبت، اس کی پرستش اور اس کو اپنے قلب و ذہن اور جسم و روح پر سوار کرنا ہی اس ذلت و رسوائی کا واحد باعث ہے، اس لیے کہ دنیا کی محبت ہی ہر برائی اور ہر بے حمیتی کی جڑ ہے۔ وہ دنیا کہ جس کی حیثیت اللہ کے سامنے مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، جو دھوکہ، جھوٹ اور حقیر ہے، اس دنیا کے اسیر جب ہم ہوئے، تو پھر ذلت و رسوائی کے یہ دن بھی دیکھنے پڑے۔ اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے؛ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا "یہ دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہیں، جبکہ" وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ "دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں حقیر ہے"...... ایک اور جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ "دنیا کی زندگی بس بے کار کھیل کود ہے" وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ "اور بے شک آخرت کا گھر ہی ہمیشہ کی زندگی ہے" لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ، "کاش کہ یہ سمجھتے"۔ گویا حقیقی زندگی وہی آخرت کی زندگی ہے اور اس کے لیے بس وہی اپنے آپ کو کھپاتے ہیں جنہوں نے اپنی باگ ڈور خواہشاتِ نفس کے ہاتھ میں نہ تھمائی ہو، جو سمجھ دار ہوں اور عقل سلیم سے کام لیتے ہوں۔

عزیز بھائیو!

سچ یہ ہے کہ جو بھی اس حقیر دنیا، اس کے مال و دولت اور اس کی عزت و شہرت کو ہی اپنی زندگی کا مقصد و محور بناتا ہو، جو بھی اس حقیر پیمانے سے اپنی اور دوسروں کی کامیابی و ناکامی ناپتا و تولتا ہو، وہ چاہے اپنے آپ کو بڑا سمجھ دار ہی کیوں نہ سمجھتا ہو، اس سے بڑھ کر بدنصیب، اس سے بڑھ کر کج فہم اور اس سے بڑھ کر بے عقل کوئی نہیں۔ عقل مند، ہوشیار اور صحیح فہم والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی آنکھوں کو اس دارِ غرور نے اندھا نہیں کیا ہو اور جو اس غلیظ اور حقیر دنیا کو اس کے اصل مقام پر رکھتا ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ، "دنیا اُس کا گھر ہے جس کا حقیقت میں کوئی گھر نہیں"، یعنی پرائے کے گھر کو اپنا گھر کہتا ہے، اس گھر کا اصل مالک جب چاہتا ہے، بغیر کسی نوٹس کے اسے نکال باہر کرتا ہے۔ آج دیکھیے! نظر تک نہ آنے والے ایک ننھے سے وائرس سے صرف چند ہفتوں میں تین لاکھ لوگ لقمۂ اجل بنے، اربوں لوگ خوف میں مبتلا ہیں، زندگی کا پہیہ جیسے جام ہو گیا، ٹیکنالوجی اور علوم و فنون میں ترقی کی معراج پر کھڑے، خدائی کے یہ دعویٰ دار سب عاجز ہو گئے ہیں، دنیا کے اصل مالک، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے اپنی طاقت و اختیار کا یہ ایک چھوٹا سا اظہار ہے، ابن مسعودؓ آگے فرماتے ہیں، وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ، 'فرماتے ہیں' اور یہ دنیا اس کا مال ہے جس کا اصل میں کوئی مال نہیں" وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ، "اور اس دنیا کے لیے وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو"...... کیوں؟ اس لیے کہ اس کے سامنے ہی زمین اس جیسے انسانوں سے اپنا پیٹ بھرتی جا رہی ہے، جس کو اس قبرستان میں اتارا گیا، وہ واپس کبھی نہیں آ سکا، سب نے اپنے محل، بنگلے اور جھونپڑیوں سے نکل کر اس ایک زمین میں دبنا ہے، آج نہیں، تو کل، کسی کو بھی اس میں شک نہیں۔ پھر قبر میں کسی کے ساتھ اس کا کچھ بھی نہیں جائے گا، وہاں پھر مال و دولت، شہرت و عزت، قوت و اختیار، اسٹیٹس اور کیریئر کچھ کام نہیں آئے گا، اور جو کام آئے گا، افسوس کہ اس کی فکر نہیں اور جو الٹا بوجھ ہو گا، جس کے بارے میں الٹا بازپرس ہو گی، جو اللہ کی ناراضگی اور گرفت کا باعث بنے گا، اس کی فکر میں یہ انسان ہلاک ہو رہا ہے، اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عقل مند ہے؟ اس کے برعکس دوسری طرف جنہوں نے دنیا کی بے وقعتی سمجھی تھی، اللہ کی پکار پر جنہوں نے لبیک کہا تھا اور جنہوں اللہ کے راستے سے بچنا نہیں، بلکہ اس راستے میں فنا ہونا ہی اصل کامیابی سمجھا تھا، ان کا حال یہ ہے کہ میدانِ قتال میں نیزہ لگتا ہے، دشمن اسے مارتا ہے

، جب وہ اپنے خون کے دھاروں کو دیکھتا ہے، تو فوراً خوشی سے اپنا خون اٹھا کر منہ پر ملتا ہے اور فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ کا نعرہ لگاتا ہے، ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ قتل ہوتے ہوئے کامیابی کے دیوانہ وار نعرے بلند کرنے والے صحابۂ کرام تھے کہ جن کی اقتداء کا ہمیں حکم ہے اور جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہماری یہ ذلت عظمت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

عزیز بھائیو!

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی ندا پر لبیک کہا کرو“ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ”جب وہ تمہیں اس عمل کی طرف بلاتے ہیں جس میں تمہاری ہی زندگی ہے“، مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ کی طرف رجوع، قرآن وسنت پر عمل اور جہاد و قتال ہے، آگے اللہ فرماتا ہے: وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ”اور یہ بات جان رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے“ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ”اور تم اسی کے پاس ہی جمع ہو گے“... اسی طرح آپ ﷺ فرماتے ہیں: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ ”نیک اعمال کی طرف لپکو“ یعنی تاخیر نہ کرو، اس لیے کہ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ”اندھیری رات کی طرح کے فتنوں کے خوف سے“، وہ ایسے فتنے ہوں گے کہ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، ”صبح آدمی مؤمن ہو گا اور شام کو کافر ہو گا“ وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، ”اور شام کو مؤمن ہو گا اور صبح کافر ہو گا“، اس سب کا سبب یہ ہو گا کہ يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا ”اپنے دین کو وہ دنیا کے معمولی سامان کی خاطر بیچ ڈالے گا“[1]۔ علماء کرام اس آیت و حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ اس میں فتنوں سے محفوظ ہونے اور کسی بھی آزمائش میں صحیح قدم لینے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جب بھی اللہ کی طرف سے پکار سنی جائے، جب بھی خیر کا، نیکی کا کام نظر آجائے تو اس پر لبیک کہنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، ورنہ بعد میں اللہ رب العزت کی قدرت سے عمل کی توفیق چھِن جاتی ہے۔ خیر کا دروازہ کھلا دیکھ کر اور اللہ کی نداء پہلی دفعہ سن کر بھی اگر لیت ولعل سے کام لیا جائے تو خدشہ ہے کہ بعد میں اللہ خیر کی طرف قدم اٹھانے کی توفیق ہی سے محروم کر دیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”لا يزال قوم يتأخرون حتى يؤخرهم الله“ ”ایک قوم خود سے تاخیر کرتی ہے یہاں تک کہ اللہ پھر انہیں پیچھے اور مؤخر کر دیتا ہے“۔ اللہ ہمیں اپنی نداء پر لبیک کہنے والا بنائیں اور ہمیں توفیق دیں کہ کسی بھی خیر کے کام میں تاخیر نہ کریں کہ یہی فتنوں سے بچنے کا وسیلہ بتایا گیا ہے۔

برصغیر کے میرے محترم بھائیو!

آج الحمد للہ، ثم الحمد للہ، اللہ کے وعدوں کی سچائی کا عملی نمونہ ہم اور آپ افغانستان کی سرزمین پر دیکھ رہے ہیں، جب ایمان کے دعوے، اللہ کے ساتھ محبت اور جنتوں کی چاہت کے دعوے، شریعت کی حاکمیت اور اس کی پیروی کے دعوے جب عمل سے سچے کر دکھائے گئے، تو ابھی بیس سال بھی پورے نہیں ہوئے، کہ اللہ نے اپنی طرف سے نصر من اللہ اور فتح قریب کا وعدہ بھی سچ کر دکھایا اور آج فرعونِ وقت نے اپنی ذلت اور ناکامی کی دستاویز پر دستخط کر دیا؛ یہ اللہ کی پکار پر لبیک کہنے کا انعام ہے کہ الحمد للہ ان مؤمنین کا ایمان محفوظ ہوا، ائمۂ کفر کا کبر خاک میں مل گیا اور ابھی وہ دن بھی زیادہ دور نہیں کہ جب اللہ کے اذن سے افغانستان ایک دفعہ پھر دارالاسلام، اسلام کا گھر بن جائے گا۔

برصغیر کے میرے مسلمان بھائیو!

اللہ کے راستے میں عظیم جہاد، اس کے بدلے میں یہ نصرت و فتح اللہ ہم برصغیر والوں اور پوری امت مسلمہ کے لیے بھی مبارک کرے، اس میں ہمارے لیے بھی دعوتِ عمل ہے کہ ہم بھی اللہ کی جنتوں کے خریدار بن جائیں، پہلے اپنے دلوں پر اللہ کی محبت کا جھنڈا گاڑیں، دنیاوی محبتوں کے بت اور حقیر غلاظتیں سینوں سے دور پھینکیں اور ساتھ ہی اللہ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے جہادی میدانوں کا رُخ کریں، اللہ کی راہ میں اپنے جسم کٹوانا اپنی چاہت و آرزو بنائیں۔ یقین جانیے! کشمیر و ہند اور پورے برصغیر میں مسلمانوں پر ڈھایا گیا ایک ایک ظلم اور اس خطے میں دینِ متین کا مغلوبیت میں گزرنے والا یہ ایک ایک لمحہ ہمیں پکار رہا ہے کہ انفروا خفافا و ثقالا، ہلکے ہو یا بوجھل بس اللہ کے راستے میں نکلو! تاخیر بہت ہو چکی، غزوۂ ہند کا وہ معرکہ دعوت اور قتال کے ہر ہر میدان میں اب بپا ہونا چاہیے کہ جس کی کامیابی کی بشارتیں اللہ کے نبی ﷺ نے اس فاتح امت کو دی ہیں، اللہ رب العزت ہمیں اس مبارک غزوے کے لشکر میں شامل کرے اور یہاں ظلم و کفر کی یہ رات اپنی رحمت سے جلد سے جلد لپیٹ دے، آمین یارب العالمین!

آخر میں ایک دفعہ پھر عید الفطر کی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ساتھ مؤمنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرنے والی فتح، فتح مبین پر بھی مبارک باد کہتا ہوں اور یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اِمارت اسلامیہ کے مجاہدین اور امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ حفظہ اللہ کی مدد و نصرت فرمائے اور آگے اس مبارک سفر میں اور اس کے ہر ہر پڑاؤ میں اللہ رب العزت انہیں اپنی تائید، رہنمائی اور نصرت سے نوازے، آمین یارب العالمین!

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(بشکریہ: ادارہ السحاب برِّصغیر)

[1] صحيح ابن حبان

ہندوستانی مسلمانوں کے نام......القاعدہ جزیرۃ العرب کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تر تعریفیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے ہیں، جس کا فرمان مبارک ہے:

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ○ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ○(سورۃ الشوریٰ: ۴۱-۴۲)

"اور جو کوئی ظلم سہنے کے بعد بدلہ لے تو ان پر کوئی الزام نہیں، الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہی ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر جو فرماتے ہیں:

"مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ."

"جو مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے دین کے سبب مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنی جان بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔"

امابعد!

ہندوستانی حکومت نے علی الاعلان ایسا قانون بنایا جس میں مسلمانوں کو ملکی شہریت سے مستثنیٰ رکھا گیا، حکومتِ ہند کا یہ اقدام واضح طور پر عدل و انصاف کے منافی اور اُن مسلمانوں کے خلاف بدترین جارحیت ہے جن کی آبادی پچیس کروڑ سے تجاوز کر رہی ہے۔ فی الحقیقت یہ فعل ظلم و جبر پر مبنی اُن جرائم کی ایک تمہید ہے جو مسلمانوں پر اس بہانے سے ڈھائے جائیں گے کہ وہ اس زمین کے اصل باسی نہیں۔ ظاہر ہے مسلمان اس ظلم پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے اور اس کے سبب انہوں نے احتجاج اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع کیا، لیکن حکومتِ ہند نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا بلکہ مجرم غنڈوں کو اپنی پولیس کی سرپرستی اور تعاون میں حرکت میں لے آئی اور انہوں نے پھر مسلمانوں کے خلاف فسادات کی صورت میں بدترین جرائم کیے۔

اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ○(سورۃ التوبۃ: ۱۰)

"یہ (مشرکین) کسی مومن کے حق میں نہ قرابت کا خیال کرتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔"

یوں یہ ظالم مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، بے گناہوں کا قتل کیا اور ان کے اموال و سازوسامان کو ایسی بے دردی سے آگ لگادی کہ کوئی بھی صاحبِ دل اس پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ دنیائے عالم میں چند ضعیف آوازوں کے سوا کوئی سنجیدہ احتجاج نظر نہیں آیا۔ کئی دوسری سمتوں سے بھی آوازیں سنائی دیں مگر واضح تھا کہ یہ آنکھوں میں محض دھول جھونکنا ہے اور کوئی ہمدردی یا ظلم روکنا ان کا ہدف نہیں۔ ایسے میں مجرم امریکہ کے مجرم صدر ٹرمپ نے بھی ہندوستان کا دورہ کیا، یہ دورہ کہ جس میں مجرم ٹرمپ کا 'عوامی' استقبال ہوا، حقیقت میں یہ دورہ ہندوستانی حکومت کے ان مظالم کی تائید تھی اور یہ بتانا تھا کہ مظلوم مسلمانوں، ان کی خواتین اور اولاد کے خلاف جرائم میں آگے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، بلکہ ہم سو فیصد ساتھ اور معاون ہوں گے۔ اس سب پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ فائدہ اور نقصان دینے کا اختیار یقیناً اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ہم اسی رب سے مدد و نصرت کی دعا کرتے ہیں۔

ہم جزیرۂ عرب میں موجود القاعدہ کے مجاہدین ان مظالم پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے مسلمان بھائیوں کو مدد و نصرت اور تائید و حمایت کی یقین دہانی بھی کراتے ہیں اور انہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یہ فرمان یاد دلاتے ہیں کہ:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ○(سورۃ آلِ عمران: ۱۳۹)

"اور دل شکستہ مت ہو، غم زدہ نہ ہو، اور تم ہی غالب ہوں گے اگر تم (صحیح) مومن ہو۔"

یقین جانیے ہمارے مسلمان بھائیو! ہندوستانی حکومت کا یہ اقدام حقیقت میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی جنگ کی دعوت ہے، پس اہلِ کفر سے کبھی کوئی امید مت رکھیے، سب سے پہلے آسمان کی طرف اپنے دستِ دعا اٹھائیے، رب کریم کے سامنے دعا کیجیے کہ وہ قدیر و عزیز آپ اور ہم سب کو ثابت قدمی اور نصرت سے نوازے، پھر صدق و اخلاص کے پیکر اہل علم کے ساتھ مشورہ کیجیے اور برِّصغیر میں موجود اپنے مجاہد بیٹوں کے ساتھ مل کر اپنے دین، عزت و ناموس اور جانوں کے دفاع کے لیے میدان میں اتریے، صفوں کو منظم کیجیے، جتنا ہو سکے اعداد و تیاری کر کے دفاعی قوت اکٹھی کیجیے اور پھر دشمنانِ دین کے دانت ایسے کھٹے کیجیے کہ انہیں اسلام و اہلِ اسلام کی عظمت کا اقرار کرنا پڑے، انہیں دکھائیے کہ اس دین کے ماننے والے ایسے جواں مرد ہیں کہ جو ذلت و رسوائی پر کبھی راضی نہیں ہوتے۔

جان لو اے ہمارے بھائیو! مسلمانوں کی عزت بس جہاد فی سبیل اللہ میں ہے، پس تلواروں کو نیام سے نکال لو اور اپنے رب اللہ پر توکل کرو، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ○ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ○ (سورۃ الحج: ۳۹-۴۰)

”جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔“

پس اللہ سے مدد مانگیے اور کمزور اور عاجز مت ہوں، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بلا شک و شبہ تمہاری مدد کریں گے۔ پس دو ہی راستے ہیں، یا یہ کہ ہم مسلمانوں کو عزت و عظمت کے ساتھ ہماری زمینوں پر رہنے دیا جائے، جہاں اللہ کا دین ان پر حاکم ہو، یہ نہ ہو تو پھر دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم ان کی زندگی بھی عیش و عشرت سے محروم کر دیں اور جس ظلم کے ساتھ یہ ہمارا خون بہا رہے ہیں اور انہوں نے ہمارا امن ہم سے چھینا ہے، اسی طرح ان کا امن بھی ہم ان سے چھین لیں اور ان ظالموں کے خلاف جنگ و قتال کریں یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے یا دوسری صورت میں اللہ ہمیں شہادت دے اور ہم اس ذریعے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابۂ کرام کے محبوبین میں شامل ہو جائیں۔

ہم علمائے کرام کو بھی اس موقع پر امت مسلمہ کی مدد و نصرت کے لیے پکارتے ہیں اور ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اے علمائے امت اور بالخصوص ہندوستان کے انتہائی محترم علمائے کرام!

بے شک امت مسلمانانِ ہند کے خلاف ان بدترین مظالم پر اس وقت آپ سے مطلوب موقف اور حق بات سننا چاہتی ہے، آپ ہی ہیں جو ان اندھیروں میں امت مسلمہ کے لیے مشعل کا کردار ادا کر سکتے ہیں، اہلِ ایمان اس انتظار میں ہیں کہ آپ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر عزت و نصرت کی بلندیوں کی طرف لے جانے والے زینے کی طرف رہنمائی کریں۔ جہاں تک ہم (مجاہدین) ہیں تو واللہ ہم آپ کو دنیا و آخرت کی خیر و فلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ آپ بس عزت و عظمت کی سمت اس امت کی قیادت کریں۔

اے حاملین قرآن! یقیناً یہ وقت ہے کہ آپ اپنے اقوال کی اپنے افعال و کردار سے تصدیق کریں اور ہمارا آپ کے بارے میں یہی خیال ہے کہ آپ ہی اس عظیم منصب کے اہل ہیں۔ بے شک آپ اور ہم سب کے لیے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ عظیم نمونۂ عمل ہیں۔ پھر یقین کیجیے کہ یہ امت کبھی بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گی، پس آپ بھی اسے تنہا مت چھوڑیے کہ اسے آج آپ کی شدید حاجت ہے..... کل اللہ کے سامنے آپ سے علم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ آپ نے اس پر کتنا عمل کیا، پس آج فرصت ہے کہ اللہ کے اس سوال کا جواب دینے کی تیاری کی جائے۔

اور اے ہندوستان کے ہمارے اہل ایمان بھائیو!

یقیناً تم ہی عزت و تکریم کے حق دار جواں مرد ہو اور بلاشبہ تم ہی غالب رہو گے اگر تم صحیح معنوں میں مومن ہو۔

یا اللہ تُو ہی اس امت کی رہنمائی فرما، یا اللہ ہمارے مسلمان بھائی جہاں بھی ہوں ان کی مدد فرما، یا اللہ ہندوستان میں ان کی نصرت فرما، یا اللہ اپنی خاص نصرت سے ان کی نصرت فرما اور خاص تائید سے ان کی تائید فرما، آمین اللھم آمین!

والحمد للہ رب العالمین!

قاعدۃ الجہاد جزیرۃ العرب

رمضان ۱۴۴۱ھ / مئی ۲۰۲۰ء

کورونا..... آزمائش، تنبیہ اور عذاب!

قاضی ابو احمد

اب سے پہلے دنیا کے کسی خاص خطے میں پیدا ہونے والے حالات کا اثر اسی خطے یا اس میں رونما ہونے والے واقعے کے دیگر کرداروں تک ہی محدود رہا کرتا تھا، گو کہ اس کی خبر لمحوں میں پوری دنیا میں گردش کرنے لگتی، لیکن اب صورتِ حال تبدیل ہو چکی ہے۔ کورونا وائرس کے پھیلنے کے بعد تمام دنیا گویا حقیقتاً گلوبل ولیج بن چکی ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک اس وبا کے سبب کم و بیش ایک سے حالات سے گزر رہے ہیں اور پوری دنیا کی معیشت، معاشرت اور بین الاقوامی تعلقات پر اس وائرس کے بعد پیدا ہونے والی صورتِ حال اثر انداز ہو رہی ہے۔

آزمائش کے اس کڑے وقت میں جہاں بہت سوں کو اللہ رب العزت نے ایثار، قربانی اور خدمت کے جذبے سے مالامال کیا ہے اور وہ بنی نوع انسان کی خدمت لوجہ اللہ بلا تخصیصِ مذہب، رنگ اور نسل کر رہے ہیں، وہیں حکومتیں اور ان کے آلۂ کار ادارے اور بہت سی بڑی بڑی کمپنیاں اپنے اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ وہ حکومتیں کہ ماتحت عوام کی فلاح و بہبود اور انھیں راحت و آسانی فراہم کرنا جن کا مقصد کبھی بھی نہیں رہا، اب بھی غریب عوام کی حالتِ زار سے بے نیاز ہیں اور کوئی اپنی سیاست چمکانے، کوئی اپنے اقتصادی حریف کو پچھاڑنے اور بازار میں اپنی اجارہ داری قائم کرنے، کوئی پہلے سے دبے اور پسے طبقے کو مزید پیسنے اور کوئی مذہب اور رنگ و نسل کے امتیاز کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔

پوری دنیا کا میڈیا اس کڑے وقت میں بھی سچ کا ساتھ دینے کی بجائے اپنی اپنی حکومت کی ترجیحات کا نمائندہ بنا ہوا ہے۔ اس کا دجل اس مشکل وقت میں بھی اپنے عروج پر ہے۔ چین میں تو میڈیا پابندیوں کا کہنا ہی کیا۔ حد تو یہ ہے کہ ڈاکٹروں اور صحافیوں کی نا صرف آن لائن کڑی نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ انھیں ہراساں بھی کیا جا رہا ہے اور قید میں ڈالا جا رہا ہے۔ چین کا پورا میڈیا حکومتی زبان بول رہا ہے اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ حقائق اور اعداد و شمار کو چھپا کر مسائل پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں ہے۔ اسی طرح انڈیا میں لاک ڈاؤن شروع ہونے سے چند گھنٹے قبل مودی نے میڈیا چینلز کے مالکان سے گفتگو کی اور اس گفتگو کی ویڈیو بغیر آواز کے میڈیا پر نشر کی گئی اور یوں بیشتر اینکرز حکومتی ترجمان بنے ہوئے ہیں۔ میڈیا پر کسی بھی قسم کی خبر حکومتی اجازت کے بغیر نشر کرنے کی اجازت نہیں ہے اور ایسا کرنے والوں کے خلاف سخت ایکشن لیا جا رہا ہے۔

دوسری طرف، ملکوں کی سطح پر جا بجا مذہبی قومی اور نسلی استحصال دیکھنے میں آرہا ہے۔ اکثر ممالک میں کمزور اور غیر محفوظ گروہوں کے خلاف نفرت انگیز گفتگو کھلے عام کی جانے لگی ہے اور ان کے افراد پر نفسیاتی اور جسمانی حملے کیے جا رہے ہیں۔ چین میں افریقی ممالک سے آنے والے افراد کو اس وائرس کے پھیلاؤ کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے اور اسے درآمد شدہ اور غیر ملکی وائرس قرار دے کر افریقی نسل کے افراد کو نسلی تعصب اور بے جا پابندیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے ان لوگوں کے خلاف عوام میں نفرت اور غصہ پیدا ہو رہا ہے جو نسلی امتیاز کو ہوا دے رہا ہے اور ان غیر ملکی افراد پر حملوں میں زیادتی کا سبب بن رہا ہے۔ حتیٰ کہ خدمات عامہ، جن پر ملک کے ہر شہری کا برابر حق ہے، کورونا وائرس کی آڑ میں غیر ملکی شہریوں کو حفاظتی اقدامات کے نام پر ان سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔

کورونا وائرس کے سبب سفری پابندیوں، لاک ڈاؤن، صنعتی کارخانوں کی بندش کا ایک مثبت پہلو ماحولیاتی آلودگی میں خاطر خواہ کمی ہے۔ جبکہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ خام تیل کی کھپت میں کئی گنا کمی تیل پیدا کرنے والے ممالک کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ روس، سعودی عرب اور امریکہ جیسی بڑی مچھلیاں اپنے اپنے تیل کو محفوظ کرنے اور مارکیٹ میں اپنے تیل کی اجارہ داری قائم کرنے پر مصر ہیں۔ تیل استعمال کرنے والی کمپنیاں طویل المیعاد معاہدوں سے اپنی جان چھڑا رہی ہیں، سمندروں میں تیل کے جہاز کھڑے ہیں اور کوئی انھیں وصول کرنے کو تیار نہیں، یوں مارکیٹ میں اضافی تیل کے سبب اس کی قیمت میں اس قدر کمی دیکھنے میں آئی کہ امریکہ میں تیل کی قیمت پہلی مرتبہ منفی میں چلی گئی یعنی تیل بیچنے والے کو فی بیرل تقریباً تیس ڈالر خریدار کو ادا کرنے پڑے۔ یہ اللہ رب العزت کی جانب سے انسانیت کا خون چوسنے والوں کی پکڑ ہے۔ اگر یہ وائرس اور اس سے پھیلنے والی تباہی قابو میں نہ آئی تو نجانے سیاہ زر کی یہ سیاست کیا رنگ لائے گی!!

یقیناً یہ اللہ رب العزت کی جانب سے بہت بڑی آزمائش ہے جو زندگی اور دنیا کی بے ثباتی کھلی آنکھوں سے دکھا رہی ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لیے یاددہانی ہے کہ یہ دنیا دل لگانے اور گھر بسانے کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ تو راہ گزر ہے جہاں سے بس گزرنا ہی ہوتا ہے اور زیادہ ہی ہوا تو کچھ دیر کنارے پر چھاؤں میں بیٹھ کر آرام کر لیا۔ اس دنیا کی حقیقت اور حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں اور نہ ہی اس سے زیادہ وقعت اسے دی جانی چاہیے۔

اس آزمائش کا ایک پہلو تنبیہ بھی ہے۔ مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھانے والے چینی ہوں یا پوری دنیا میں سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ یا اہلِ اسلام کا استحصال کرنے والے یورپی ممالک، ان سب کے لیے یہ اللہ رب العزت کی جانب سے شدید تنبیہ ہے۔ ان کی تکبر سے اکڑی گردنوں میں خم ڈالنے کے لیے یہ ننھا سا وائرس ہی کافی ہے۔ ٹیکنالوجی کے خود ساختہ بتوں کی پوجا کرنے والوں کے منہ پر یہ زبردست طمانچہ ہے۔ اللہ رب العزت کے احکامات سے روگردانی کرنے والوں کے لیے تذکیر ہے کہ پلٹ آؤ اپنے اس رب کی طرف جس کو تم اپنی

تمام تر قوت اور طاقت استعمال کر کے بھی عاجز نہیں کر سکتے۔ البتہ وہ رب جب چاہے تمھیں اپنے ایک ننھے سے حقیر لشکری کے ذریعے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل سکتا ہے۔ چینیوں نے جس بے دردی کے ساتھ مشرقی ترکستان کے مسلمانوں کو ان کے خاندانوں سے کاٹا اور جدا کیا، بعینہٖ اسی طرح ہزاروں لاکھوں چینیوں کو قرنطینہ میں ڈالا گیا اور ضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر حراست میں لیا گیا۔ ان ظالموں نے عفت مآب مسلمان بہنوں کے چہروں سے نقاب نوچے تو پوری کی پوری قوم کو اللہ رب العزت کے حکم سے نقاب پہنا دیے گئے۔ تم نے ان کے لباس نوچے تو اس کی پاداش میں بخوشی برہنہ پھرنے والی تمہاری اپنی پوری قوم سر تا پا ملبوس کر دی گئی۔

امریکی ابھی افغانستان سے بچ نکلنے کی خوشی بھی پوری طرح نہ منا پائے تھے کہ اللہ رب العزت نے ان کی عظیم پکڑ کا ایک اور سامان کر دیا۔ جب مجاہدینِ افغانستان نے حسبِ استطاعت اپنا سب کچھ اللہ رب العزت کے حکم پر داؤ پر لگا دیا تو اللہ رب العزت نے انھیں سرخرو کیا اور پھر اپنے خاص لشکری کے ذریعے ان کے اور تمام مسلمانوں کے دشمن کو ذلیل و رسوا کیا۔ اب چاہے امریکی اس وائرس کو 'میڈ اِن چائنا' کہیں یا کچھ اور، وہ اللہ رب العزت کی قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ ٹرمپ کہ جس کا متکبرانہ دعویٰ تھا کہ وہ چاہے تو ایک ہفتے کے اندر اندر طالبان مجاہدین کو شکست دے کر افغانستان کو فتح کر لے، وہ نا صرف ذلیل و رسوا ہو کر مذاکرات کے مسوّدے پر دستخط کرنے پر مجبور ہوا بلکہ اللہ رب العزت نے اپنی قدرت سے چند دنوں کے اندر اندر اس کے اپنے ملک میں وہ تباہی پھیری کہ وہ ششدر رہ گیا؛ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ[1]۔

یہ بھی غور کے لائق بات ہے کہ محض کفار تو اس وبا کا نشانہ نہیں بن رہے، مسلمان بھی تو ہیں جو اس کے سبب ہلاک ہو رہے ہیں۔ یقیناً یہ بات درست ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اب تک دنیا میں جتنی بڑی بڑی وبائیں پھیلی ہیں اس میں مسلمان بھی لقمۂ اجل بنے ہیں، بلکہ طاعونِ عمواس میں تو کئی بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم تک شہید ہوئے، مگر اللہ رب العزت کا اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنی نیت اور عمل پر اٹھایا جائے گا۔ ایمان و تقویٰ کے ساتھ جان دینے والا ان شاء اللہ شہید ہے اور اپنے اعمال کی جزا پائے گا چاہے اس کی اور کافر کی موت بظاہر ایک ہی سبب سے واقع ہوئی ہو۔ لیکن یہ حقیقت اہلِ ایمان کو مطمئن اور عمل سے بے گانہ نہ کر دے کہ ان کے لیے بھی اس آزمائش میں تنبیہ کا بہت واضح پہلو ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝[2]

''اور ڈرو اس فتنے سے جو تم میں سے صرف گناہ گاروں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔''

صاحبِ تفسیر بیان القرآن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ بھی قانون خداوندی ہے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ کسی جرم کا براہ راست ارتکاب کرنا ہی صرف جرم نہیں ہے، بلکہ کسی فرض کی عدم ادائیگی کا فعل بھی جرم کے زمرے میں آتا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان ذاتی طور پر گناہوں سے بچ کر بھی رہتا ہے اور نیکی کے کاموں میں بھی حتی الوسع حصہ لیتا ہے۔ وہ صدقہ و خیرات بھی دیتا ہے اور نماز، روزہ کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ یہ سب کچھ تو وہ کرتا ہے مگر دوسری طرف اللہ اور اس کے دین کی نصرت، اقامت دین کی جدوجہد اور اس جدوجہد میں اپنے مال اور اپنے وقت کی قربانی جیسے فرائض سے پہلو تہی کا رویہ اپنائے ہوئے ہے تو ایسا شخص بھی گویا مجرم ہے اور عذاب کی صورت میں وہ اس کی لپیٹ سے بچ نہیں پائے گا۔ اس لحاظ سے یہ دل دہلا دینے والی آیت ہے۔''

صاحب تفسیر روح القرآن اس آیت کی وضاحت کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:

''اکثر اہل علم نے فتنہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا مراد لیا ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مختلف مواقع پر اس کی تاکید بھی فرمائی اور اس کو مثالوں سے واضح بھی فرمایا۔ ایک موقع پر ایک کشتی کی مثال دے کر سمجھایا کہ اگر کچھ لوگ ایک کشتی میں سفر کریں، کچھ اس کے اوپر کے حصے میں، کچھ نیچے والے حصے میں۔ نیچے والے یہ محسوس کر کے کہ انھیں پانی کے لیے اوپر جانے کی زحمت اٹھانا پڑتی ہے یہ فیصلہ کریں کہ ہم کیوں نہ کشتی کے نیچے کے حصے میں سوراخ کر لیں اور اوپر والے یہ خیال کر کے کہ وہ اپنے حصے میں سوراخ کر رہے ہیں ہمیں اس سے کیا سروکار، اس پر خاموش رہیں تو نیچے والوں کے اس فعل کے نتیجے میں جب کشتی ڈوبے گی تو اوپر والوں اور نیچے والوں دونوں کو لے کر ڈوبے گی۔ یہی حقیقت ہے جس کی وجہ سے اسلام نے امر بالعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ہر شخص پر عائد کی ہے۔''

......

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے کوئی شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو اگر ہاتھ سے اس کو روک سکتا ہو تو ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکتا ہو تو زبان سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل سے اسے برا سمجھے لیکن اسے اضعف الایمان یعنی ایمان کا سب سے کمزور درجہ قرار دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر یا معاشرے یا دفاتر یا اداروں میں کوئی سی برائی دیکھتا ہے اور اس کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچتی، اسے بالکل

[1] البقرہ: ۲۵۸؛ ''اس پر وہ کافر ششدر رہ گیا''۔

[2] الانفال: ۲۵

تکلیف محسوس نہیں ہوتی، اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے دل میں ایمان کی رتی بھی نہیں، بے شک وہ تہجد گزار اور مسنون وظائف کا پابند بھی ہو لیکن اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور شریعتِ اسلامی کے احکام کا تمسخر اور کھلی بے حیائی اس کی پیشانی پر شکن بھی نہیں پیدا نہیں کرتی تو اس کے سارے وظائف کے باوجود اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔"

صاحبِ تفسیر انوار البیان، مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ اسی آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینے کی وجہ سے جب گناہ گاروں پر عذاب آتا ہے تو وہ لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان گناہوں کے مرتکب نہیں جن کی وجہ سے عذاب آیا لیکن چونکہ ان لوگوں نے گناہوں سے روکنے کا فریضہ ادا نہیں کیا اور اپنی نیکیوں میں لگے رہے اور گناہ گاروں کو گناہوں سے نہیں روکا اس لیے یہ لوگ بھی مبتلائے عذاب ہوتے ہیں۔ متعدد احادیث میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ "کسی بھی قوم میں اگر کوئی ایسا شخص ہو جو گناہوں کے کام کرتا ہو اور وہ لوگ روکنے پر قدرت رکھتے ہوئے اسے نہ روکتے ہوں تو ان لوگوں کی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب بھیج دے گا"۔(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جبرئیل (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو اس کے رہنے والوں سمیت الٹ دو۔ جبرئیل (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ اے رب! بلاشبہ ان لوگوں میں آپ کا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے کبھی پلک جھپکنے کے برابر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی (کیا اس کو بھی عذاب میں شامل کر دیا جائے)؟ اللہ کا ارشاد ہوا کہ اس شہر کو اس شخص پر اور بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میرے بارے میں اس کا چہرہ کبھی متغیر نہیں ہوا"۔ یعنی یہ شخص زبان اور ہاتھ سے تو لوگوں کو گناہوں سے کیا روکتا اس کے چہرہ پر گناہ ہوتے دیکھ کر ذرا سی ناگواری تک نہ پھیلی۔(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۸)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینے کی وجہ سے جب عذاب آتا ہے تو اس وقت دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں؛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ عن قریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھر اس سے دعا مانگو گے اور وہ قبول نہ فرمائے گا"۔(رواہ الترمذی)

بعض حضرات نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں اس فتنہ کا ذکر ہے جو ترک جہاد کی وجہ سے عوام وخواص سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دین اور شعائر دین کی حفاظت اور عامۃ المسلمین کی حفاظت جہاد قائم رکھنے میں ہے۔ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ جہاد کرتے ہی رہیں اگرچہ کافر حملہ آور نہ ہوں اور اگر حملہ آور ہو جائیں تو پھر کوئی گنجائش کسی کو جہاد سے پیچھے ہٹنے کی ہے ہی نہیں۔ جہاد کا سلسلہ جاری نہ رکھنے کی ہی وجہ سے دشمن کو آگے بڑھنے کی جرأت ہوتی ہے اور جب دشمن چڑھ آتے ہیں تو بچوں بوڑھوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے فکر مند ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا جہاد جاری رکھا جائے اور اس سے پہلو تہی نہ کریں ورنہ عوام و خواص مصیبت میں گھر جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی قوم بھی جہاد چھوڑ دے گی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیج دے گا۔(مجمع الزوائد ص۲۸۴ ج۵ عن الطبرانی فی الاوسط)"۔

آج دنیا بھر میں خیر و شر کا معرکہ بہت واضح صورت اختیار کر چکا ہے اور اب بھی کسی کو حق کی پہچان میں ابہام اگر ہے تو یہ اس کی اپنی عقل و فہم کا قصور ہے۔ پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم کا بازار گرم ہے۔ جو پہلے اپنے ظلم کو چھپاتے تھے وہ بھی امت کی غفلت کا بارہا امتحان لے لے کر شیر ہو گئے ہیں اور علانیہ مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ دجل و فریب کے تاجر اپنی تجارت چمکا رہے ہیں اور اہل حق مصلحت کی چادر تانے چین کی نیند سو رہے ہیں۔ ایسے میں کہ جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مکمل طور پر پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور پوری دنیا میں معدودے چند افراد ہیں کہ جنھیں اللہ رب العزت نے اپنی راہ میں نکلنے اور حق طریقے سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، مذکورہ بالا آیت مسلمانوں میں کے محض گناہ گار افراد کو نہیں بلکہ ایک ایک مسلمان کو مخاطب ہے۔

پس امتِ مسلمہ کے فرد فرد پر واجب ہے کہ وہ آزمائش کے عذاب بننے سے قبل اپنے گناہوں سے رجوع کرے، تحمل، ضبط، صبر، ایثار اور قربانی کی عملی مثالیں قائم کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بھولے بسرے فریضے اور فرض عین جہاد کی جانب سبقت کرے۔ ہم اللہ رب العزت کے غضب اور عذاب سے خود اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

سبحانک اللّٰھمّ وبحمدک نشھد أن لاإلہ إلا أنت نستغفرک ونتوب إلیک

ڈارونیت، اسلام اور عالمی وبا

دانیال حقیقت جو

پاکستانی 'لا' دین و 'لا' دانش ور 'پرویز ہود بھائی' کے کالم پر ایک مسلمان ایرانی نژاد امریکی سکالر کے تبصرے کا اردو استفادہ

پاکستانی سیکولر جدیدیت پسند پرویز ہود بھائی نے کورونا آفت کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دفعہ پھر ڈارون، مودی، محمد بن سلمان اور خاص طور پر "روشن خیال" مغرب کی خوب تعریف کی[1]۔ جب کہ دوسری طرف ہم مسلمان تو ٹھہرے "دقیانوس" کہ ہم نے ڈارون کو رد کر دیا، کیونکہ ہم پورے وثوق سے جانتے ہیں کہ ہر شے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے۔ پرویز ہود بھائی اسلام کے بارے میں تو جاہل ہیں ہی، لیکن ان کی سائنس کے بارے میں جہالت ان کی اسلام کے بارے میں جہالت سے بھی زیادہ ہے۔

مختصر یہ کہ پرویز ہود بھائی کا کہنا ہے:

> "چارلس ڈارون ایک ایسا نام ہے جس سے پاکستانیوں کو نفرت کرنا سکھایا جاتا ہے۔ اسکول اور یونیورسٹی کے اساتذہ جن کو یہ تھیوری پڑھانی پڑے، وہ یا تو اس موضوع کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیتے ہیں یا پھر پڑھانا ہی پڑے تو ڈارون کو خوب برا بھلا کہتے ہیں۔"

بھئی ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ ایک اچھی خبر ہے کہ پاکستان میں ایسا ہے۔ میں اس بات پر خوش ہوں کہ پاکستان میں لوگ عرصۂ دراز سے مسترد شدہ ڈارون ازم کے ڈھکوسلے کے خلاف ہیں۔ کیا پرویز ہود بھائی نے حیاتیات میں ہونے والی جدید تحقیقات سے خود کو آگاہ نہیں رکھا کہ اب تو نظریۂ ارتقا پر یقین رکھنے والے محقق بھی خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ڈارون ازم نے زندگی کی ابتدا کو سمجھنے میں کوئی قابلِ تحسین کردار ادا نہیں کیا۔

ڈینس نوبیل نے، جو کہ آکسفورڈ میں بائیولوجسٹ ہیں، ڈارون ازم کے دعوے پر بہت صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:

> "نیو- ڈارون ازم کا جینیاتی ماڈل فیل ہو چکا ہے۔"

بائیولوجسٹ کیون لالینڈ اور ان کے ساتھیوں نے دنیا کے انتہائی مستند مانے جانے والے سائنسی مجلّے "نیچر" میں شائع ہونے والی اپنی تحقیق میں قدرتی انتخاب (یعنی نیچرل سلیکشن) کے نظریے کے غلط ہونے کی تصدیق کی ہے۔ انہوں نے سوال اٹھایا:

> "کیا ارتقائی نظریے پر نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت ہے؟"

اور پھر خود ہی جواب دیا کہ

> "بالکل، ہمیں اس (تھیوری پر نئے سرے سے غور کرنے) کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔"

ملحد فلاسفر جیری فوڈور اور بائیولوجسٹ ماسیمو پیاٹلی پالمارینی نے ایک پوری کتاب لکھ ڈالی جس کا موضوع ہی یہ تھا کہ "ڈارون سے کہاں غلطی ہوئی؟"۔ اور اس کتاب میں انہوں نے ڈارون کی تھیوری کو بالآخر مسترد کر دیا۔

مشہورِ زمانہ ملحد فلاسفر تھامس نیگل نے ایک کتابچہ لکھ کر ہلچل مچا دی، جس کا عنوان تھا:

> "ذہن اور کائنات (موجودات)......مادیت پرست ڈارونی نظریۂ قدرت کا غلط ہونا کیوں کر یقینی ہے؟"۔
>
> "Mind and Cosmos: Why the Materialist Neo Darwinian Conception of Nature is almost certainly false?"

حال ہی میں ییل یونیورسٹی (Yale University) کا پروفیسر اور کمپیوٹر سائنٹسٹ ڈیوڈ گلرنٹر ایک مضمون لکھنے کی وجہ سے شہ سرخیوں میں رہا۔ مضمون کا عنوان تھا: "Giving up Darwin" یعنی "ترکِ ڈارونیت"۔

---

[1] اب دیکھیے کہ محمد بن سلمان کی ہود بھائی جیسا شخص تعریف کر رہا ہے۔ کون محمد بن سلمان؟ وہ ایم بی ایس جو اپنے ملک میں جمہوریت نافذ نہیں کرتا، آزادئ اظہار کا ویسا قائل نہیں کہ جن نظریات کا حامل ہود بھائی ہے؛ جو جمال خاشقجی کو اپنے خلاف بات کرنے پر دنبہ روسٹ کرنے والے تندور میں جلوا کر راکھ کر دیتا ہے۔ دینی اور شرعی پیمانے بالفرض ایک طرف رکھ دیں تو کتنی انسانی اقدار، بلکہ کتنی 'جدید' انسانی اقدار کے بھی یہ محمد بن سلمان خلاف ہے۔

لیکن ہود بھائی کیوں اس کی تعریف کر رہا ہے؟ وجہ صرف اور صرف اللہ اور اس کے دین کے خلاف بغض ہے۔

ہود بھائی عمران خان (جو ایم بی ایس کا خاص دوست ہے اور اس کے دور میں پاکستان میں فحاشی و عریانی اور بے دینی ہی کو فروغ مل رہا ہے) کے خلاف ہے جب کہ ملاحظہ ہو کہ ہود بھائی ایم بی ایس کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "البتہ حیران کن اقدام سعودی عرب کا عمرے پر پابندی عائد کرنا تھا اور اس اقدام کے بعد سعودی عرب کا اگلا اعلان کہ حج کے بارے میں بھی جلد 'فیصلہ' کیا جائے گا۔ یہ بہت حکیمانہ فیصلہ ہے......"

یہاں یہ فیصلہ حکیمانہ صرف اس لیے نظر آیا ہے کہ اسے خوشی اس بات کی ہو رہی ہے کہ اللہ کی عبادت کے مظاہر حج و عمرہ بند ہو رہے ہیں، ورنہ ذرا سا کوئی اور اقدام اٹھایا گیا تو ایم بی ایس کو 'حکیم' سے 'ذلیل' ثابت کرنے میں ہود بھائی ایک ثانیہ بھی توقف نہ کرے گا۔ (ادارہ)

ایسی اور بہت سی کتابوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر ہود بھائی نے ان ساری تحقیقات سے نابلد رہنے کی قسم کھا رکھی ہے، اور یہ پاکستان کو ایک عرصے سے گرے پڑے الحاد کی مادیت پرستی کے بت کی طرف گھسیٹنے کے درپے ہیں۔

پرویز ہود بھائی کا کہنا ہے:

”ڈارون کی قدرتی انتخاب کی تھیوری بائیولوجی کے لیے ایسے ہی بنیادی حیثیت کی حامل ہے جیسے فزکس کے لیے نیوٹن کے قوانین۔ اگر کوئی انسان کشش ثقل کی تھیوری کا انکار کرتا ہے تو اس سے کشش ثقل ختم نہیں ہو جاتی (یعنی ڈارون کی تھیوری کا وجود ایسا ہے جیسا کشش ثقل کا)۔“[1]

یہاں بھی لگتا ہے ہود بھائی کسی اور ہی دنیا میں رہتے ہیں۔ جدید فزکس میں نیوٹن کے قوانین کی اب وہ اہمیت نہیں رہی، کیونکہ جدید فزکس میں نیوٹن کے قوانین کو قدرے مفید لیکن کشش ثقل کی قوت کی تعریف کے لیے غلط ماڈل سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اب اس کی جگہ جنرل ریلیٹیویٹی (عمومی نظریہ اضافیت) کو مادی فلکیاتی اجسام میں اس کشش کا ماخذ سمجھا جاتا ہے جس کو 'کشش ثقل' کہتے ہیں۔

ہود بھائی کا کہنا ہے:

”ڈارون کی تھیوری کے بغیر نہ تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جراثومے کیسے میزبان خلیے کے ساتھ جڑتے ہیں، نہ وائرس وغیرہ کے ارتقا کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس تھیوری کے بغیر کوئی دوا یا ویکسین بنائی جاسکتی ہے۔“

ہود بھائی کی اس بات پر محض ہنسا ہی جاسکتا ہے کیونکہ یہ صریحاً غلط ہے۔ تاریخ کے سرسری مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیماری کے خلاف ویکسین وغیرہ کا استعمال چین میں دسویں صدی سے ہو رہا ہے۔ ویکسین کی جدید شکل ایڈورڈ جنیر نامی فزیشن نے ۱۷۹۶ء میں چیچک کے خلاف ایجاد کی تھی۔ جب کہ یہ ایجاد ڈارون کی پیدائش سے بھی تیرہ سال پہلے کی بات ہے (یعنی چیچک کے خلاف ویکسین پہلے آگئی اور ڈارون بعد میں پیدا ہوا)۔ ایڈورڈ کی تیار کی ہوئی ویکسین نے حیران کن طور پر چیچک کی وبا کو ختم کر دیا تھا، حالانکہ وہ ڈارون کی تھیوری کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا (یعنی وائرس کے خلاف جدید ویکسین وائرس وغیرہ کے ارتقا کو سمجھے بغیر ہی بنا ڈالی گئی اور دنیا کے باقی سب سائنس دان بھی گویا کیسے احمق ہیں کہ تقریباً ڈھائی سو سال سے ایڈورڈ جنیر ہی کے تجربے پر پوری عمارت کھڑی کیے ہوئے ہیں)۔

دلچسپی کی بات ہے کہ ایڈورڈ جنیر کوئی مادہ پرست ملحد نہیں تھا بلکہ ایک مذہب پرست عیسائی تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ

”میں اس بات پر حیران نہیں کہ لوگ اس ویکسین کو بنانے پر میرے شکر گزار نہیں، بلکہ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ وہ خدا کے بھی شکر گزار نہیں جس نے مجھے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔“

جدید ویکسین کے موجد کو اس بات کا ادراک تھا کہ خدا ہی ہر بھلائی کا منبع ہے۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ آج مادہ پرست لوگ ربِّ کائنات کی بارگاہ میں وقف ہونے اور اس کے سامنے عاجزی کو تو تسلیم نہیں کرتے، لیکن وباؤں سے نجات کا سہرا اپنے پڑّے سروں پر بڑے شوق سے باندھ لیتے ہیں، چہ پدی اور چہ پدی کا شوربہ ؟!

پرویز ہود بھائی کا کہنا ہے:

”حتیٰ کہ دنیا کے انتہائی رجعت پرست اور سائنس کو مسترد کرنے والے لیڈر بھی آج سائنس دانوں کی منتیں کر رہے ہیں کہ ہمیں اس مصیبت سے جلد نجات دلاؤ۔“

یہاں بھی کس واضح طریقے سے ہود بھائی نے اپنے عدم تحفظ اور کمتری کے احساس کو خدا کو ماننے والوں پر تھوپ دیا ہے۔ (دراصل ہود بھائی کا یہ بیان اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود اہل ایمان کی طرف سے عدم تحفظ کا شکار ہیں)۔

مسلمان آج بھی اللہ کے سوا کسی کی منت سماجت نہیں کر رہے، جب کہ وہ لوگ جن کا کوئی ایمان نہیں، اور اللہ کی الہامی تقدیر کا فہم نہیں رکھتے، اصل میں یہی لوگ ہیں جن کے پاس دوسرے انسانوں سے مدد کی بھیک مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ ان کو بچالیں۔ پوری دنیا کی سائنس اور ٹیکنالوجی مل کر بھی اللہ کی بنائی ہوئی ایک انتہائی چھوٹی سی مخلوق کا مقابلہ نہ کر سکی اور اس نے انسانوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اگر سائنس نجات دہندہ ہے اور اس میں ہر مسئلے کا حل ہے تو سائنس نے انسان کو اس ہلاکت سے ابھی تک نجات کیوں نہ دلائی؟ سائنس اور جدید تہذیب کی یہ ”شان دار عمارت“ اتنی ہی کمزور اور بوسیدہ ہے کہ ایک معمولی سا وائرس اس کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے!!

سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ کی کیسی کیسی مخلوقات موجود ہیں یا مستقبل میں وجود میں آئیں گی جو انسان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اور اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو کورونا ان کے مقابلے میں محض ایک کھلونا معلوم ہو۔ سائنس ان سوالوں کے جوابات نہیں دے سکتی، کیونکہ سائنس (جس کو یہ اپنا بت بنائے ہوئے ہیں) کو تو اپنی لاعلمی کا ادراک تک نہیں ہے، پھر بھی پرویز ہود بھائی اور ان جیسے مادہ پرست اپنے ٹوٹے پھوٹے اور ناکافی فہم کو پوری دنیا پر تھوپنا چاہتے ہیں!

برائے مہربانی اپنا ”فہم“ اپنے پاس رکھیں۔ ہمیں ایسے نظریات کی بالکل کوئی ضرورت نہیں۔

---

[1] بالکل یہی اسلوب اگر ہم خدا پرست (بلکہ مناسب ہو گا کہ کہا جائے کہ توحید پرست) اپنائیں کہ تم جیسے دہریوں اور ملحدوں کے خدا کا انکار کر دینے سے نعوذ باللہ خدا، اس خدا کی کائنات، نظامِ کائنات اور خدا کی حکمتیں ختم نہیں ہو جاتیں تو ایسے انگوٹھا چوس فلسفی نما سائنس دان ہماری بات سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ کسی نے ان لادین سیکولروں کے بارے میں صحیح کہا تھا کہ یہ 'سیکولر ہیں یا منافق؟'! (ادارہ)

اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

"بے شک انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔"(سورۃ الانسان:۱)

اور اس "نا قابلِ ذکر شے" کی یہ مجال کہ یہ سمجھتی ہے کہ قدرت کے بارے میں اس کے الل ٹپ نظریات ہی "عقلِ کُل" اور واحد نجات دہندہ ہیں!

کتنی مناسب بات ہے کہ ایک وائرس نے متکبر اور گناہوں کے بارے میں لاپرواجدید انسان کے ہوش ٹھکانے لگادیے ہیں!

یقیناً اہل ایمان، مادہ پرست لوگوں کی خود فریبی کی نفی کرتے ہوئے اپنے تمام معاملات اپنے خالق ومالک کے سپرد کرتے ہیں جو اکیلا ہی کسی مصیبت کے آغاز اور انجام پر قدرت رکھتا ہے، کہ جب اور جس اسلوب پر وہ مناسب سمجھے وہ کرے۔ اللہ ہمارے دلوں اور ذہنوں کا تزکیہ فرمائے اور اپنے غصے سے ہمیں بچائے، آمین۔

(دانیال حقیقت جو کے انگریزی مضمون Pervez Hoodbhoy fails in Science and in Islam سے ترجمہ کیا گیا)

بقیہ: علاماتِ قیامت

اب بتائیے ایک آنکھ والا ہونا عیب کی بات ہے یا خوبی کی بات ہے؟ ایک آنکھ والا ہونا چونکہ عیب کی بات ہے تو دجال کے حلیے سے ایک آنکھ کے عیب کو ختم کرنے کے لیے دنیائے کفر نے بڑے منصوبے بنائے۔ اب ایک آنکھ کو دنیا میں غیر محسوس طریقے سے اتنا پھیلایا جاتا ہے کہ وہ عیب جو ہے وہ عیب نہ رہے۔ بالخصوص جو مادی اشیا ہیں، استعمال کی چیزیں ہیں، شیمپوز ہیں، ٹی شرٹیں ہیں، ٹی وی پروگرام ہیں، نیٹ پروگرام ہیں، ان میں ایک آنکھ کو آپ جتنا غور کرتے جائیں گے، تفصیل کا وقت نہیں، بہت ساری چیزیں، ہم نے سو سے زائد اکٹھی کی ہیں جن پر ایک آنکھ کا نشان اور علامات بنی ہوئی ہیں اور اس عیب کو ختم کرنے کے لیے ہیڈ کیپ کی شکل میں، ٹی شرٹ کی شکل میں بہت سی چیزیں تقسیم ہو رہی ہے۔ ہمارے فیصل آباد میں بہت سی چیزیں پڑی ہیں، ایک ہیڈ کیپ ہے وہ ایک گاڑی صبح سویرے ڈی گراؤنڈ میں مفت تقسیم کر رہی تھی۔ تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے اوپر پوری ایک آنکھ باقاعدہ اس طرح مشین سے بنائی ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ چونکہ شیطان کی حکومت چاہتا ہے اور اپنے آپ کی خدائی کا دعویٰ دار ہے تو وہ ایک نشان لے کر آئے گا جو اصل میں شیطان کے دو سینگوں کا نشان ہے۔ اس کا ایک نشان ہے یہ شیطانیت کی طرف کہ ہم شیطان کے پیروکار ہیں، شیطان کی پوجا کرتے ہیں، شیطان کے دو سینگوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اب دنیا میں سلام اور محبت کے لیے اس نشان کو رواج دیا جا رہا ہے۔ بڑی بڑی شخصیات صدر، اداکار اور ہر طبقے سے گلوکار جہاں ان کو موقع ملتا ہے عوام میں آئیں گے بجائے سلام کرنے کے وہ آ کے یوں کرتے ہیں اور اس کی تفصیل کا وقت نہیں اس آنکھ کے نشان کو اور سینگ کے نشان کو بطورِ عبادت کے کرتے ہیں کہ یہ شیطان کی پوجا کا ایک طریقہ ہے ابلیس کی یاد کا ایک طریقہ ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: امیر المومنین کا عید الفطر کی مبارک باد کا پیغام

لہٰذا ہمارے تاجر بھائیوں کو چاہیے کہ غریبوں پر شفقت کریں۔ شہداء کے خاندانوں، یتیموں، بیواؤں اور اپنے رشتہ داروں کا خاص خیال رکھیں اور غریبوں کے ساتھ اپنی ہمدردی اور تعاون سے دریغ نہ کریں۔

والسلام

امیر المومنین شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخند زادہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ ق

۲۰ مئی ۲۰۲۰ء

۳۱ ثور ۱۳۹۹ھ ش

بقیہ: مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی

اسلام پسندوں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتی رہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سیلاب ہی سیلاب کو تھام سکتا ہے۔ تیز دھارے کو روکنے کے لیے اس سے زیادہ طاقت ور دھارے کی ضرورت ہے۔ مضبوط باطل کا مقابلہ طاقت ور حق ہی کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے، صحیح عقائد اور صالح مقاصد کے لیے قربانی کے شوق اور فداکاری کے جذبہ کی کمی، غلط اور فاسد تحریکوں کے جال میں پھنسنے کے لیے راستہ ہموار کر دیتی ہے۔ بگڑے ہوئے حالات اور ظالم و جابر انتظامیہ سے بے زاری اور نفرت انتہا کو پہنچ چکی ہے اور جو صاف اور شیریں پانی نہیں پاتا وہ گندے اور خراب پانی سے اپنی پیاس بجھالیتا ہے۔ اور سچ کہا ہے باری تعالیٰ نے:

اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِى الۡاَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِيۡرٌ ○ (سورۃ الانفال:۷۳)

"اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا"۔

اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر

بے لاگ جائزہ...... مخلصانہ مشورے

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

دوستو اور بھائیو! میرے لیے بڑی مسرت و عزت کی بات ہے کہ اس مؤقر اور محترم مجلس میں "اسلامی بیداری" کے موضوع پر گفتگو کا موقع مجھے عنایت کیا گیا ہے۔ یہ موضوع بڑا اہم ہے اور ان دنوں علما اور دانش وروں کی مجلسوں میں بحث و نظر اور لوگوں کی دلچسپیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس وقت عالمِ اسلام کی اکثر محفلوں میں اس موضوع پر مثبت یا منفی انداز میں اظہارِ خیال کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی یہ موضوع بڑا نازک اور حسّاس بھی ہے، اس لیے کہ بعض حضرات کے دلوں میں اس اسلامی بیداری کی تائید و حمایت کا طاقت ور رجحان تقدیس تک پہنچتا نظر آ رہا ہے۔ یہ لوگ کسی بھی ملک میں پھیلتی ہوئی اسلامی بیداری کی باتیں سنتے ہیں تو ان کے سامنے امیدوں کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں اور اس بیداری سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔

لیکن میں آج کی مجلس میں کسی قدر جرأت سے کام لیتے ہوئے صراحت کے ساتھ گفتگو کرنا اور عالم اسلام میں موجود اسلامی بیداری کی لہر کا تعمیری نقطۂ نظر سے تنقیدی جائزہ لینا چاہتا ہوں اور میرے خیال میں اس کی اس وقت ضرورت بھی ہے۔

نازک امانت

اسلامی بیداری در حقیقت بڑی اہم ذمہ داری اور بڑی نازک امانت ہے۔ اس کی مثال ایک تیر جیسی ہے کہ صحیح نشانہ پر نہ پہنچے اور غلط پڑ جائے تو اسے کمان کا قصور نہیں سمجھا جائے گا، نہ سوئے اتفاق پر محمول کیا جائے گا، بلکہ اسے تیر انداز کا قصور قرار دیا جائے گا کہ نشانے کی غلطی دست و بازو کی کم زوری اور تیر انداز کی ناکامی ہے؛ یہی حال اسلامی بیداری کا ہے۔ اس بیداری اور حرکت نے اگر بالکل صحیح اور اچھی طرح سوچا سمجھا راستہ اختیار نہ کیا اور ذرا بھی غلطی ہو گئی تو اس سے اسلام کی ابدی و جاودانی قوت و صلاحیت پر یقین و اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی اور یہ یقین مستحکم نہیں رہ سکے گا کہ اسلام ہی صالح اور طاقت ور بیداری کی صلاحیت رکھتا ہے، فاسد ماحول کا مقابلہ کر سکتا ہے، صالح اور مثالی معاشرہ وجود میں لا سکتا ہے اور باخبر و باشعور قیادت فراہم کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کا بھی خطرہ ہے کہ صحیح نظم و ترتیب اور سوچے سمجھے منصوبہ کے فقدان کی صورت میں یہ بیداری اسلام اور مسلمانوں پر منفی اثر ڈالے اور مستقبل میں اسلامی بیداری کی جدید کوشش اور اس کی کامیابی و نتیجہ خیزی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں۔

بعض لوگ اس بیداری کا ایک خاص مفہوم اور اس کی ایک خاص تعبیر و تشریح اپنے ذہن میں رکھتے ہیں۔ وہ اسے صحیح راہ سے ہٹے ہوئے، فاسد ماحول کے خلاف ردّ عمل اور غیر اسلامی قیادت و حکومت کے خلاف جنگ کے مترادف سمجھتے ہیں اور کسی بھی غیر اسلامی قیادت یا استعماری طاقت کے خلاف جدوجہد، یہاں تک کہ اس کے خلاف محض نعروں، دعووں، مظاہروں اور اعلانات تک کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتے ہیں، پھر مزید تحقیق و تجسّس اور اس کے عملی نتائج کو جانچنے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بیداری اسلام کی فطرت ہے

بیداری در حقیقت اسلام کی فطرت ہے۔ ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس کا سلسلہ قائم رہے، اس کی کڑیاں باہم مربوط و متصل رہیں، یہ سلسلہ کہیں ٹوٹے یار کے نہیں، اس لیے کہ یہ امت اسلامیہ ایک منتخب اور چنیدہ امت ہے، یہ انسانوں کا کوئی ریوڑ یا عام جماعتوں کی طرح مجرّد کوئی انسانی مجموعہ نہیں ہے بلکہ اللہ کے آخری نبی کی پیرو یہ امّت پوری انسانیت کی اصلاح کے لیے مبعوث کی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کی یہی صفت بیان فرمائی ہے۔ آپ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک بار کبار صحابہ سے فرمایا:

"إنّما بعثتم ميسّرين ولم تبعثوا معسّرين."[1]

"تم لوگ آسانیاں فراہم کرنے والے بنا کر مبعوث کیے گئے ہو، دشواریاں پیدا کرنے والے بنا کر نہیں۔"

ایک صحابی حضرت ربعی بن عامرؓ سے سپہ سالارِ افواجِ ایران، رستم نے پوچھا کہ تم لوگوں کو یہاں کون سی چیز کھینچ لائی؟ عرب کے صحراؤں سے نکل کر ایران کی سرزمین تک کس غرض سے آئے؟ انھوں نے جواب دیا:

"الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة الناس إلى عبادة الله وحده ومن ضيق الدنيا إلى سعتها ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام."[2]

"ہم کو اللہ نے اس کام کے لیے مبعوث فرمایا ہے کہ اللہ کی مشیت کے مطابق انسانوں کو انسانوں کی عبادت سے نکال کر اللہ واحد کی عبادت تک، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعتوں تک اور مختلف مذاہب و ادیان کے ظلم و جور سے نجات دلا کر اسلام کے عدل و انصاف تک پہنچا دیں"۔

اور اللہ تعالیٰ کے مبارک کلام سے زیادہ واضح اور بلیغ بات کس کی ہو سکتی ہے۔ وہ فرماتا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

---

[1] ترمذی بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

[2] البدایہ والنہایہ از ابن کثیر

"تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

گویا نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ایک امت کی بعثت بھی شامل تھی، انسانوں کی ایک ایسی جماعت کی بعثت جو باخبر اور باشعور ہو، صحیح راہ کی طرف دعوت دیتی رہے، ہر زمانہ اور ہر مقام پر انسانوں کی دیکھ بھال اس کے ذمہ لکھ دی گئی ہے اور ہر دور میں نسل انسانی کے عقائد و اخلاق کا احتساب اس کا منصبی فریضہ قرار دیا گیا ہے

؎ ہے حقیقت جس کے دین کی احتسابِ کائنات

یہ اسلامی بیداری نوع انسانی کی دائمی و ابدی ضرورت ہے۔ انسان کی بنیادی ضرورتوں؛ غذا، پانی، ہوا سے اس بیداری کی ضرورت معنوی اعتبار سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ پوری انسانیت کے لیے مطلوب و مفید ہے اور اس کا فقدان صرف اسلام اور مسلمانوں کے وجود کے لیے نہیں بلکہ انسانی معاشرے کی سلامتی اور اس کی سلامت روی کے لیے خطرہ ہے۔ اسلامی دعوت و بیداری کے بغیر قومیں اور ملّتیں بغیر چرواہے کے جانوروں کا ریوڑ بن کر رہ جائیں گی یا سواریوں سے بھرا جہاز، جس کا ملّاح غائب ہو۔

آج کے زمانہ کو اسلامی دعوت و بیداری کی حاجت دوسرے زمانوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے کیوں کہ آج کا دور شہواتِ نفسانی اور شکوک و شبہاتِ ذہنی کا دور ہے۔ اسلام سے دور و نامانوس فلسفوں اور افکار و نظریات کا زمانہ ہے۔ ہمارے آج کے زمانہ میں اسلامی بیداری کی ضرورت کہیں بڑھ گئی ہے اور اس کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں بھی یہ بیداری پیدا ہو، ہمیں اس سے ہم دردی ہے، ہم اس کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔

لیکن یہ ہم دردی ہمیں اس بات سے نہیں روکتی کہ تعمیری نقطۂ نظر سے اس کا تنقیدی جائزہ لیں، خیر و صلاح کے معیار پر پرکھیں اور اسلامی عقائد کی کسوٹی پر کس کر دیکھیں، پھر اس کے بارے میں صحیح رائے قائم کریں اور صحیح فیصلہ کریں۔ اس سلسلہ میں، میرے بھائیو! میرے کچھ خیالات اور مشورے ہیں، انھیں میں پیش کرنا چاہتا ہوں، اس امید پر کہ شاید ان سے اسلامی بیداری میں حصہ لینے والوں، اس کی طرف دعوت دینے والوں اور اس سلسلہ میں جدوجہد کرنے والوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکے اور صحیح راہ کی تعیین اور خطوطِ عمل کی تصحیح میں کچھ مدد مل سکے۔

اسلامی عقائد کے ساتھ کامل ہم آہنگی

اسلامی بیداری اور اسلامی دعوت کی صحت و سلامتی کے لیے اور اسے قابلِ اعتماد و لائقِ احترام اور ہر طرح حفاظت و مدافعت کا مستحق بنانے کی پہلی شرط یہ ہے کہ یہ دعوت و بیداری قرآن و حدیث پر مبنی عقائد سے مکمل مطابقت رکھتی ہو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے اسوہ و عمل، ماہرینِ دین و شریعت کے علم و فہم اور جمہور امت کے عقائد سے ہم آہنگ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ سیاسی دھاروں اور وقتی رجحانات کے رخ پر بہنے لگے یا محدود مقامی حالات کا ردعمل، سیاسی غلبہ و استیلا کی کوشش اور اسلامی حکومت کے قیام کے خالی دعووں تک محدود ہو، نوجوان آنکھ بند کر کے اس کا استقبال کرنے لگیں اور اس کی حمایت و مدافعت کے جوش میں اس دعوت و تحریک کے سربراہوں کے عقائد کی تحقیق کی بھی ضرورت نہ سمجھیں، متفق علیہ اسلامی عقائد سے ان کے انحراف اور بسا اوقات ان مسلّمہ عقائد سے تضاد کو بھی نظر انداز کر جائیں۔ کیوں کہ عقیدہ ہی درحقیقت وہ ہر دم رواں پیہم دواں دریا ہے جو ہمیشہ صحیح رخ پر بہتا رہتا ہے، جس کا دھارا نہ ٹوٹتا ہے نہ اپنا رخ بدلتا ہے، لیکن وہ موجیں جو بڑے زور و شور سے اٹھتی ہیں اور اسی تیزی سے غائب ہو جاتی ہیں، وہ نالیاں جو بہتی ہیں اور سوکھ جاتی ہیں، ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، ممکن ہے وہ صبح کو موجود ہوں اور شام کو غائب ہو جائیں۔

جن لوگوں کو تاریخ اسلامی کے گہرے اور غیر جانب دارانہ مطالعہ کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں متعدد ایسی تحریکیں اٹھی ہیں اور ایسے دھارے آئے ہیں جن میں بڑی کشش تھی، سحر تھا، ایک زمانے میں ان کو بڑا عروج حاصل ہوا، ان کا سکہ چلتا تھا، وہ تحریکیں اور افکار و خیالات روشن خیالی، عقلیت اور آزادیٔ رائے کا رمز بن گئے تھے، وہ اپنے دور کا چلتا ہوا فیشن تھا، اور اس دور کے نوجوان ان کو اپنانے اور ان کی حمایت و مدافعت میں فخر محسوس کرتے تھے، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد وہ پر شور دھارے ہواؤں کی نذر ہو گئے، تاریخ کے صفحات لپیٹ دیے گئے اور جن لوگوں کا عقائد و علم کلام اور فکری تحریکوں کی تاریخ کا مطالعہ وسیع نہیں ہے، انھوں نے ان کا نام بھی نہیں سنا ہو گا۔

دینیات کے وسیع مطالعہ کی ضرورت

اسلامی بیداری کی صحت و افادیت کے لیے دوسری لازمی شرط یہ ہے کہ یہ بیداری (امکانی حد تک) قرآن و حدیث کے فہم و ادراک سے یکسر عاری اور اس کی ضرورت کی منکر نہ ہو۔ دینی مطالعات میں کسی حد تک وسعت بھی ہو اور گہرائی بھی۔ یہ ضروری ہے کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں، جن کی تعداد بیداری کی ان تحریکوں میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، کی ذہنی و فکری تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے، ان کے لیے صالح اور طاقت ور فکری غذا فراہم کی جائے جو ان کی عقل و فکر کے نہاں خانوں کو منوّر کر دے اور اس ایمان و یقین کو دوبارہ مستحکم کر دے کہ اسلام ہی قیادت کی اور زندگی کی مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ مضبوط و مستحکم ایمانی، جذباتی اور علمی ربط قائم رکھیں اور سیرتِ نبوی، ابتدائی اسلامی تاریخ، اصلاح و تجدید اور مصلحین و مجدّدین کے حالات و سوانح کے مطالعہ کو لازمی قرار دیں۔ یہ مطالعہ ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرے گا، تاریک راہوں میں روشنی فراہم کرے گا جس سے وہ اپنی

صلاحیتوں کا بہتر استعمال کر سکیں گے اور ان کی جدوجہد کی نتیجہ خیزی اور کامیابی کے امکانات میں اضافہ ہو جائے گا، اگر یہ جدوجہد اخلاص اور رضائے الٰہی کے حصول کے جذبہ پر مبنی ہے۔

اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان کی انفرادی، اجتماعی اور خاندانی زندگی اور ان کے انفرادی واجتماعی اخلاق وعادات کی اصلاح پر پوری توجہ دی جائے اور اس انداز پر ان کی تربیت کی جائے کہ نہ صرف یہ کہ ان میں کوئی کم زوری اور جھول نہ ہو بلکہ وہ دوسروں کے لیے حسنِ اخلاق، کردار کی پختگی اور استقامت میں نمونہ اور مثال بن جائیں۔ اللہ کے دین کی دعوت دینے والوں اور تجدید و اصلاح کی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کا ہمیشہ یہ امتیاز رہا ہے لیکن اس وقت اسلامی معاشرہ اخلاقی انحطاط، معنوی زوال، باہمی انتشار، غیر مسلم ماحول کے اثرات اور غیر اسلامی رسم و رواج، نمود و نمائش اور تفاخر و ظاہر داری کا بری طرح شکار ہے، دعوت و اصلاح کے میدانوں میں کام کرنے والے بھی کم و بیش اس کم زوری کا شکار ہو چکے ہیں، دینی جدوجہد پر اس کے منفی اثرات بھی پڑنے لگے ہیں اور بسا اوقات مخالفین کے لیے اس کم زوری نے اسلام پر تنقید و تشنیع کے مواقع فراہم کر دیے ہیں جن سے اسلامی کردار کی پختگی وبلندی کی صورت میں آسانی کے ساتھ بچا جا سکتا ہے۔

زمانہ اور مشکلات و مسائلِ زمانہ کا فہم و ادراک

دینی مطالعہ کے ساتھ ہی اپنے زمانہ اور اس زمانہ کی مشکلات و مسائل سے گہری واقفیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نظر اس پر بھی ہونی چاہیے کہ اس دور میں کون کون سی تحریکیں اور کیسے کیسے رجحانات پائے جاتے ہیں، عام زندگی میں ان کی کیا طاقت و اہمیت ہے اور اسلام کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا ہے، وہ دین اسلام کے مستقبل اور آنے والی اسلامی نسل کے لیے کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں، ملک و وطن کے اقتدار پر تسلط کی جدوجہد میں مصروف قیادتیں کس انداز و قماش کی ہیں جو قوم کی زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی اور معاشرے کو اپنے افکار و عقائد اور خیالات و مرضی کے مطابق موڑنا اور زندگی کو ایک نئے سانچہ میں ڈھالنا چاہتی ہیں، کیوں کہ ان طاقتوں، تحریکوں اور قیادتوں سے آنکھیں بند کر لینا اسلامی جماعتوں کا اپنے خول میں بند ہو جانا اور اپنے تمام مشاغل کو دین کی دعوت، دین پر مضبوطی سے قائم رہنے، فرائض و واجبات کی ادائیگی اور ذاتی زندگی میں طہارت و عفّت تک محدود کر لینا ایسا طرزِ عمل ہے جس کے نتیجہ میں کچھ مدت بعد شاید دین پر عمل اور احکامِ شریعت کے اتباع کی آزادی بھی چھن جائے، دین پر عمل کرنے والوں، دین کی دعوت دینے والوں کی زندگی تلخ ہو جائے اور ان کی وہ حالت ہو جائے جس کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

(سورۃ التوبہ: ۱۱۸)

”زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کا دم گھٹنے لگا۔“

مسلمان، دین کے باغیوں اور دشمنوں کے رحم و کرم پر غیر اسلامی قانون سازی، اسلامی قانون میں دخل اندازی اور ان کے خاص عائلی قانون کی مخالفت کی فضا میں اور اس مغربی مسیحی تصور کے زیر سایہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوں کہ ”دین انسان کا ذاتی مسئلہ ہے، اس کا تعلق بندہ اور خدا سے ہے...... زندگی قانون سازی اور سیاست و نظامِ حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں“۔

زندگی کے حقائق سے چشم پوشی کے نتائج

یہاں میں اپنے کچھ دوستوں سے معذرت کروں گا جن کے خیال میں زمانہ اور مسائلِ زمانہ کے شعور و ادراک کی کوئی اہمیت نہیں، نہ اس کی کوئی ضرورت ہے کہ زندگی کے حقائق، معاصر ذہن و فکر کو مشغول کرنے والے مسائل، معاشرے کو بنانے بگاڑنے والے نظامِ تعلیم و تربیت، افکار و خیالات کے دھاروں اور اسلامی دعوت و تبلیغ کی کوششوں کے درمیان تطبیق و ہم آہنگی کے لیے ذہنی و علمی صلاحیتیں صرف کی جائیں اور وقت لگایا جائے۔ بعض اسلامی ممالک میں ایسے پر جوش اسلام کے داعی موجود ہیں جنھوں نے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سماج میں موجود اور ذہن و فکر پر مسلّط مسائل یا رجحانات میں الجھنے کی نہ ضرورت ہے نہ افادیت اور نہ ہم اس کے مکلّف ہیں کہ دیکھیں کہ معاشرہ فساد و انحراف، آزاد خیالی و بد عملی کی طرف جا رہا ہے یا خیر و صلاح کی طرف۔ ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم نماز روزے کے پابند ہیں، اللہ کا ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے، اس کے احکام پر عمل کی توفیق بخشی ہے، ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

ان حضرات کے اخلاص میں شبہہ کرنے کی ضرورت نہیں، ان کی جدوجہد، مشقت اور قربانیاں بھی قابل قدر ہیں لیکن اس کے باوجود میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ گرد و پیش کے رجحانات سے اغماض، زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں سے اعراض، اپنی ذات تک محدود ہو کر رہ جانا اسلام کے صحیح فہم کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے شعور کی بیداری، اس کی تربیت، حقائق و مسائل کی سمجھ، دوست دشمن کی تمیز اور خالی خولی نعروں (slogans) کے فریب سے اجتناب بھی ضروری ہے تا کہ مسلمان، قوم پرستی، نسلی، لسانی یا علاقائی عصبیت اور چالاک سیاست دانوں اور غیر ملکی سازشوں کا بار بار شکار ہونے سے بچے رہیں اور ایسا نہ ہو کہ ان کی اپنی سادگی، صحیح دینی شعور کی کم زوری اور فراستِ ایمانی کی کمی کی وجہ سے دینی فضا بنانے کی ساری کوششیں، شریعتِ اسلامی کے نفاذ اور اسلامی نظام کے قیام کی ساری جدوجہد مٹی میں مل جائے اور مسلم معاشرہ اور مسلم ملک لادینی نظام حکومت، آزاد خیالی اور مغربی ”ترقی پسندی“ کے خطرہ سے دوچار ہو جائے جو آج کے دور میں مقبول بھی ہے اور ایسے عوام کے

نزدیک مطلوب بھی جو اسلامی تربیت سے محروم رہے ہیں اور جن کی نشو و نما مغربی نظامِ تعلیم و تربیت اور اخلاق سوز وسائل ابلاغ کے زیر سایہ ہوئی ہے[1]۔

اوّلین اسلامی معاشرے کا امتیاز

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فراستِ ایمانی کی دولت سے مالا مال تھے، وہ نہ دھوکہ دیتے تھے نہ دھوکہ کھاتے تھے، وہ کسی کو فریب نہیں دیتے تھے، یہ تو واضح بات ہے وہ اس سے بہت بلند تھے لیکن ہم میں بہت سے لوگ ان کے اس وصف کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ صحابہ کرام کسی کے دجل و فریب کا شکار بھی نہیں ہوتے تھے۔ وہ بڑے ذہین و فطین اور ہمہ وقت بیدار عقل و شعور والے افراد تھے۔ ان کی عقل، ان کی طبیعتیں دین کی روح اور دینی تعلیمات کے خلاف کسی چیز کو گوارا نہیں کرتی تھیں۔ وہ دل کش نعروں، پر فریب مغالطوں اور نظر فریب مظاہر کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے۔ اس کی سب سے واضح دلیل اور اعلیٰ ترین مثال یہ ہے کہ وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے، آپ کو معصوم سمجھتے تھے، جیسا کہ خود قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (سورۃ النجم: ۳، ۴)

”وہ اپنی خواہشِ نفسانی سے باتیں نہیں بتاتے ہیں، ان کا کلام تو تمام تر وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔“

پھر ان صحابہ کرام کی نگاہوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، ان کی اپنی اولاد، آبا و اجداد اور خود اپنی جانوں سے زیادہ محبوب تھی۔ تاریخ میں کسی انسانی جماعت نے کسی نبی اور کسی داعی کا، حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اور تقدیس و تعبّد سے بچتے ہوئے، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، ایسا احترام نہیں کیا ہے، اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

”انصر اخاك ظالماً او مظلوماً.“

”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ ظالم ہو خواہ مظلوم۔“

تو صحابہ کرام اس فرمانِ نبوی پر خاموش نہیں رہ سکے، اور انھوں نے اس کی تشریح ضروری سمجھی۔

حدیث کے شارحین نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ زمانۂ جاہلیت کی مشہور مثل تھی۔ زمانۂ جاہلیت کی عادت بھی یہی تھی، چناں چہ دیوانِ حماسہ کا ایک شاعر عرب کے ایک قبیلہ بنی مازن کی تعریف میں کہتا ہے

لا يسألون أخاهم حين يندبهم
في النائبات على ما قال برهانا

”جب ان کے بھائیوں پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ ان کو مدد کے لیے پکارتے ہیں تو یہ لوگ بات کی صحت پر دلیل اور حجت کا سوال نہیں کرتے، مدد کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔“

اس کے باوجود صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو خاموش نہیں رہ سکے۔ ایک صحابی نے کہہ دیا کہ ”اللہ کے رسول! ہم مظلوم کی مدد کریں، یہ تو ٹھیک ہے، لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟“ صحابہ کی جرأت پر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو خفا ہوئے نہ چہرۂ مبارک پر کبیدگی یا ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے بلکہ بڑے سکون کے ساتھ فرمایا کہ ”ظالم کو ظلم سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے“۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی (اور اسلامی معاشرہ مومنین پر ہی مشتمل ہوتا ہے) صفت بیان فرمائی ہے جس سے اس کی ذہانت و فراست کا اندازہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: ”مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا[3]“، ایک اور موقع پر فرمایا: ”مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کی روشنی کی مدد سے دیکھتا ہے[4]“۔ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اسلامی معاشرہ ایسا ہی ہونا چاہیے، نہ فریب دے، نہ فریب کا شکار ہو، نہ ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسا جائے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت

اسی طرح اس طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے کہ خالص قرآنی اور اسلامی مفہوم میں جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت دل و دماغ میں برقرار رہے، اس کی عظمت و جلالت کا شعور کم زور نہ ہو، جو برگزیدہ اشخاص ”مجاہد فی سبیل اللہ“ کے لقب سے سرفراز ہوئے اور جنھوں نے اس میدان میں نام پیدا کیا، ان پر رشک آئے، ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو اور شہادت کی تمنّا دل میں کروٹیں لیتی رہے۔ یہ بہت بڑی ایمانی دولت ہے۔ یہی جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت تمام قدیم و جدید قوموں اور ملّتوں کے درمیان اس امت کا امتیاز اور اس کے عظیم الشان کارناموں، بے مثال قربانیوں اور فداکاریوں کا منبع و مصدر رہا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار اور دنیا کے مختلف مقامات پر اللہ کی تائید و نصرت اسی مقدس جذبہ و شوق کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔ امت مسلمہ کی اس طاقت کے سرچشمہ اور اس دولت کے خزانہ سے محرومی ایسا خسارہ ہے جسے پورا نہیں کیا جا سکتا اور ایسا خلا ہے جسے علم و عقل کی وسعت اور تہذیب و تمدن کی ترقی بھی پُر نہیں کر سکتی۔

---

[1] جس کی واضح مثال پاکستان کے حالیہ (نومبر ۱۹۸۸ء کے) انتخابات ہیں۔ وہ ملک جو اسلام پر قائم ہوا تھا اور اسلامی نظام و تعلیمات کے نفاذ کے لیے اور دنیا کے سامنے اسلامی نظام کی صلاحیت و اہلیت کو بطور مثال پیش کرنے کے لیے قربانیاں دی گئی تھیں، انتخابات کے نتائج اس کے بالکل برخلاف سامنے آئے۔ ترقی پسندوں اور اسلامی قوانین، اسلامی نظام کے مخالفین کو نفاذِ شریعت کا دعویٰ کرنے والوں کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ اسلام میں پہلی بار سب سے بڑی اسلامی مملکت کی سربراہی کا منصب ایک ”آزاد خیال“ خاتون (بے نظیر) کو حاصل ہوا، حالاں کہ وہاں ہزاروں علما موجود ہیں، سیکڑوں دینی مدارس قائم ہیں اور متعدد دینی اصلاحی تحریکیں بھی سرگرم عمل ہیں۔

[2] بخاری و مسلم

[3] مسند احمد

[4] صحیح بخاری

اس شوق اور جذبہ کو باقی رکھنے کے لیے ایسی کتابوں سے مدد لی جاسکتی ہے جو پڑھنے یا سننے والوں اور دین کے داعیوں میں دینی غیرت وحمیّت کو بیدار کر دیں، ان کے سینوں میں عزم و عمل کی ایک دنیا آباد کر دیں اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کی راہ میں زندگی، زندگی کے عیش و عشرت اور جاہ و عظمت کو بے قیمت بنا دیں۔[1]

جمود کو توڑنے والی تحریکیں خود جمود کا شکار

تاریخ کا ایک سبق جو بار بار دہرایا جاتا رہا ہے اور جس سے عبرت حاصل کرنا ضروری ہے، یہ ہے کہ بہت سی بنیادی اصلاحی تحریکیں جو درحقیقت اس مقصد سے اٹھیں کہ عقل و فکر اور زندگی پر طاری جمود کو توڑ دیں، اسلام کے بہتے ہوئے دریا کی سطح پر جم جانے والی کائی کو دور کریں، اور معاشرے میں رائج ان رسموں، عادتوں اور رواجوں کی زنجیروں کو توڑ دیں جن کی نہ کوئی دینی حقیقت ہے اور نہ معقولیت۔ جو تحریکیں اس لیے وجود میں آئی تھیں کہ اسلامی معاشرے کی جامد عقلوں کو جھنجھوڑ دیں، ان کی خُفتہ صلاحیتوں کو بیدار کر دیں تاکہ نئی نسل اپنے زمانہ کو اور زمانہ کی مشکلات کو سمجھ سکے، زمانہ کے صحیح اور معقول تقاضوں کی تکمیل کر سکے، زمانہ کا ساتھ دے سکے اور صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کی قیادت و رہنمائی کر سکے، اور اس بات کا عملی ثبوت پیش کر سکے کہ اسلام ہر زمانے کے سوالات کا جواب فراہم کر سکتا ہے، مشکلات کو حل کر سکتا ہے، وہ ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی اور ہر دور میں قیادت کی صلاحیت رکھتا ہے، تاریخ کا یہ بڑا عبرت ناک سبق ہے کہ ایسی اصلاحی تحریکیں، اگر ان کو انقلابی نہ کہا جائے، مرورِ زمانہ کے ساتھ خود اسی جمود کا شکار ہو گئیں جس سے نبرد آزمائی کے لیے وجود میں آئی تھیں اور اپنے ابتدائی طریقِ کار اور لائحۂ عمل کی زنجیروں میں گرفتار نظر آنے لگیں، جو طریقِ کار ان تحریکات کی ابتدا میں اس وقت کے تقاضوں کے مطابق وضع کیا گیا تھا اور جو ایک محدود دائرے کے اندر اصلاحی تحریک کے تقاضوں کو پورا کرتا تھا۔ ان تحریکوں اور ان سے متعلق افراد نے ان لکیروں کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے جو لکیریں ان تحریکوں کے سربراہوں نے ماضی میں بڑے اخلاص اور بڑے فہم و تدبّر کے ساتھ زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے بنائی تھیں:

"يحمل هذا العلم من كل خلف عدو له ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين."[2]

"اس علم کے ہر نسل میں ایسے عادل و متقی حامل و وارث ہوں گے جو اس دین سے غلو پسند لوگوں کی تحریف، اہلِ باطل کے غلط انتساب و دعوے اور جاہلوں کی دوراز کار تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔"

لیکن ان جماعتوں اور تحریکوں نے ان لکیروں کو اس مضبوطی سے تھام رکھا ہے جیسے کوئی کسی نصِّ قطعی اور منصوص حکم پر جما رہے، جس میں نہ کسی حذف و اضافہ کی گنجائش ہو نہ کسی طرح کی لچک یا توسّع کا امکان، جس کی وجہ سے ان دعوتوں اور تحریکات میں کام کرنے والوں کے ذہنوں پر جمود کا سایہ ہو گیا ہے اور ان میں کبھی کبھی انتہا پسندی بھی آجاتی ہے کہ وہ اپنے طریقِ کار سے سرِ مُو تجاوز گوارا نہیں کرتے اور اس پر اس طرح اصرار کرتے نظر آتے ہیں جیسے وہ بھی کوئی شریعت کی نصِّ قطعی ہو یا منزّل من اللہ قرآن کی آیت۔

اس کا سبب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ تحریک قوتِ نمو کھو چکی ہے۔ اس میں اتنی قدرت و صلاحیت باقی نہیں کہ ماحول کا از سرِ نو جائزہ لے، روحِ عصر کو پہچانے، نئے تقاضوں کو سمجھے، زمانہ کی نبض پر انگلیاں رکھے، اس کے مرض کی صحیح تشخیص کرے، اور اصلاح و دعوت کے طریقِ کار اور زندگی کے حقائق اور تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرے۔

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کبھی بھی زمانہ سے پیچھے نہیں رہا۔ اس نے ہمیشہ انسانی معاشرہ کی قیادت کی ہے اور اپنی تعلیمات اور زمانہ کے تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ ایسے علما اور قائدین ہر دور میں موجود رہے ہیں جن میں فکری بالیدگی تھی، بے مثال ذہانت تھی، وہ دینی اصولوں اور شریعت کے اولین مصادر سے احکام کے استنباط اور اجتہاد کی قدرت و صلاحیت رکھتے تھے، انھوں نے حیرت انگیز صلاحیت اور بے مثال عبقریت (Genius) کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر زمانہ اور ہر مقام کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا، زمانہ کے مطالبات اور امتِ مسلمہ کی ضرورتوں کی تکمیل کی، انھوں نے زندگی کے حقائق سے کبھی آنکھیں بند نہیں کیں، وقت کی طلب اور زمانہ کی آواز پر ہمیشہ کان لگائے رہے، یہی وجہ ہے کہ یہ دین ہمیشہ زندگی سے بھرپور اور مقبول و محبوب رہا، انسانی معاشرہ کی قیادت کرتا رہا اور اسلام کے دائرہ کے اندر صحیح راہ کی طرف رہنمائی کرتا رہا[3]۔

جاہ و منصب سے بے نیازی

اسلامی دعوت اور اسلامی بیداری کے لیے چوتھا ضروری عنصر یہ ہے کہ اس کے قائدین جاہ و منصب اور عیش و عشرت کی زندگی اور جاہ و منصب والوں کو اللہ نے جو نعمتیں دے رکھی ہیں، ان میں ان کی ریس سے بڑی حد تک دور رہیں اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے (بغیر

---

[1] مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ، حدیث کی کتابوں میں جہاد کے ابواب، سلطان صلاح الدین ایوبی کے حالات یا ماضی قریب کی تحریکِ جہاد کی تاریخ، جیسے حضرت سید احمد شہید اور ان کے رفقا کے سرفروشانہ کارناموں پر مشتمل مقرر (یعنی سید ابوالحسن علی ندوی) کی کتاب "سیرت سید احمد شہید (۱-۲)" یا مختصر کتاب "جب ایمان کی بہار آئی"۔

[2] مشکوٰۃ۔ کتاب العلم، فصل ثانی، رقم الحدیث: ۲۴۸

[3] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقرر کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد اول اور اس کا مقدمہ

رہبانیت اور غلو کے) اپنی استطاعت بھر زہد و قناعت اور توکّل کی صفات اپنے اندر پیدا کریں اور سلف صالحین اور اصحابِ عزیمت کے نقشِ قدم پر زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں اپنی کتاب "رجال الفکر والدعوۃ" جلد اول سے امام احمد بن حنبل کی سیرت کا ایک حصہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

"تاریخ اسلام میں ہمیں زہد و قناعت اور تجدید و اصلاح کی کوششیں ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں۔ طویل اسلامی تاریخ میں جن شخصیتوں نے زمانہ کی رفتار بدل دی، تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا، اسلامی معاشرہ میں نئی روح پھونک دی، اسلام کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کیا، علم، فکر اور دین کے میدانوں میں ناقابلِ فراموش ورثہ چھوڑا، جو صدیوں تک ذہن و فکر کو متاثر کرتے رہے اور علم و ادب کی دنیا میں جن کا سلسلہ چلتا رہا، وہ ایسی ہی شخصیتیں نظر آتی ہیں جن میں زہد تھا، دنیا سے بے رغبتی تھی، قناعت تھی، جنھوں نے نفس کی خواہشات پر قابو حاصل کر لیا تھا، مادی دولت اور اربابِ دولت و ثروت و اصحابِ جاہ و حشم کی کشش ان کی نگاہوں میں ختم ہو گئی تھی۔

غالباً اس کا راز یہ ہے کہ دنیا سے بے نیازی، قناعت اور زہد انسان کے اندر باطنی قوت اور عقیدہ و کردار کی اہمیت پیدا کر دیتا ہے، مادی دولت میں ڈوبے ہوئے انسانوں، معدہ کے گرفتار اور شہوت کے شکار افراد کی قدر و قیمت ان کی نگاہوں میں گر جاتی ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نابغۂ روزگار اور عبقری اشخاص خواہ کسی قوم میں ہوں، قناعت اور تقشّف کی زندگی گزارتے تھے، ہوا و ہوس کو پامال کر رکھا تھا اور اپنے زمانہ کے بادشاہوں، امرا و اغنیا سے بہت دور تھے، کیوں کہ زہد انسان کی پوشیدہ طاقتوں کو ابھارتا ہے، صلاحیتوں کو جلا بخشتا ہے اور روح کو گرماتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عیش و آرام احساس کی شدت و نزاکت کو کند کر دیتا ہے، روح کو سلا دیتا ہے اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ یہاں نفسیات اور علمِ اخلاق کے اعتبار سے اور توجیہات بھی ممکن ہیں، لیکن میں طوالت کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کر رہا ہوں، صرف اسی تاریخی حقیقت کے تذکرہ پر اکتفا کر رہا ہوں اور اسی پر زور دینا چاہتا ہوں کہ نشأۃ ثانیہ اور تجدید کا منصب زہد اور معمولی خواہشات اور حقیر باتوں سے بلندی کا طالب ہے، ہواؤں کے رخ پر چلنے کو گوارا نہیں کرتا، عیش و عشرت کی زندگی اور دولت و ثروت میں کھیلنے کے بالکل منافی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا منصب ہے اور رسول اللہ سے کہا گیا تھا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ○ (سورۃ طہٰ:۱۳۱)

"اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے ان کے گروہوں کو متمتع کر رکھا ہے، ان کی آزمائش کے لیے کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے پروردگار کا عطیہ کہیں بہتر اور دیرپا ہے"۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی ازواجِ مطہرات سے کہہ دیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (سورۃ الاحزاب:۲۸)

"اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ متاعِ دنیوی دے دلا کر، خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں"۔

جن اشخاص کو اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کے لیے منتخب کرتا ہے، یا جو لوگ اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کرتے ہیں اور اس اہم منصب کی تمنا کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ کا دستور یہی ہے اور اللہ کا دستور بدلا نہیں کرتا۔"[1]

جرأت و شجاعت اور قربانی کا جذبہ و شوق

اسلامی بیداری کے لیے پانچواں لازمی عنصر یہ ہے کہ دعوت کے ساتھ جرأت و شجاعت کی روح اور صبر و استقلال اور قربانی کا جذبہ و شوق بھی وابستہ ہو۔ اگر حالات کا تقاضا ہو تو خطرات میں کود پڑنے کی ہمت اور طاقت بھی رہنی چاہیے کیوں کہ انسانوں کی فطرت ہے کہ وہ قوی ایمان، بے مثال جرأت و شجاعت اور خطرات میں بے خطر کود پڑنے کے جذبہ کی بہت قدر کرتے ہیں۔ وہ ایسی چیزوں کو بڑی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو خود ان کے اندر نہ ہوں اور اسلام کی تاریخ حیرت انگیز شجاعت اور خطرات کو گلے لگانے کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس جذبہ اور روح کے فقدان سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ صحیح دعوتوں اور اسلامی تحریکوں کے لیے بڑا خطرناک ہے۔ اسی وجہ سے بہت سی غلط اور فاسد تحریکیں پیدا ہوتی اور پروان چڑھتی ہیں، جن کا عقیدہ بھی غلط ہوتا ہے اور طریق کار بھی۔ وہ سلبی، تباہ کن اور فساد پھیلانے والی ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود دل و دماغ پر ان کا جادو چل جاتا ہے۔ اسے کسی واعظ کا وعظ یا کسی انشا پرداز کی تحریر توڑ نہیں سکتی، منطقی دلائل اور علمی بحثیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ عالم اسلام میں ظاہر ہونے والی فوجی انقلابی تحریکیں اس کی واضح مثال ہیں جو بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح یا اسلام کے نام پر سامنے آتی رہیں اور...... (باقی صفحہ نمبر 40 پر)

---

[1] رجال الفکر والدعوۃ، جلد اول؛ص۱۰۵

سوادِ اعظم کیا ہے؟

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ایک فرمان کو بنیاد بناتے ہوئے ”...... تم سوادِ اعظم کا ساتھ دو...... الخ“، یہ خیال راسخ و عام ہو رہا ہے کہ شرعی معیارات سے قطعِ نظر، جس طرف زیادہ لوگ ہیں، وہی ”جماعتِ حق“ ہے۔ اسی خیالِ فاسد کی اصلاح کے لیے فقہِ حدیث کی مایۂ ناز کتاب ”اعلاء السنن“ کے مؤلف المحدث، الفقیہ، علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب تھانوی (نوّر اللہ مرقدہٗ) کی تحریر پیشِ خدمت ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اہلِ حق گو قلیل ہی کیوں نہ ہوں، ان کا ساتھ درحقیقت سوادِ اعظم (جماعت) کا ساتھ ہے، اور اہلِ باطل خواہ کثیر ہی کیوں نہ ہوں، ان کا ساتھ دراصل جماعت سے افتراق اور ناحق کی اتباع ہے۔ یہاں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہاں علما و اہلِ دین کی جماعتِ کثیرہ کی ہر معاملے میں اتباع یا ساتھ کی بات کی جا رہی ہے نہ کہ اس وقت رائج دنیا کے معروف و مشہور نظام 'جمہوریت' کی جس میں جہلا اور بے دین لوگوں کی اکثریت بھی واجبِ اتباع سمجھی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی درجِ ذیل تحریر کے مطالعے سے واضح ہو جائے گی کہ شرعی معیارات کی قید لگائے بغیر محض علما و اہلِ دین کی کثیر تعداد کی اتباع 'سوادِ اعظم' یا 'دنیوی و اخروی' فلاح نہیں ہے تو جمہوری نظام میں نیک و بد اور عالم و جاہل کی قید کے بغیر کثرت کی پیروی کیسے فلاح کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ یہ تحریر 'فقہ و فتاویٰ' کی مشہور کتاب 'امداد الاحکام' سے اخذ کردہ ہے جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (قدس سرہٗ) کی زیرِ نگرانی تالیف و ترتیب دی گئی ہے۔ ترتیبِ نو کرتے ہوئے ہمارے ساتھی مولانا ابو مثنیٰ عبد الکبیر (حفظہ اللہ) نے پرانے حوالہ جات کو برقرار رکھتے ہوئے نئی تخریجات بھی درج کر دی ہیں۔ اللہ پاک اپنے دین کے مبادی و مفاہیم اہلِ ایمان میں عام فرمائیں اور ہمیں بخش دیں، آمین یا ربّ العالمین! (ادارہ)

عن النّبي صلى الله عليه وسلم، قال: ”من رأى من أميره شيئاً يكرهه فليصبر عليه، فإنّه من فارق الجماعة شبرا فمات إلّا مات ميتة جاهلية“۔ رواه البخاري (كتاب الفتن، باب قول النبی صلى الله عليه وسلم سترون بعدي أموراً تنكرونها) فتح الباري ج١٣، ص٥

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو اپنے امیر کی کوئی ناگوار چیز دیکھے تو صبر کرے پس جس نے بالشت برابر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی تو وہ جہالت کی موت مرا۔

وفي الفتح قال ابن بطّال: في الحديث حجّة في ترك الخروج على السلطان ولو جار، وقد أجمع الفقهاء على وجوب طاعة السلطان المتغلّب والجهاد معه وأنّ طاعته خير من الخروج عليه لما في ذلك من حقن الدماء وتسكين الدّهماء، وحجّتهم هذا الخبر وغيره ممّا يساعده، ولم يستثنوا من ذلك إلّا إذا وقع من السلطان الكفر الصريح فلا تجوز طاعته في ذلك بل تجب مجاهدته لمن قدر عليها كما في الحديث الذي بعده۔ ج١٣، ص٥ (فتح الباري، كتاب الفتن باب قول النبی صلى الله عليه وسلم سترون بعدي أمورا تنكرونها)

اور فتح الباری میں ہے کہ، ابن بطال نے فرمایا یہ حدیث حاکم کے خلاف خروج نہ کرنے پر دلالت کرتی ہے اگرچہ وہ گناہ کا مرتکب بھی ہو۔ اور فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ متغلب سلطان (یعنی حاکم) کی اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے کیونکہ اس میں خون کی عصمت اور انتشار سے بچاؤ ہے۔ اور ان کی دلیل یہ مذکورہ حدیث اور اس کی تائید کرنے والی دیگر احادیث ہیں۔ فقہا نے اس (اصول) سے کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا الّا یہ کہ حاکم کفر صریح کا مرتکب ہو[1]۔ اگر یہ صورت ہو تو اس کی اطاعت جائز نہیں بلکہ اس کے خلاف جہاد واجب ہے جیسا کہ بعد والی احادیث میں ہے۔

وعن عبادة بن الصامت قال دعانا النبی صلى الله عليه وسلم فبايعناه فقال فيما اخذ علينا ان بايعنا على السمع والطاعة (إلى ان قال) وان لا ننازع الأمر اهله الا ان تروا كفراً بواحاً عندكم من الله فيه برهان اھ مختصرا رواه البخاري [عن جُناده بن أبي أميّة، قال: ”دخلنا على عبادة بن الصامت وهو مريض، قلنا: أصلحك الله، حدّث بحديث ينفعك الله به سمعته من النبی صلى الله عليه وسلم، قال: دعانا النبی صلى الله عليه وسلم، فبايعناه، فقال فيما أخذ علينا: أن بايعنا على السمع والطاعة في منشطنا ومكرهنا، وعسرنا ويسرنا، وأثرة علينا، وأن لا ننازع الأمر أهله إلّا أن ترو كفرا بواحاً عندكم من الله فيه برهان، صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب قول النبی صلى الله عليه وسلم سترون بعدي أمورا تنكرونها] كذا في الفتح ج١٣، ص٦

حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سمع و طاعت پر بیعت لی اور اس بیعت میں یہ بات بھی تھی کہ ہم حکم کے بارے میں اس کے اہل سے تنازع نہیں کریں گے الّا یہ کہ ہم کفر بواح دیکھیں جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو۔

جنادہ بن ابی امیہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ بیمار تھے، ہم لوگوں نے کہا: اللہ آپ کی اصلاح کرے آپ کوئی حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنی ہو تاکہ اللہ آپ کو اس کا نفع پہنچائے، انہوں نے کہا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم لوگوں کو بلایا اور ہم نے آپ کی بیعت کی، آپ نے جن باتوں کی ہم سے بیعت لی وہ یہ تھیں کہ ہم بیعت کرتے ہیں اس بات پر ہم اپنی خوشی اور اپنے غم میں اور تنگ دستی اور خوش حالی اور اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی

[1] کفر بواح کی مثالوں میں شریعت کی جگہ خلافِ شریعت نظامِ حکومت کا نفاذ، نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف جنگ، ان کو شہید و قتل کرنا اور انہیں جیلوں میں ڈالنا بھی شامل ہے۔ (ادارہ)

صورت میں سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور حکومت کے لیے حاکموں سے نزاع نہیں کریں گے لیکن اعلانیہ کفر پر، جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

وفی الفتح عن عبادة مرفوعاً "سيكون عليكم أمراء يأمرونكم بما لا تعرفون ويفعلون ما تنكرون فليس لأولئک عليكم طاعة"۔ اھ قال الحافظ والذي يظهر حمل رواية الكفر على ما إذا كانت المنازعة فی الولاية فلا ينازعه بما يقدح فی الولاية إلّا إذا ارتكب الكفر، وحمل رواية المعصية على ما إذا كانت المنازعة فيما عدا الولاية، فإذا لم يقدح فی الولاية نازعه فی المعصية بأن ينكر عليه برفق ويتوصّل إلى تثبيت الحق له بغير عنف، ومحلّ ذلک إذا كان قادرا والله أعلم۔ ونقل ابن التين عن الداودي قال: الذي عليه العلما في أمراء الجور أنّه إن قدر على خلعه بغير فتنة ولا ظلم وجب، وإلّا فالواجب الصبر۔ وعن بعضهم لا يجوز عقد الولاية لفاسق ابتداء، فإن أحدث جورا بعد أن كان عدلا فاختلفوا في جواز الخروج عليه، والصحيح المنع إلّا أن يكفّر فيجب الخروج عليه۔ اھ ج١٣، ص٦، (فتح الباري، كتاب الفتن، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم سترون بعدي أمورا تنكرونها)

اور فتح الباری میں عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: عن قریب تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو تمہیں ایسے احکامات دیں گے جنہیں تم (دین میں) نہیں جانتے اور ایسے کام کریں گے جن کا تم انکار کرتے ہو (یعنی دین کے خلاف کریں گے) پس تم پر ان کی کوئی اطاعت واجب نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفر والی روایات کو حاکمیت پر محمول کرنا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ پس حاکمیت کے بارے میں تنازع اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک حاکم کفر بواح کا ارتکاب نہ کرے۔ اور معصیت والی روایت کو حاکمیت سے کم درجے کی چیزوں پر محمول کیا جائے گا۔ پس اگر جرح نہ کی جائے تو اس کے گناہ پر اختلاف کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے کام پر نرمی سے انکار کیا جائے اور بغیر سختی کے اس پر حق کو واضح کیا جائے۔ اور اس جرح کا مقام تب ہے جب وہ اس پر قادر ہو۔ واللہ اعلم۔

اور ابن التین نے الداودی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس بات پر فقہا کا اتفاق ہے کہ اگر ظالم حاکم کو بغیر فتنے اور ظلم کہ ہٹانے کی طاقت ہو تو اسے ہٹانا واجب ہے اور اس کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس پر صبر کرنا واجب ہے۔

اور بعض علما کا قول یہ ہے کہ فاسق کو ابتداءً حاکم بنانا ہی جائز نہیں۔ اور اگر وہ عادل تھا اور حاکم بننے کے بعد اس نے گناہ کیا تو اس پر خروج میں اختلاف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اس پر خروج نہ کیا جائے الّایہ کہ کفر کرے تو اس صورت میں خروج واجب ہے۔

وعن حذيفة في حديث طويل قلت: فهل بعد ذلک الخير من شر؟ قال: نعم، دعاةٌ على أبواب جهنم من أجابهم إليها قذفوه فيها، قلت: يا رسول الله، صفهم لنا، قال: هم من جلدتنا، ويتكلمون بألسنتنا، قلت: فما تأمرني إن أدركني ذلک، قال: تلزم جماعة المسلمين وإمامهم، قلت: فإن لم يكن لهم جماعة ولا إمام؟ قال: فاعتزل تلک الفرق كلها، ولو أن تعض بأصل شجرة حتى يدركک الموت وأنت على ذلک۔ رواه البخاري (كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة)

وفی الفتح قال الطبري: أختلف في هذا الأمر وفی الجماعة، فقال قوم: هو للوجوب والجماعة السواد الأعظم، ثم ساق عن محمد بن سيرين عن ابی مسعود أنّه وصّى من سأله لمّا قتل عثمان "عليک بالجماعة فإنّ الله لم يكن ليجمع أمة محمد على ضلالة"، وقال قوم: المراد بالجماعة الصحابة دون من بعدهم، وقال قوم: المراد بهم أهل العلم لأنّ الله جعلهم حجّة على الخلق والنّاس تبع لهم في أمر الدّين۔ قال الطبری: والّصواب أنّ المراد من الخبر لزوم الجماعة الذين في طاعة من اجتمعوا على تأميره، فمن نكث بيعته خرج عن الجماعة، قال: وفی الحديث أنه متى لم يكن للناس إمام فافترق الناس أحزابا فلا يتبع أحدا فی الفرقة ويعتزل الجميع إن استطاع ذلک خشية من الوقوع فی الشّر، اھ ج١٣، ص٣١۔ (فتح الباري، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة)

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت ہے کہ میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں جہنم کے دروازوں پر کھڑے داعی؛ جو ان کی پکار پر جواب دے گا وہ اسے جہنم میں دھکیل دیں گے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں ان کی صفات بتائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہمارے ہی رنگ والے ہوں گے، ہماری ہی زبان بولتے ہوں گے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس وقت کو پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور امام کو لازم پکڑو۔ تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ان کی نہ جماعت ہو اور نہ ہی امام؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس پھر ان سب فرقوں سے الگ ہو جاؤ اگر چہ تمہیں درختوں کی جڑیں ہی چبانی پڑیں اور تمہیں اسی حالت موت آجائے۔

اور فتح الباری میں ہے کہ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس امر اور جماعت سے مراد میں اختلاف ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب کے لیے ہے اور جماعت سے مراد سوادِ اعظم ہے۔

پھر ابن سیرین نے ابو مسعود کی وصیت نقل کی ہے جو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ایک سائل کو کی تھی، آپ نے فرمایا: تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اور بعض علما کا کہنا ہے کہ جماعت سے مراد جماعت صحابہ ہیں نہ کہ دوسرے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اہل علم ہیں کیونکہ اللہ نے انہیں مخلوق پر حجت بنایا ہے اور لوگ دین میں ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔

طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں لزوم جماعت جس کی اتباع لازم ہے وہ جماعت ہے جو کسی کی امارت پر جمع ہو چکی ہے۔ پس جس نے بیعت توڑی تو وہ جماعت سے خارج ہو گیا۔

فرماتے ہیں: اور حدیث میں ہے کہ جب لوگوں کا کوئی امیر نہ ہو اور لوگ گروہوں میں بٹ جائیں تو ان میں سے کسی کی بھی اتباع نہیں کی جائے گی، اور اگر استطاعت ہو تو وہ شر کے ڈر سے سب سے الگ ہو جائے گا۔

وأخرجه الطبری وصححه ابن حبان من طريق العلاء بن عبد الرحمٰن بن يعقوب عن أبی هريرة قال: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف بک يا عبد الله

بن عمرو إذا بقيت في حثالة من الناس قد مرجت عهودهم وأماناتهم واختلفوا فصاروا هكذا، وشبّک بين أصابعه۔ قال: فما تأمرني؟ قال: عليک بخاصّتک، ودع عنک عوامهم[1]۔ ج۱۳، ص۳۲

اور طبری رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے جسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے، وہ علاء بن عبد الرحمن بن یعقوب سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب ایسے لوگ بچ جائیں گے جو عہد و امان کو پامال کر چکے ہوں گے اور انہوں نے اختلاف کیا یہاں تک کہ وہ ایسے ہو گئے؟...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا...... تو انہوں نے کہا آپ اس وقت مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے خواص کو لازم پکڑو اور ان کے عوام کو چھوڑ دو۔

اس اختتامِ گفتگو کے بعد ان احادیث کا مطلب سمجھنا چاہیے جو سائل نے بیان کی ہیں۔ حدیثِ اول جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت اور مجمع الزوائد میں مذکور ہے، وہ ہمارے نزدیک ان مسائل شرعیہ پر، جن کا حکم کتاب و سنت یا اجماعِ امت یا قیاس سے معلوم ہو چکا ہے، محمول نہیں، بلکہ امورِ انتظامیہ اور امور مسکوت عنها في الشرع سے متعلق ہے۔ پس مسائل حاضرہ میں اس حدیث سے استدلال کر کے مشورہ کو واجب کہنا اور جماعتِ کثیرہ کے مشورہ پر عمل کو لازم کہنا اس پر موقوف ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ شریعت میں مسائل حاضرہ کے احکام موجود نہیں، اس لیے ان میں مشورہ کی ضرورت ہے اور اس کو ہر گز کوئی تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ ہر فریق اپنے مسلک کو دلائل شرعیہ سے ثابت کر رہا ہے۔ یا یہ مان لیا جاوے کہ مسائل حاضرہ کا تعلق محض امورِ انتظامیہ سے ہے، مسائل شرعیہ کی قسم سے نہیں ہے، مگر سائل اس کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جاوے تو پھر ان علما کی غلطی یقیناً تسلیم کرنا پڑے گی جو ان تحریکات سے علیحدہ رہنے والی جماعت کو فاسق وغیرہ کا خطاب دیتے ہیں، کیونکہ امور انتظامیہ جو محلِ مشورہ ہیں ان میں مشورہ پر عمل کرنا اس وقت واجب ہے جبکہ مسلمانوں کا کوئی امام مسلم ہو اور مشورے سے امام ہی کی بات کی تائید ہوتی ہو، اور اگر امام نہ ہو تو امورِ انتظامیہ میں بھی کسی کے مشورہ پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ وجوب و فرضیت کا ثبوت دلائل شرعیہ سے ہی ہو سکتا ہے اور دلائل شرعیہ کتاب و سنت، اجماعِ امت و قیاس میں منحصر ہیں، مشورے کو کسی نے دلائل شرعیہ سے بیان نہیں کیا جس سے وجوب عمل کو ثابت کیا جاوے۔ وسيأتي ذلک مفصلا۔

پس حدیث مجمع الزوائد کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت کسی کو خلیفہ یا امام بنایا جاوے یا امورِ حرب درپیش ہوں یا کسی امر میں نصوص سے جانبِ فعل یا ترک کو ترجیح نہ ہو، اس میں فقہا و عابدین سے مشورہ کیا جائے، کسی شخصِ واحد کی رائے اس میں نافذ نہ کی جائے، اور اس پر چند قرائن ہیں:

اول تو خود اس میں لفظ تشاور اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ حکم ایسے امر کے متعلق ہے جو محلِ مشورہ ہے اور محلِ مشورہ مسائل شرعیہ نہیں۔ اور ایسے امور محلِ مشورہ کیوں کر ہو سکتے ہیں جبکہ نص صریح موجود ہے؟ اليوم أكملت لكم دينكم۔ ما فرّطنا في الكتب من شيء، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے دین کے متعلق کوئی بات کتاب میں نہیں چھوڑی اور یہ ظاہر ہے کہ صراحتاً تمام جزئیات کے احکام قرآن میں نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام صراحتاً ہیں اور بعض دلالۃً و اشارۃً، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علما و مجتہدین نے سمجھا اور فقہ میں بیان کیا، جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: لعلمه الذين يستنبطونه منهم، جس میں علما کو قیاس کی اجازت دی گئی ہے۔ الغرض مسائل شرعیہ کے احکام بأسرها شریعت میں موجود ہیں، وہ ہر گز محتاجِ مشورہ نہیں ہیں۔ اور اگر کہیں مسائل شرعیہ میں مشورہ ثابت ہو تو وہ محض تطییب قلب یا استمداد کے طور پر تھا، ضرورت کے درجے میں نہ تھا بلکہ مثل مشورہ امور دنیوی ہیں یا امور انتظامیہ متعلق امامت و خلافت و جہاد وغیرہ بہ شرط یہ کہ حکم شرعی اس سے متعلق دلائل شرعیہ سے معلوم نہ ہوا ہو یا وہ امور ہیں جن سے شریعت میں سکوت ہے۔ اور قیاس سے کسی جانب کو ترجیح معلوم نہیں ہوئی، نہ ترک کو اور نہ فعل کو۔ اگر معلوم ہو جائے تو پھر وہ بھی محل مشورہ نہیں۔

قال الحافظ فى الفتح وقد أختلف في متعلق المشاورة فقيل: في كلّ شيء ليس فيه نصّ وقيل فى الأمر الدنيوى فقط وقال الداودي: إنّما كان يشاوره في أمر الحرب ممّا ليس فيه حكم؛ لأنّ معرفة الحكم إنّما تلتمس منه قال: ومن زعم أنّه كان يشاوره فى الأحكام فقد غفل غفلة عظيمة وأمّا في غير الأحكام فربّما رأى غيره أو سمع ما لم يسمعه أو يره كما كان يستصحب الدّليل فى الطريق[2] اھ ج۱۳، ص۲۸۳

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: مشورے کے متعلقات میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر اس چیز میں ہو گا جس میں نص نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف دنیاوی امور میں ہو گا۔ اور داودی کہتے ہیں کہ وہ صرف جنگی امور میں مشورہ کرتے تھے جس کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں ہے، کیونکہ حکم کی معرفت اسی سے ہوتی ہے۔ مزید فرماتے ہیں: جس کا یہ زعم ہے کہ وہ احکام میں مشاورت کرتے تھے اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور رہا احکام کے علاوہ تو اس میں کبھی دوسرے سے ایسی بات سننے یا دیکھنے کو ملتی جو انہوں نے سنی یا دیکھی نہ ہوتی جیسا کہ دلائل سے واضح ہوتا ہے۔

[1] فتح الباري، كتاب الفتن، باب إذا بقى في حثالة من النّاس

[2] فتح الباري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة۔ باب قول الله تعالى: وأمرهم شورى بينهم، وشاورهم فى الأمر

وقال البخاري رحمه الله في صحيحه: وكانت الأئمة بعد النبی صلی الله عليه وسلم يستشيرون الأُمناء من أهل العلم فی الأمور المباحة ليأخذوا بأسهلها فإذا وضح الكتاب أو السنّة لم يتعدّوه إلی غيره اقتداء بالنبی صلی الله عليه وسلم ورأی أبوبكر قتال من منع الزكاة فقال عمر كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلی الله عليه وسلم أمرت أن أقاتل النّاس حتی يقولوا لا إله إلّا الله فإذا قالوا لا إله إلّا الله عصموا منّي دماءهم وأموالهم إلّا بحقّها وحسابهم علی الله۔ فقال أبو بكر والله لأقاتلنّ من فرّق بين ما جمع رسول الله صلی الله عليه وسلم ثم تابعه بعد عمر فلم يلتفت أبوبكر إلی مشورة إذ كان عنده حكم رسول الله صلی الله عليه وسلم فی الذين فرقوا بين الصلاة والزكاة وأرادوا تبديل الدين وأحكامه، وقال النبی صلی الله عليه وسلم من بدّل دينه فاقتلوه الخ[1] فتح الباري ج۳، ص۲۸٦۔

اور بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ مباح امور میں امین لوگوں سے مشورہ کیا کرتے تھے تا کہ وہ آسان بات کو اختیار کریں۔ پس جب قرآن و سنت سے کوئی چیز واضح ہو جاتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے کسی اور کی طرف تجاوز نہ کرتے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کے بعد کسی اور کی بات نہ لیتے)۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوۃ سے قتال کا ارادہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیسے لوگوں سے لڑوگے حالاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں اگر وہ یہ کہہ لیں تو وہ مجھ سے اپنے خون مال بچا لیں گے سوائے اس حق کے جو ان پر لازم ہے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہو گا؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! میں ضرور اس سے لڑوں گا جو اس میں اختلاف کرے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا۔ پھر عمر رضی عنہ نے بھی ان کی اتباع کی۔

تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورے کی طرف اس وقت التفات نہیں کیا جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نماز و زکوۃ میں فرق کرنے والے اور دین کو تبدیل کرنے والے کے بارے میں موجود تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو۔

وقال الحافظ في شرح قوله فی الأمور المباحة ليأخذوا بأسهلها أي إذا لم يكن فيها نصّ بحكم معيّن وكانت علی أصل الإباحة، فمراده ما احتمل الفعل والترك احتمالا واحدا، وأمّا ما عرف وجه الحكم فيه فلا[2]، اھ ج۱۳، ص۲۸۵

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس قول کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مباح امور میں ضروری ہے کہ آسان کو ہی لیں۔ ایسا تب کریں گے جب اس میں کسی خاص حکم کی نص نہ ہو تو یہ اپنی اصل یعنی اباحت پر ہوں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے مراد وہ معاملہ ہے جس میں کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ایک ہی احتمال ہو۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ حکم کا پتا چل جائے تو حکم کو ہی لیا جائے گا۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مسائل شرعیہ جب کہ ان کا حکم کتاب و سنت اجماع یا قیاس سے معلوم ہو چکا ہو محل مشورہ ہر گز نہیں۔ ہاں وہ امور جو بوجہ سکوتِ شارع بظاہر اباحت اصلیہ پر ہوں اور ان میں فعل اور ترک دونوں کا احتمام مساوی ہو وہ محل مشورہ ہیں اور اگر ان میں بھی ایک جانب کا حکم دلیل شرعی سے معلوم ہو جائے تو پھر وہ بھی محل مشورہ نہیں۔ لہٰذا مجمع الزوائد کی حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ جب علما میں کسی مسئلہ شرعی میں اختلاف ہو تو اہل مشورہ اور جماعت کثیرہ کا قول واجب الاتباع ہے اور جماعت قلیلہ یا شخص واحد کا قول قابلِ ترک ہے، کسی طرح تام نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم بطریق تنزل کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عموم پر ہی رکھا جائے اور مسائل شرعیہ کو بھی محل مشورہ مان لیا جائے پھر بھی متدل کو یہ ثابت کرنا لازم ہے کہ مشورہ کرنا اور مشورہ میں جس طرف کثرت رائے ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ حالاں کہ وہ اس کو ہر گز ثابت نہیں کر سکتا۔ محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ مشورہ کا امر آیت قرآنیہ وشاورهم فی الأمر وأمرهم شوری بينهم میں استحباب اور ندب کے لیے ہے۔ پھر اس حدیث کو استحباب پر کیوں محمول نہ کیا جائے؟ رہی یہ بات کہ مشورہ میں جس طرح زیادہ جماعت ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے، یہ بھی غلط ہے، بلکہ اگر کسی عالم کا اجتہاد سب کے خلاف ہو تو اس کو دوسروں کا اتباع جائز نہیں کیوں کہ مشورہ دلائل شرعیہ سے مثل اجماع وقیاس کے نہیں ہے بلکہ محض معین کے درجہ میں ہے۔

قال الحافظ فی الفتح وعدّ كثير من الشافعية المشاورة فی الخصائص واختلفوا في وجوبها فنقل البيهقي فی المعرفة الاستحباب عن النّص وبه جزم أبو نصر القُشيري في تفسيره وهو المرجّح[3]۔ ج۱۳، ص۲۸۳ وفيه ايضاً، قال الشافعي: إنّما يؤمر الحاكم بالمشورة لكون المشير ينبّهه علی ما يغفل عنه ويدلّه علی ما لا تستحضره من الدليل لا ليقلّد المشير فيما يقوله، فإنّ الله لم يجعل هذا لأحد بعد رسول الله صلی الله عليه وسلم[4] اھ ج۱۳، ص ۲۸۵[5]

وفيه ايضا: عن الشافعي وإذا قاس من له القياس فاختلفوا وسع كلّا أن يقول بمبلغ اجتهاده......

(باقی صفحہ نمبر 63 پر)

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة۔ باب قول الله تعالی: وأمرهم شوری بينهم، وشاورهم فی الأمر

[2] فتح الباري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة۔ باب قول الله تعالی: وأمرهم شوری بينهم، وشاورهم فی الأمر

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] اس رسالہ میں شافعیہ کے جو اقوال لکھے گئے ہیں وہ قواعدِ حنفیہ کے موافق ہیں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں!

﴿حصۂ اول﴾

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

یہ تحاریر بنیادی طور پر شیخ ابو قتادہ فلسطینی حفظہ اللہ کے کتابچے ''درك الهدىٰ في اتباع سبيل الفتى''(نوجوان کے نقش قدم پر حصولِ ہدایت کا سفر) کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہیں، کتابچے میں شیخ نے اصحاب الاخدود والی حدیث کی شرح کی ہے اور اس میں موجود حکمت کے ان موتیوں کو سمیٹا ہے جو دعوت و جہاد کے راہیوں کے لیے انتہائی اہم اور قیمتی ہیں۔ شیخ ابو قتادہ کی اس تالیف میں بعض اہم نکات کی تشریح اور ان کے ذیل میں بہت سے دیگر اہم مفاہیم و مبادی کو استاد اسامہ محمود نے بیان کر کے اسے مزید نافع بنا دیا ہے۔ اللہ یہ اسباق سمجھنے اور ان پر عمل کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

نعمت جو ساری نعمتوں پر بھاری ہے!

قیمتی ترین نعمت جو دنیا میں ہو سکتی ہے، ہدایت ہے اور بدترین محرومی جو اس دنیا میں ممکن ہے، اس ہدایت سے محرومی یعنی گمراہی اور ضلالت ہے، انسان اپنے رب کو پہچانے، اس کے پسندیدہ راستے پر، خاص اُسی کی رضا حاصل کرنے کے لیے چلے، اس سے بڑی کوئی خوش نصیبی نہیں، دنیا کی تمام نعمتیں موجود ہوں، مگر یہ ایک نعمت نہ ہو تو باقی ساری نعمتیں الٹا عذاب ہیں، ندامت اور بدترین حسرت کا یہ باعث ہوں گی۔ پھر یہ ہدایت انسان کی اپنی طاقت و اختیار میں نہیں، یہ خاص اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ کس پر اپنی رحمت و فضل کرے، اپنے محبوب راستہ پر ڈالے اور کس کو بے منزل راستوں پر بھٹکتا اور تباہی کی کھائیوں میں گرتا چھوڑے، وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يُرِيدُ[1]۔ اللہ کی یہ رحمت و چناؤ بے سبب نہیں، اللہ یہ ہدایت خاص صفات والے افراد کو دیتے ہیں، یہ صفات اگر کوئی اپنے اندر پیدا کرلے تو اللہ بھی اُس بندے کو اپنا قریب کرتا ہے، اپنی طرف آنے والے راستوں کی اُسے رہنمائی دیتا ہے، لیکن اگر کوئی ان صفات سے خالی ہو، تو اللہ بھی (تھانوی رحمہ اللہ کے بقول) اپنی رحمت زبردستی کسی پر نہیں چپکاتا؛ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ[2]، کوئی خود اللہ سے دور بھاگ رہا ہو، تو اللہ اُسے پکڑ کر اپنے قریب نہیں لاتا، کوئی اللہ کے سامنے نہیں جھکتا، اس کا بندہ نہیں بنتا، اس کی رضا و ناراضگی کا خیال نہیں رکھتا، تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو بھی اس کی پرواہ نہیں، وہ تو 'الصمد' ذات ہے، کہ ساری دنیا اس کے سامنے سربہ سجود ہو تو اس کی بادشاہی میں اضافہ نہیں کر سکتی اور پورا عالم فرعون و قارون بن جائے تو اس کی بادشاہی میں کمی نہیں ہوتی...... یہ تو بندے کے اوپر ہے کہ وہ خود خوش بخت بنتا ہے یا کم بخت و بدبخت بن کر اپنا نقصان کرتا ہے۔

اللہ کس کو ہدایت دیتا ہے؟

اللہ جن خوش بختوں کو ہدایت سے نوازتا ہے، ان کی ایک بڑی صفت، اللہ نے انابت بیان کی ہے، وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ[3]، مفسرین کے مطابق انابت میں تین معنی داخل ہیں: (۱) طلبِ ہدایت، (۲) احتیاج کا یقین اور (۳) تواضع یعنی اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کا احساس۔ یہ صفات موجود ہوں تو اللہ ہدایت دے دیتا ہے، پانی بھی ہمیشہ اوپر سے نیچے کی طرف جاتا ہے، جو انسان متواضع ہو، اپنے علم اور صلاحیت پر نازاں نہ ہو، عُجب و کبر کا شکار نہ ہو، اللہ اسے ہدایت دے دیتا ہے مگر جو فرد اپنے دل میں یہ ضرورت محسوس ہی نہیں کرتا کہ مجھے اللہ کو راضی کرنا ہے، جو سمجھ و علم اس کے پاس ہو بس اُسی کو وہ کافی سمجھ کر مستغنی بنے، اللہ بھی ایسے پر اپنے دروازے بند کر دیتا ہے اور اُسے گمراہ کن صحرا میں بے ثمر ٹھوکریں کھاتا چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ جب زندگی کی مہلت ختم ہو جاتی ہے، تو گمراہی کی حالت میں اس کی جان قبض کی جاتی ہے اور یوں ہمیشہ کی تباہی و بربادی اس کا انجام بن جاتی ہے۔ غرض کبر حصولِ ہدایت کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے جبکہ اللہ کے سامنے محتاجی اور راہ ہدایت پر چلنے کی تڑپ و طلب ہدایت پانے والوں کی بڑی نشانی ہے۔

یہ اُسے ملتی ہے جسے اس کی تلاش ہو!!

اصحاب الاخدود کی اس حدیث کے مطابق اس نوجوان کے اندر طلب تھی، اُسے تڑپ تھی کہ اللہ کا بندہ ہو کر اللہ کو راضی کرنے والے راستے پر چلے، لیکن وہ راستہ کیا ہے؟ کیا راہب کا راستہ واقعی اللہ کا راستہ ہے؟ جادوگر کیا تباہی کی طرف ہی مجھے لے جا رہا ہے؟ وہ متردّد تھا کہ جادوگر اور راہب دونوں اپنے اپنے طرزِ عمل کو کامیابی سمجھاتے ہیں، نوجوان کے پاس کوئی ایسا مرجع، ایسی کسوٹی یا پرکھنے کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جس کی طرف رجوع ہو اور اس سے وہ حق اور باطل کو پہچان سکے۔ ایسے میں یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اس نے اس تردّد اور قلب و ذہن کے اندر جاری کشمکش کو بیٹھنے کا بہانہ نہیں بنایا؛ اس کشمکش نے اسے مزید سنجیدہ کیا، وہ سوچتا تھا کہ یہ دو الگ دعوتیں ہیں، دو الگ راستے ہیں، دو جدا عالَم ہیں، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، ایک دنیا کو ہی مقصد و محور بتاتا ہے اور دوسرا آخرت کو حقیقی گھر کہتا ہے اور اسے حاصل کرنے پر زور دیتا ہے، اس کے ذہن میں ایک طوفان تھا کہ جو تھم نہیں رہا تھا، یہ مسئلہ نظر انداز کرنے والا تھا بھی نہیں، موت آنی تھی، ہر ایک کو مرنا ہے، ایسے میں دعوت کانوں سے ٹکرا گئی ہو اور دل میں نہیں اتاری ہو، میدانِ عمل میں اس پر لبیک نہ کہا ہو، تو اللہ کا سامنا کیسے ہو گا؟ عذاب الٰہی

---

[1] الحج: ۱۶؛ ترجمہ: ''اور اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔''

[2] هود: ۲۸۔ ترجمہ: ''، تو کیا ہم اس کو تم پر زبردستی مسلط کر دیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟''

[3] الشوریٰ: ۱۳۔ ترجمہ: ''، اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔''

سے کیسے بچا جائے گا؟ پس اس کشمکش نے اس کو مزید بے چین بنایا، اس کا آرام اور اس کا چین چلا گیا، پر کیسے پتہ چلے کہ کیا حق ہے اور کیا باطل؟ اس کے پاس کتاب نہیں، وحی کی رہنمائی نہیں، بس طلب ہے، اللہ کے سامنے احتیاج کا قلب و جسم سے اظہار ہے، لہٰذا اللہ نے رہنمائی دی۔ اس کا گزر جس رستے پر ہوتا تھا، اُسے ایک بڑے جانور نے بند کر دیا تھا، لوگوں نے ہر طرح کی طاقت و قوت لگالی، مگر اس کا ہٹنا محال تھا، ایسے میں نوجوان نے چھوٹا سا ایک پتھر لیا، اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ یا اللہ! اگر راہب کی دعوت صحیح ہو تو میرے اس چھوٹے سے پتھر سے اسے مار دے، پتھر مارا اور یہ جانور اُسی وقت گر کر ہلاک ہو گیا۔

معجزہ اور کرامت

اللہ نے اپنے تکوینی اوامر سے اس کی رہنمائی کی، اس کے ہاتھوں کرامت کا ظہور ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ راہب جس ایمان و عمل کی طرف بلا رہا ہے، یہی اصل باعث نجات ہے، پھر اللہ نے اس پر مزید رحم یہ کیا کہ اس کی دعاؤں سے اللہ نے اندھوں کو ٹھیک کرنا شروع کر دیا اور دیگر موذی بیماریوں میں مبتلا مریضوں کو بھی اللہ نے اس کی دعا سے شفا دی۔ اللہ کی طرف سے شرائع دو قسم کی ہیں، أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ[1]، ایک وہ جو وحی کی صورت میں نازل ہوئی یعنی شریعتِ مطہرہ، دوسرا نظامِ کائنات چلانے کے اصول اور ہمارے ارد گرد کے حالات و واقعات، یہ سب بھی اللہ ہی کے اوامر سے واقع ہوتے ہیں۔ ان کے اصول بھی اللہ ہی نے اس دنیا میں رکھے ہیں اور اسی کے امر سے یہ سب ہوتا ہے، آگ جلاتی ہے، برف ٹھنڈا کرتی ہے، اس طرح زمین میں دیگر طبعی اصول، اب خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے اللہ رب العزت نے انبیا کو معجزے دیے ہیں جن کا عام طبعی اصولوں کے تحت ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ اپنے بعض نیک بندوں کے ہاتھوں بھی بعض اوقات کرامات ظاہر کرتے ہیں، یہ سب عام طبعی اصولوں سے ہٹ کر ہوتا ہے، یہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً آگ جلاتی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو اللہ نے گلشن بنا دیا، موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ مبارک بغل میں رکھ کر نکالتے تو اس سے نور پھوٹتا، عیسیٰ علیہ السلام برص کے مریضوں اور مادر زاد اندھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ ٹھیک ٹھاک ہو جاتے، ان نشانیوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی، یہ یقین ہو جاتا کہ معجزہ دکھانے والی نیک ہستی یہ سب کچھ خود سے نہیں کر سکتی، یہ انسان کے بس کی بات نہیں، یہ خالق کائنات ہی ہے کہ اس نے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا، یوں عقل و دل کی دنیا ہل جاتی اور جس کے دل میں قبولِ ہدایت کا ارادہ ہوتا، اسے ہدایت مل جاتی۔ یہی معاملہ کرامت کا ہے، معجزے انبیائے کرام کو اللہ ودیعت کرتا ہے جبکہ کرامت کا ظہور انبیاء کے صالح پیروکاروں کے ذریعے ہوتا ہے۔ مجاہدین و علمائے کرام اور عبادت گزار داعیان دین کے متعلق اللہ بعض اوقات خرقِ عادت امور ظاہر کرتے ہیں، ان کا مقصد راہ ہدایت پر چلنے والوں کے لیے اطمینان قلب ہوتا ہے اور دیگر لوگوں کے لیے دعوتِ دین اور سبب ہدایت ہوتا ہے۔

کرامت اور استدراج

علمائے کرام نے اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ خرقِ عادت کا ظہور ولایت کی شرط قطعاً نہیں ہے، ولایت کی اصل شرط اور نشانی اتباع شریعت ہے، کوئی شریعت کی پیروری کرتا ہو اور اس سے کوئی خرقِ عادت فعل پوری زندگی میں بھی صادر نہ ہو تو وہ ان شاء اللہ، اللہ کا دوست اور ولی ہے۔ تھانوی رحمہ اللہ کے مطابق ایسا فرد جو منکرات میں پڑا ہو اور شریعت کی حدود کا خیال نہیں رکھتا ہو اُس سے کوئی خرق عادت فعل سرزد بھی ہو تو وہ ولی نہیں ہو گا، بلکہ اس کا یہ فعل شعبدہ یا استدراج (شیطانی جال) ہو گا کہ جو خود اُس فرد کے لیے بھی گمراہی کا سبب ہو گا اور دیگر لوگوں کے لیے بھی۔ تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل اللہ اپنی کرامت پر خوش نہیں ہوتے، بلکہ وہ اُلٹا تشویش میں مبتلا ہوتے کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو۔ اس طرح فرماتے ہیں کہ کوئی خرق عادت فعل ظاہر ہو اور اس سے تواضع، نیکیوں کی طرف رغبت اور تعلق مع اللہ میں اضافہ محسوس ہو تو یہ کرامت ہو گی، لیکن خارق کے سبب الٹا منکرات کی طرف میلان بڑھے اور طبیعت میں عُجب اور کبر پیدا ہو تو یہ استدراج ہو گا۔ یہ بھی فرمایا کہ کرامت کے صدور میں ولی کے عمل و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ غرض وہ فرماتے ہیں کہ اصل فکر و غم اتباع شریعت کا ہونا چاہیے کہ یہی مطلوب و مقصد ہے۔[2] اس طرح علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ کرامات کا ظہور زیادہ تر اُس وقت ہوتا ہے جب عام لوگ دین سے دور ہوں یا کسی دینی امر کے حوالے سے متردد ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کے دور میں کرامات اتنے زیادہ نہیں تھے کہ جتنا کہ بعد کے ادوار میں اللہ نے اولیاء کے ہاتھوں ظاہر کیے۔ وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے دور میں ان کرامات کی ضرورت بعد کے ادوار کی نسبت کم تھی۔

معجزہ جو تاقیامت باعثِ ہدایت ہے!

آپ ﷺ کو اللہ ربِ کریم نے معجزے عطا کیے، ان میں سے ایک معجزہ ایسا ہے کہ جو دیگر انبیاء کے معجزوں سے بالکل الگ نوعیت کا ہے، یہ معجزہ محض انسان کو حیران کرنے والا اور اُسے اسباب کی اس دنیا میں مسبّب رب کے بارے میں سوچنے پر صرف مجبور کرنے والا نہیں، ایسا بھی ہے کہ یہ معجزہ ہے اور کسی مخلوق کی قدرت و اختیار میں یہ نہیں کہ وہ اسے پیش کر سکے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں دوسرے معجزوں کی نسبت منفرد بات یہ ہے کہ خود اس معجزے کے اندر بھی ہدایت ہے، یہ ہادی ہے، زندگی کے ہر ہر موڑ، ہر ہر پہلو اور ہر دور میں یہ رہنمائی کرتا ہے، یہ معجزہ اللہ کی کتاب عظیم الشان قرآن مجید ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

[1] الاعراف: ۵۴۔ ترجمہ: ”خبردار رہو! اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔“

[2] ملفوظات جلد ۲۳، کرامت اور استدراج کا فرق / ملفوظات جلد ۲۲، ۱۲

" مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيَ مِنْ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيَّ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ."[1]

"ہر نبی کو کچھ نہ کچھ معجزات ضرور دیے گئے جن پر لوگ ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ اللہ کی وحی ہے جو وہ میری طرف بھیجتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تمام انبیاء سے زیادہ قیامت کے دن میرے پیروکار ہوں گے۔"

اس کتاب کے اندر آیات و نشانیاں ہیں، ایسی نشانیاں کہ جو دلوں کی آنکھیں کھول دیتی ہیں، اندھوں کو بینا کرتی ہیں، قلب و ذہن کے بند دروازوں کو وا کر دیتی ہیں اور ساتھ ہی یہ نصیحت، تذکیر اور فوز و فلاح کی طرف لے جانے والی بھی ہیں، مگر ہر ایک کے لیے نہیں؛ اُس کے لیے جس میں طلب ہدایت ہو، دل سے اپنے آپ کو محتاج سمجھتا ہو اور جس میں حق کو قبول کرنے کا مادہ ہو۔ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ[2]... پھر اللہ کی کتاب ایک عظیم صفت یہ بھی رکھتی ہے کہ اس میں ذہن و فکر کی رہنمائی کا بھی کامل سامان موجود ہے، انسان کی ہدایت و رہنمائی کا ہر پہلو اللہ رب العزت نے اس میں کھول کر بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کامیابی کے رستے پر چلنے اور چلانے کے لیے جو قلب کی گرمی، حرارت اور تڑپ ہونا ضروری ہے، اُسے پیدا کرنے کا بھی اس میں اللہ نے بہت کچھ سامان رکھا ہے۔ گویا یہ کتاب صحیح اور غلط، کامیابی اور تباہی، نور اور ظلمات کی پہچان بھی کراتی ہے اور ساتھ ساتھ یہ درکار خوف، محبت اور احساس بھی پیدا کرتی ہے۔ راہ خدا کی پہچان کا بھی اس میں مواد موجود ہیں اور اس راہ پر چلنے کے لیے جذبہ، شوق، محبت اور قوت و عزم بھی یہ دلوں میں اتارتی ہے۔

امریکی یہودی وارن وائن سٹائن کو ہدایت کیسے ملی؟

دیگر انبیاء کے معجزے ان کی اس دنیا سے رخصتی کے ساتھ رخصت ہو گئے، مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ تا قیامت قائم رہے گا اور انسانوں کو ان میں موجود خیر کی نسبت مستفید کراتا رہے گا۔ کل بھی جب بڑے سے بڑا کافر بھی اگر تعصب و کبر سے پاک دل کے ساتھ اس کی آیات سنتا تو اس کا دل پسیج جاتا اور وہ اس کتاب پر ایمان لائے بغیر نہیں رہتا تھا اور آج بھی یہی حال ہے۔ کوئی بڑا کافر بھی اگر دل کے اندر موجود بتوں کے ساتھ جڑا نہ رہے اور طلبِ ہدایت کی نیت سے اسے پڑھے اور سنے تو ضرور اس کا دل پاک و صاف ہو کر نورِ الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔ ہمارے محترم و محبوب بزرگ، چاچا اسحاق رحمہ اللہ پہلے یہودی تھے، وارن وائن سٹائن آپ کا نام تھا۔ پاکستان میں ایک امریکی ادارے کے سربراہ تھے۔ ستّر سال کی زندگی یہودیت میں گزاری۔ دو تین دفعہ خاص مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے اسرائیل بھی گئے اور ہر لحاظ سے اسلام سے دور اور اہل اسلام کے دشمن تھے۔ مجاہدین کی قید میں آئے تو ساتھیوں نے ان کے ساتھ شریعت کے مطابق تعامل کیا، احسان کا معاملہ رکھا، مگر سب احسانات کے باوجود جب بھی کوئی ان سے دین سے متعلق بات شروع کرتا تو وہ کوئی ناول یا کتاب کھول لیتے اور اسلام کے بارے میں ایک لفظ بھی سننا نہیں گوارا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو بات کرنے والا بڑی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا کہ تھوڑی سی تو بات سن لیں، مگر وہ بالکل نہ سنتے۔ آغاز میں یہی ان کا معمول تھا، لہٰذا جلد ہی ساتھیوں نے دین سے متعلق باتیں چھوڑ دیں اور بس خاموشی کے ساتھ ان کی کتابوں میں قرآن کا انگریزی ترجمہ رکھ دیا۔ انہیں کہا بھی نہیں گیا کہ قرآن پڑھو، مگر چونکہ ان کے مطالعے کی رفتار بہت تیز تھی، اس لیے میز پر رکھی اپنی پسندیدہ کتابوں کو جب پڑھ چکے تو قرآنِ مجید کا بھی نمبر آ گیا۔ قرآن جب اٹھایا تو بلا مبالغہ، یہ شخص قرآن ہی کا ہو کر رہ گیا۔ پڑھتے گئے اور سوچتے گئے، یہاں تک کہ ایک دفعہ میں خود جب ملنے گیا اور میں نے گفتگو کی تو میری ہر تیسری بات پر کہتے کہ یہ قرآن میں بھی ہے، پھر خود قرآن کھولتے، وہ آیت نکالتے اور اس کے متعلق اپنے دل کی کوئی بات کرتے، ایسا کرتے ہوئے ان کی آنکھوں میں عجیب چمک ہوتی، بڑے دل سے وہ یہ ساری گفتگو کرتے۔ کئی دفعہ انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا، پھر خود سے اسلام سے متعلق مزید کتب کا مطالبہ کیا۔ ساتھیوں نے شیخ انور العولقی رحمہ اللہ کے دروس دیے، ان دروس میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کو مکمل سنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ جن کی زندگی قرآن ہی کی بدولت تبدیل ہوئی اور قرآن سننے کے بعد آپ ایمان لائے۔ غرض وارن وائن سٹائن کے اس سفر، مطالعۂ قرآن کے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک رات عشاء کے بعد انھوں نے پہرے دار مجاہد کو بلایا اور اسلام لانے کے اپنے ارادے کی خوش خبری سنائی۔ ساتھی خوشی سے بے حال ہو گیا۔ تکبیر کا نعرہ لگایا۔ روتے ہوئے اُنھیں سینے سے لگایا، مگر ساتھ ہی کہا کہ فلاں کے آنے تک انتظار کرنا چاہیے، (یہ اُس بھائی رحمہ اللہ کی خطا تھی مگر فرطِ مسرت کے سبب ہی اُس نے ایسا کہا)۔ وائن سٹائن نے کہا: "نہیں، میں ابھی اسی وقت اسلام لاتا ہوں، اگر ابھی مجھے موت آئی تو پھر کیا ہو گا؟"۔ یوں اُنھوں نے کلمہ پڑھا، مسلمان ہوئے اور بنی اسرائیل، اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہونے کے سبب خود سے اپنے لیے اسحاق نام تجویز کیا۔ یہاں یہ بھی عرض کروں کہ اسلام لانے سے پہلے ان کے ساتھ بیٹھنے اور بات کرنے سے عجیب گھِن محسوس ہوتی تھی، حالانکہ آپ صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے قبل ایک دفعہ میں ان کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ان کا کھانا آ گیا۔ انھوں نے مجھے بھی پیش کیا، میں نے از راہِ مروت ایک نوالہ لیا، نوالہ لینا تھا اور حالت اس حد تک میری خراب ہو گئی کہ بہانہ بنا کر کمرے سے باہر بھاگا اور باہر جا کر جو پہلے کھا چکا تھا وہ بھی قے کی صورت میں سب باہر نکل گیا (مسئلہ حلال یا حرام کا نہیں تھا، ظاہر ہے کہ ان کا کھانا حلال تھا اور مجاہد ساتھیوں نے ہی پکایا تھا، اہل کتاب کے ساتھ ایک برتن میں کھانا منع بھی نہیں، مگر اس کے باوجود یہ کچھ ہوا، اور غیر ارادی ہوا)۔ لیکن جب یہ مسلمان ہو گئے اور پہلی دفعہ آمنا سامنا ہوا تو اللہ کی قسم ایسی محبت مجھے دل

[1] صحیح مسلم

[2] ق:۸۔ ترجمہ: "تاکہ وہ اللہ سے لو لگانے والے ہر بندے کے لیے بصیرت اور نصیحت کا سامان ہو۔"

میں محسوس ہوئی جیسے اپنے والد کے ساتھ عرصے بعد مل رہا ہوں ، بے اختیار دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بغل گیر ہوئے، وہ مجھے چوم رہے تھے اور میں انہیں، اللہ اکبر وللہ الحمد!
میں نے جب اسلام لانے کی کیفیت پوچھی کہ کیسا محسوس کیا تو انھوں نے سفر ہدایت کی پوری کہانی سنائی اور فرمایا کہ جب میں نے کلمہ طیبہ پڑھا تو ایسا عجیب سکون اور قلبی راحت محسوس کی کہ زبان سے کہا کہ وہ کام ہو گیا جو ہونا چاہیے تھا! الحمد للہ، چاچا اسحاق نے چند دنوں میں پھر نماز سیکھی اور چند مہینوں میں پورا قرآن۔ نماز اور قرآن دونوں کو ترجمے کے ساتھ سیکھا، بلکہ لغت کے لحاظ سے تحلیل بھی ساتھ ساتھ کرتے [یعنی لغت (گرامر) کے اعتبار سے عبارت کو حل کرنا]، محبت ایسی ہو گئی کہ جب ملتے تو والد کی طرح گھر، بچوں کے احوال کا پوچھتے، بارش، برف اور گرمی وغیرہ......سب امور میں احتیاط کی نصیحت کرتے۔

قرآن کی تربیت میں......

ہمارے شیخ احمد فاروق بھائی رحمہ اللہ نے ان کے مسلمان ہونے کے بعد خصوصی ملاقات کی، دینی موضوعات پر تفصیلی بات چیت رہی، تحفے تحائف کا تبادلہ رہا......فاروق بھائی رحمہ اللہ کو ایک دفعہ ان کے کسی جاننے والے نے بیرون ملک سے بہت قیمتی چاکلیٹیں بھجوائیں، فاروق بھائیؒ نے اپنے لیے اس سے تھوڑی سی لے لیں اور باقی میرے حوالے کیں کہ یہ چاچا اسحاق کو دے دیں۔ میں نے چاچا کے حوالے کیں اور بتایا کہ یہ آپ کے ملک کی 'سوغات' ہے، پسند آئے گی۔ چاچا بہت خوش ہوئے مگر اُس میں سے بہت تھوڑا سا حصہ لیا اور باقی سب چاکلیٹیں ساتھیوں میں تقسیم کر دیں۔ میں ناراض ہوا کہ یہ کیوں؟ آپ کو رکھنی چاہیے تھیں، تو آپ نے قرآن کی یہ آیت سنائی، لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ [1]، پھر کہا کہ یہاں جو کچھ بھی ہے وہ آپ لوگوں (مجاہدین) کا ہے، میرا ذاتی کچھ نہیں، یہ چاکلیٹیں مجھے تحفے میں ملی ہیں، یہ میری ذاتی ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنی ذاتی چیز ساتھیوں کو دوں تاکہ مجھے اجر ملے۔
شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے انہیں مبارک باد اور محبت و نصیحت پر مبنی خط بھیجا اور ساتھ ہی کچھ رقم بھی بطورِ تحفہ بھیجی کہ اس سے وہ اپنے لیے کمپیوٹر، میز کرسی وغیرہ منگوا لیں۔ چاچا نے اس رقم میں سے دو تین ہزار اپنے پاس رکھ لیے اور باقی کا یہ سامان منگوایا۔ جو پیسے اپنے پاس رکھے تھے اُن سے ایک اچھی خوشبو منگوائی اور شیخ ایمن حفظہ اللہ کے نام خط لکھ کر یہ تحفہ ساتھ بھجوا دیا...... قرآن کی تلاوت، صوم وصلوٰۃ اور دینی علم کا حصول آپ کا روز مرہ معمول اور مشغلہ بن گیا، یہاں تک کہ جب شہید ہوئے تو شہادت پر بھی اللہ نے ان کی کرامت دکھائی، ان کے جسد سے ایسی خوشبو پھوٹی کہ پورے علاقے کے لوگ جسد دیکھنے آنا شروع ہو گئے۔

غرض مقصد یہ ہے کہ یہ قرآن آج بھی ہادی ہے، دل اچھا ہو اور اپنے قلب و بصر پر مصنوعی پردے نہ ڈالے جائیں، تو ہدایت مل جاتی ہے۔ ایک چاچا اسحاق کیا، خراسان سے لے کر یمن و مالی تک، صرف مجاہدین کی قید میں کتنے کفار مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سب اسی کتاب کا معجزہ ہے، اللہ ہمیں اس کتابِ عظیم سے ہدایت لینے والا بنائیں اور اللہ ہمیں صحیح معنوں میں اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے، آمین یارب العالمین۔

بقیہ: مع الأستاذ فاروق

ہشام بھائی کی اہلیہ میران شاہ میں تھیں اور ہشام بھائی بھی ایک دو دن بعد میران شاہ چلے گئے، ان کے یہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی جو قبل از پیدائش فوت ہو چکی تھی۔ ہشام بھائی کا ذکر پہلے کی نشستوں میں قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے۔
یہاں میں اکیلا تھا اور خراماں خراماں کاموں میں لگا رہا، یہاں تک کہ بقر عید کا موقع آ گیا۔ اس عید اور اس عید کے ساتھ ملحقہ غم کی رُت کا قصہ ان شاء اللہ اگلی محفل استاذ میں۔
و آخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العالمين.
و صلى الله على نبينا و قرة أعيننا محمد و على آله و صحبه و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[1] آل عمران: ۹۲۔ ترجمہ: ''تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔''

قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

’’کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟‘‘

(تعلیم، حکمِ تعلیم اور نظامِ تعلیم پر بحث کرتا ایک مقالہ)

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط حفظہ اللہ

باب ہفتم: سائنسی تعلیم کا حکم

مغربی فلسفہ اور سائنس کا تصور

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فلسفہ بھی آسمان و زمین اور کواکب و نجوم میں غور و فکر کی تلقین کرتا ہے اور قرآن و حدیث بھی آسمان و زمین میں تفکر اور تدبر کا حکم کرتے ہیں، مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شریعت کا حکم اس لیے ہے تاکہ مصنوع کو دیکھ کر صانع اور خالق کا پتہ لگاؤ۔ خود آسمان اور زمین کی معرفت مقصود نہیں۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

ترجمہ: ’’بے شک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے! تو نے یہ عبث نہیں بنایا، تو پاک ہے سب عیبوں سے۔ سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔‘‘

لہٰذا جو شخص آسمان و زمین میں اپنے خالق کو پہچاننے کے لیے غور و فکر کرے تو وہ عاقل اور دانا ہے، اور جس شخص کا مقصد محض آسمان کی اور زمین کی معرفت حاصل کرنا ہو وہ خدا کے نزدیک عاقل اور دانا نہیں۔ جبکہ فلسفہ اور سائنس کا مقصود محض آسمان و زمین اور کواکب و نجوم ہی کی معرفت ہے۔ خالق کی معرفت سے ان کو کوئی واسطہ اور سروکار نہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے قصرِ شاہی میں اگر کوئی مہمان آئے اور محل کی سیر کرے تو مہمان تمام چیزوں کو اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ یہ بادشاہ کی شان و شوکت کا مظہر ہیں اور بادشاہ سے ان کا تعلق ہے۔ اس کا مطمحِ اصلی بادشاہ ہے۔ جبکہ چور بھی شاہی محل میں داخل ہوتا ہے اور مہمان سے کہیں زیادہ غور و فکر سے شاہی محل کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن بادشاہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ محض وہ چیزیں ہی اس کا مطلوب اور مقصود ہوتی ہیں۔ نبی اور فلسفی میں یہی فرق ہے۔ خوب سمجھ لو۔

سائنسی اور فنی علوم اور ان کے نتائج

مولانا بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علوم الٰہیہ دینیہ کی برکات کے برعکس نرے عقلی اور فنی علوم و فنون کی ہلاک آفرینی، اور ایک ایسے لادین معاشرے کا جہنمی چہرہ جو انسانیت کے لیے نہ صرف باعثِ ننگ و عار بلکہ انتہائی بھیانک خد و خال بھی ہے، جو علومِ الٰہیہ دینیہ سے باغی اور خدا اور رسول ﷺ کی تعلیمات سے نہ صرف محروم بلکہ ان کی بیخ کنی کے درپے ہے۔ صرف نفسانی اغراض و خواہشات کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور ہے۔

حالانکہ فنی (سائنسی) علوم و فنون اختراعات اور ایجادات کی اس معراجِ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں کہ کائنات ارضی کو بزعم خود مسخر کر لینے کے بعد کائنات سماوی کی تسخیر کی تگ و دو میں مصروف و منہمک ہیں۔

ان فنی اور سائنسی علوم و فنون کی پیداوار کیا ہے اور ایسے لادینی معاشرہ کے خد و خال کیا ہیں؟ فرعونیت اور قہاریت ہے۔ بے پناہ ظلم و عدوان ہے۔ عالمگیر اقتدار و تسلط کا بھوت ہے۔ درندے بھی جس سے شرمائیں وہ بے رحمی اور قساوت ہے۔ جانور بھی جس سے کترائیں وہ خود غرضی اور نفس پرستی ہے۔ کمزور کشی اور استحصال بالجبر ہے۔ بے دریغ خونریزی اور جہاں سوزی ہے۔ عریاں درندگی اور بہیمیت ہے۔ یہ وہ انسانیت سوز نحوستیں اور لعنتیں ہیں جنھوں نے قیامت سے پہلے ہی اس روئے زمین کو جہنم بنا رکھا ہے۔ ان فراعنۂ وقت امریکہ، روس، اور برطانیہ وغیرہ طاغوتی قوتوں کے سیاہ کارنامے، ننگ انسانیت عزائم اور مادی طاقت کے مظاہرے آپ روزانہ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ان نرے مادی علوم و فنون کے ارتقاء اور سائنسی اکتشافات و ایجادات کی فراوانی نے اس وقت دنیا کو کس خطرناک دوراہے بلکہ جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا ہے! آپ کو معلوم ہے کہ روس میں امریکہ کو تباہ کرنے اور جہنم بنا دینے کے لیے غیر معمولی پاور کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور میزائل راکٹوں کے اندر فٹ جہاں سوزی کے لیے تیار رکھے ہوئے ہیں، اور امریکہ میں روس کو جہنم بنا دینے کے لیے ناقابلِ قیاس پاور والے آتش بار بم تیار رکھے ہوئے ہیں۔ صرف بٹن دبانے کی دیر ہے۔ آن کی آن میں امریکہ روس کو ہیروشیما اور روس امریکہ کو ہیروشیما بنا سکتا ہے۔ اور ان دونوں براعظموں میں برسنے والے بموں کے ذرات اور تابکاری کے اثرات یورپ اور ایشیا کو پھونک ڈالنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ ہے علوم آخرت کی گرفت سے آزاد محض عقلی اور سائنسی علوم و فنون اور سائنسی ارتقاء کا کارنامہ۔

ہاں، اگر علوم آخرت کے کنٹرول میں رہ کر ان کی سرپرستی و نگرانی میں یہ فنی اور سائنسی علوم و فنون اور ایجادات و اختراعات پروان چڑھیں اور ترقی کریں تو یقیناً یہ سائنسی علوم و فنون فلاح انسانیت اور خدمت خلق و مخلوق کے بہترین وسائل بن سکتے ہیں۔ اس لیے بھی علوم دینیہ کی درس گاہوں اور حاملین علوم نبوت یعنی علماءِ دین کا بابرکت وجود اس روئے زمین خصوصاً ملک پاکستان کے لیے ازبس ضروری اور ناگزیر ہے۔

سائنسی علوم کو تعلیم کا لازمی جزء سمجھنا حماقت ہے

آج کل سائنس کا بہت شور برپا ہے۔ ہر طرف سے سائنس اور علوم طبیعیہ کی صدائیں گونج رہی ہیں اور یہ خیال راسخ ہوتا ہے کہ سائنسی علوم، تعلیم و تربیت کا ایک اہم جزء ہیں جن کے بغیر ہر قسم کی تعلیم بے معنی ہے۔ یہ بھی باور کرایا جارہا ہے کہ تعلیمی نظام میں علمی سائنس اور عملی سائنس دونوں کی شدید ضرورت ہے۔ نیز جس طرح سابق اسلامی ادوار میں ریاضی اور ہیئت و فلکیات کے بڑے بڑے ماہر پیدا ہوئے ہیں اور طرح طرح کی فنی رصد گاہیں مسلمانوں نے بنائی ہیں آج کیوں مسلمانوں کا دامن ان کمالات سے خالی ہے؟

اس طرح کے افکار و نظریات آج کل عام جرائد و مجلات کے صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ جہاں تک علمی و عملی سائنس کی اہمیت کا تعلق ہے، اس سے انکار کرنا حماقت و جہالت ہے۔ مگر اسی کے ساتھ سائنسی علوم کو ہر قسم کی تعلیم و تربیت کے لیے لازمی جزء سمجھنا شاید اس کا بھی حماقت و جہالت سے کم درجہ نہ ہوگا۔

ایمان کے بغیر سائنسی علوم کا فائدہ نہیں

البتہ ان علوم طبیعیہ و سائنسی علوم و فنون کا اس زندگی میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ ہے کہ یہ علوم اور ان کے ذریعے سے حاصل ہونے والے نو بہ نو انکشافات حق تعالیٰ کے کمال قدرت، کمال علم اور حقائق الٰہیہ کی معرفت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس کارخانۂ قدرت اور محیر العقول نظام کائنات میں حق تعالیٰ کی قدرت کے وہ رازہائے سربستہ ان کے ذریعہ منکشف ہوتے ہیں جو معجزات کا کام دیتے ہیں۔ اور ایمان کامل، یقین محکم، طمانیت دل و دماغ اور رسوخ ایمانی جیسے عظیم اور حیرت انگیز ثمرات ان کی بدولت میسر آتے ہیں، اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی حجت منکرین و کافرین پر پوری ہو جاتی ہے۔

لیکن تجربہ اس کا شاہد ہے کہ جو حضرات پہلے سے مشرف بہ ایمان ہیں ان کے لیے تو یہ رسوخ ایمان کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن جو لوگ سعادت ایمان سے محروم ہوتے ہیں ان کے لیے نفس ایمان کا ذریعہ بھی نہیں بنتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سائنس دان حق تعالیٰ کے اس کارخانۂ ملکوت میں اس حیرت انگیز نظام کے اسرار و غوامض پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان میں سے کسی ایک کو بھی ایمان کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایمان تو کیا حقیقی معنی میں وہ انسان بننا بھی نصیب نہیں ہوتا جس کے پہلو میں دل اور دل میں رحم و عاطفہ انسانیت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ حاضر کے تمام تر سائنس دانوں کی یہ گوناگوں ایجادات آج نسل انسانی کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ دنیا کو تباہی کے کنارے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ (اس کا اندازہ ایٹمی ملکوں کے باہمی مقابلہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے)۔ اس تفصیل سے یہ بات بھی خیال میں آگئی ہوگی کہ سب سے زیادہ مقدم روح کی اصلاح و تربیت ہے۔ اس کے بعد ہی جدید علوم عصریہ مفید ہو سکتے ہیں۔

عصری اور طبعی علوم کی شرائط

[اگرچہ یہاں مولانا کاندھلویؒ دینی مدارس میں (بہ امر مجبوری) عصری اور طبعی علوم پڑھانے کے بارے میں فرمارہے ہیں لیکن یہ تمام قسم کے تعلیمی اداروں میں عصری علوم پڑھانے کی شرائط ہیں جس کی تائید آگے پروفیسر محمد سلیم صاحب کرتے ہیں]

جدید فلسفہ اور سائنس اور جغرافیہ اور تاریخ بھی اگر داخل نصاب کر لی جائے تو شرط یہ ہے کہ:

1. اس کی تعلیم دینی تعلیم کے تابع ہو۔
2. دوم یہ کہ اس کتاب کی زبان مغضوب علیہم اور ضالین کی زبان نہ ہو۔ یعنی کہ یہود اور نصاریٰ کی زبان نہ ہو۔
3. سوم یہ کہ اس فلسفے کے استاد کا رنگ اسلامی ہو انگریزی نہ ہو۔ صبغة الله ومن احسن من الله صبغه۔ اور قرآن و حدیث کافروں کے تشبہ کی ممانعت سے بھرا پڑا ہے۔

جبکہ پروفیسر محمد سلیم علوم عصریہ کے نصاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

نصاب تعلیم میں قوم کے اساسی تصورات عکس ریز ہوں۔ قوم کے نزدیک کائنات کی حیثیت کیا ہے۔ نوع انسانی کا کیا مقام ہے۔ زندگی کے آغاز اور انجام کے تصورات کیا ہیں۔ حقیقت کبریٰ کا تصور کیا ہے۔ اسلام کے بنیادی تصورات یہ ہیں کہ اس کائنات کا خالق مالک اور مدبر اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ دنیاوی زندگی ایک آزمائش ہے۔ جس کا نتیجہ آخرت میں دوسری زندگی میں ظاہر ہوگا۔ ہر مضمون میں بنیادی افکار کی جھلک نمایاں ہو۔

اس غرض کے لیے ان علوم کی تدوین، ترتیب اور تعبیر خالص اسلامی نقطۂ نظر سے کی جائے۔ یہ کام صرف راسخ العقیدہ مسلمانوں کو سونپا جائے۔ ایسے لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی تدریس کی اجازت ہو۔ جو لوگ اس نقطۂ نظر کے حامل نہ ہوں یا اسلام کے دائرے سے خارج ہوں ان کی کتب نہ پڑھائی جائیں۔ کافروں، منافقوں اور مذبذبین سے ہرگز یہ خدمت نہ لی جائے۔ اس معاملے میں کسی جھجک اور تذبذب کا مظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ اسرائیل کی ریاست نے یہودی دائرۃ المعارف (Jewish Encyclopaedia) تیار کرائی جس کے لکھنے والوں میں کوئی غیر یہودی نہیں ہے۔ اور یہودیوں میں بھی صرف وہ جو مسلکِ صہیونیت کے ماننے والے ہیں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

نصرتِ الٰہی سے محرومی کے اسباب

حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

شہیدِ عالمِ ربّانی، حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری، نوّر اللہ مرقدہٗ ایک متبحر عالمِ دین تھے اور غلبۂ اسلام کے حامی و داعی تھے۔ آپ منکرات کو روکنے والے اور فتنوں کے آگے بند باندھنے والی شخصیت تھے۔ اپنی شہادت سے قبل آپ نے ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت یوسف کذاب اور اس کے خلفا کا پردہ چاک فرمایا اور اس کذاب و دجال کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک، اور امریکی فرنٹ لائن اتحادی فوج کے خاص 'چاپلوس و چمچے'، بر اس ٹیکس نامی ادارے کے سربراہ 'زید حامد' کے دجل و فریب کو بھی امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کے سامنے آشکارا کیا۔ حمایت و دعوتِ غلبۂ اسلام اور یوسف کذاب کے خلیفۂ کذاب اور خفیہ ایجنسیوں کے پروردہ زید حامد کے دجل کو فاش کرنے کے جرم میں پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے اہل کاروں نے آپ کو کراچی کی ایک شاہراہ پر آپ کے فرزند سمیت سال ۲۰۱۰ء کے نصفِ اول میں شہید کر دیا۔ اللہ پاک آپ کی سعادت والی زندگی اور شہادت والی موت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں (نحسبہ کذالک واللہ حسیبہٗ!) اور آپ کی اشاعت وغلبۂ دین کی فکر کو عام فرمائیں، آمین یاربّ العالمین! مولانا شہید ایک طویل عرصے (تادمِ شہادت) ماہنامہ 'بیّنات' کے مدیر رہے اور زیرِ نظر مضمون بھی بینات ہی سے حاصل کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

گزشتہ دنوں روزنامہ جنگ کراچی کے توسط سے جناب ندیم احمد (کراچی) کا ایک مختصر مگر چبھتا ہوا سوال موصول ہوا کہ:

> "آج کل پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے اور یہ ظلم کرنے والے غیر مسلم ہیں تو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آتی؟"

بلاشبہ یہ سوال آج کل تقریباً ہر دین دار مسلمان کی زبان پر ہے اور اس کے دل و دماغ کو پریشان کیے ہوئے ہے اور اسے سمجھ نہیں آتا کہ اگر مسلمان حق پر ہیں اور یقیناً حق پر ہیں، تو ان کی مدد کیوں نہیں کی جاتی اور ان کے اعدا و مخالفین یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین، جو یقیناً باطل پر ہیں، کے خلاف اللہ تعالیٰ کا جوشِ انتقام حرکت میں کیوں نہیں آتا اور ان کو تہس نہس کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ یا کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں پر فوقیت و برتری کیوں کر حاصل ہے اور ان کو اس قدر ڈھیل کیوں دی جارہی ہے؟ اس کے برعکس مسلمانوں کو روز بروز ذلت و ادبار کا سامنا کیوں کر ہے؟

اس سوال کے جواب میں راقم الحروف نے جو کچھ لکھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے قارئینِ بینات کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، ملاحظہ ہو:

برادر عزیز! آپ کا سوال معقول اور بجا ہے، کیونکہ اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں پر جس قدر مظالم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں اور مسلمان جس قدر ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، شاید ہی کسی دوسری قوم پر کبھی ایسا وقت آیا ہو؟ اس سب کے باوجود مسلمانوں کے حق میں اللہ کی مدد کا نہ آنا، واقعی قابلِ تشویش ہے، اور آپ کی طرح ہر مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہے۔

لہٰذا آپ کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا، اگر آپ نے ان کو ذہن نشین کر لیا تو امید ہے کہ ان شاء اللہ آپ کو مسلمانوں کے حق میں اللہ کی مدد نہ آنے کے اسباب و وجوہ سمجھ آجائیں گے۔

دراصل یہاں دو امور ہیں، ایک یہ کہ تمام مسلمان عموماً اللہ تعالیٰ کی مدد سے کیوں محروم ہیں؟ دوسرے یہ کہ خاص طور پر وہ نیک صالح مسلمان، جو واقعی اللہ تعالیٰ کے دین کے محافظ ہیں، ان پر مصائب و بلایا کے پہاڑ کیوں توڑے جارہے ہیں؟ ان کے حق میں اللہ کی مدد آنے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اور ان کے دشمنوں کو اس قدر ڈھیل کیوں دی جارہی ہے؟

اول: سب سے پہلے یہ کہ تمام مسلمان اللہ کی مدد سے کیوں محروم ہیں؟

اس سلسلہ میں عرض ہے:

1. اس وقت مسلمان من حیث القوم مجموعی اعتبار سے تقریباً بد عملی کا شکار ہو چکے ہیں۔
2. اس وقت مسلمانوں میں ذوقِ عبادت اور شوقِ شہادت کا فقدان ہے، بلکہ مسلمان بھی (الّا ماشاء اللہ) کفار و مشرکین کی طرح موت سے ڈرنے لگے ہیں۔
3. اس وقت تقریباً مسلمانوں کو دین، مذہب، ایمان، عقیدہ سے زیادہ اپنی، اپنی اولاد اور اپنے خاندان کی دنیاوی راحت و آرام کی فکر ہے۔
4. آج کل مسلمان (الّا ماشاء اللہ) موت، مابعد الموت، قبر، حشر، آخرت، جہنم اور جنت کی فکر و احساس سے بے نیاز ہو چکے ہیں اور انہوں نے کافر اقوام کی طرح اپنی کامیابی و ناکامی کا مدار دنیا اور دنیاوی اسباب و ذرائع کو بنا لیا ہے، اس لیے تقریباً سب ہی اس کے حصول و تحصیل کے لیے دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔
5. اس وقت (الّا ماشاء اللہ) مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد، بھروسہ اور توکل نہیں رہا، اس لیے وہ دنیا اور دنیاوی اسباب و وسائل کو سب کچھ باور کرنے لگے ہیں۔
6. جب سے مسلمانوں کا اللہ کی ذات سے رشتۂ عبدیت کمزور ہوا ہے، انہوں نے عبادات و اعمال کے علاوہ قریب قریب سب ہی کچھ چھوڑ دیا ہے، حتیٰ کہ بارگاہِ الٰہی میں رونا، بلبلانا اور دعائیں مانگنا بھی چھوڑ دیا ہے۔
7. جس طرح کفر و شرک کے معاشرے اور بے خدا قوموں میں بدکرداری، بدکاری، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، حرام کاری، حرام خوری، جبر، تشدد، ظلم اور ستم کا دور دورہ ہے، ٹھیک اسی طرح نام نہاد مسلمان بھی ان برائیوں کی دلدل میں سر تاپا غرق ہیں۔

8. معدودے چند، اللہ کے جو بندے، اس غلاظت کدہ میں نور کی کرن اور امید کی روشنی ثابت ہوسکتے تھے، ان پر اللہ کی زمین تنگ کر دی گئی، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جو مسلمان قرآن و سنت، دین و مذہب کی پاس داری اور اسوۂ نبوت کی راہ نمائی میں زندگی گزارنا چاہتے تھے، انہیں تشدد پسند، دہشت گرد، رجعت پسند اور ملک وملت کے دشمن وغیرہ کہہ کر ٹھکانے لگادیا گیا۔

9. نام نہاد مسلمانوں نے کافر اقوام کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اور ان کی ترجمانی کا فریضہ انجام دے کر دین و مذہب سے وابستگی رکھنے والے مخلصین کے خلاف ایسا طوفانِ بدتمیزی برپا کیا اور ان کو اس قدر مطعون وبدنام کیا کہ کوئی سیدھا سادہ مسلمان، اسلام اور اسلامی شعائر کو اپناتے ہوئے بھی گھبراتا ہے۔

10. اسلام دشمن میڈیا، اخبارات، رسائل و جرائد میں اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر خطرناک، نقصان دہ، ملک وملت دشمن اور امن مخالف باور کرایا گیا کہ اب خود مسلمان معاشرہ ان کو اپنانے اور گلے لگانے پر آمادہ نہیں۔

11. مادیت پسندی نے نام نہاد مسلمان کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ اب اس کو حلال و حرام کی تمیز تک نہیں رہی، چنانچہ (اِلّا ماشاءاللہ) اب کوئی مسلمان حلال و حرام کی تمیز کرتا ہو، اس لیے مسلم معاشرہ میں بھی، سود، جوا، رشوت، لاٹری، انعامی اسکیموں کا دور دورہ ہے۔

12. جو لوگ سود خوری کے مرتکب ہوں، اللہ تعالیٰ کا ان کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ ظاہر ہے جو مسلمان سود خور ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے حالت جنگ میں ہیں، اور جن لوگوں سے اعلانِ جنگ ہو، کیا ان کی مدد کی جائے گی؟

13. جو معاشرہ عموماً چوری ڈکیتی، مار دھاڑ، اغوا برائے تاوان، جوئے، لاٹری، انعامی اسکیموں اور رشوت پر پل رہا ہو، اور جہاں ظلم و تشدد عروج پر ہو، جہاں کسی غریب کی عزت و ناموس اور مال و دولت محفوظ نہ ہو، وہاں اللہ کی رحمت نازل ہو گی یا اللہ کا غضب؟ پھر یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ کفر کے ساتھ حکومت چل سکتی ہے، مگر ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس لیے کہ اللہ کی مدد مظلوم کے ساتھ ہوتی ہے، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور ظالم چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اللہ کی مدد سے محروم ہوتا ہے۔

14. جس قوم اور معاشرے کی غذا، لباس، گوشت، پوست حرام مال کی پیداوار ہوں، ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”عن ابی ہریرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان الله طيب لا يقبل الا طيباً، وان الله امر المؤمنين بما امر به المرسلين فقال: ’يا ايها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا‘ وقال تعالى: ’يا ايها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم‘ ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديه الى السماء يارب، يارب، ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذى بالحرام فانى يستجاب لذالک، رواه مسلم.“ (مشکوٰۃ، ص:241)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک، پاکیزہ ہیں اور پاک، پاکیزہ ہی قبول فرماتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’اے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اعمال صالحہ کرو‘ اسی طرح مومنوں سے فرمایا: ’اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کی وجہ سے غبار آلود اور پراگندہ بال ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: اے رب!، اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور اس کی غذا حرام کی ہے، تو اس کی دعا کیوں کر قبول ہو گی؟“

15. بایں ہمہ وہ مقبولانِ الٰہی، جو مخلوق خدا کی اس مجبوری اور مقہوری پر کڑھتے ہیں، روتے ہیں، بلبلاتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعائیں کرنا چاہتے ہیں، ان کو بارگاہ الٰہی سے یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ اپنی ذات کے لیے اور اپنی ضرورت کے لیے دعا کرو، میں قبول کروں گا لیکن عام لوگوں کے حق میں تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

”عن انس بن مالک رضي الله تعالى عنه مرفوعاً قال: يأتى على الناس زمان يدعوا المؤمن للجماعة فلا يستجاب له، يقول الله: ادعنى لنفسک ولما يحزبک من خاصة امرک فاجيبک، واما الجماعة فلا! انهم اغضبونى. وفى رواية: فانى عليهم غضبان.“ (کتاب الرقائق ص:155،384)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مومن، مسلمانوں کی جماعت کے لیے دعا کرے گا، مگر قبول نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو اپنی ذات کے لیے اور اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لیے دعا کر، میں قبول کروں گا، لیکن عام لوگوں کے حق میں قبول نہیں کروں گا، اس لیے کہ انہوں نے مجھے ناراض کر لیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان سے ناراض ہوں۔“

16. پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ آسمان سے اچھے یا بُرے فیصلے اکثریت کے عمل اور بد عملی کے تناظر میں نازل ہوتے ہیں، اس لیے بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشرہ کی اکثریت کے اعمال و افعال اور سیرت و کردار کا کیا حال ہے؟ کیا ایسا معاشرہ جہاں دین، دینی اقدار کا مذاق اڑایا جاتا ہو، جہاں قرآن و سنت کا انکار کیا جاتا ہو، جہاں اس میں تحریف کی جاتی ہو، جہاں ان کو من مانے مطالب، مفاہیم اور معانی پہنائے جاتے ہوں، جہاں حدود اللہ کا انکار کیا جاتا ہو، جہاں سود کو حلال اور شراب کو پاک کہا جاتا ہو، جہاں زناکاری و بدکاری کو تحفظ ہو، جہاں ظلم و تشدد کا دور دورہ ہو، جہاں مسلمان

کہلانا دہشت گردی کی علامت ہو، جہاں بے قصور معصوموں کو کافر اقوام کے حوالہ کیا جاتا ہو، جہاں بدکار و مجرم معزز اور معصوم ذلیل ہوں، جہاں توہین رسالت کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا جاتا ہو، جہاں باغیانِ نبوت کو اقتدار کی چھتری مہیا ہو، جہاں محافظین دین و شریعت کو پابند سلاسل کیا جاتا ہو، جہاں کلمۂ حق کہنے والوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جاتا ہو، جہاں کافر اقوام کی کاسہ لیسی کی جاتی ہو، جہاں یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لیے مسلم ممالک پر اسلام دشمنوں کی چڑھائی کو سندِ جواز مہیا کی جاتی ہو، جہاں دینی مدارس و مساجد پر چڑھائی کی جاتی ہو، ان پر بمباری کی جاتی ہو، ہزاروں معصوموں کو خاک و خون میں تڑپایا جاتا ہو، ان پر فاسفورس بم گرا کر ان کا نام و نشان مٹایا جاتا ہو، جہاں مسلمان طالبات اور پردہ نشین خواتین کو درندگی کا نشانہ بنایا جاتا ہو، ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی جاتی ہو، ان کے جسم کے چیتھڑے اڑائے جاتے ہوں، ان کو دفن کرنے کے بجائے ان کی لاشوں کو جلایا جاتا ہو، جہاں تاتاری اور نازی مظالم کی داستانیں دہرائی جاتی ہوں، جہاں دین دار طبقہ اور علما و صلحا پر زمین تنگ کی جاتی ہو، جہاں اغیار کی خوشنودی کے لیے اپنے شہریوں کے خلاف آپریشن کلین اپ کیے جاتے ہوں، جہاں ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نقل مکانی پر مجبور کیا جاتا ہو، جہاں دین و شریعت کا نام لینا جرم اور عریانی و فحاشی، پتنگ بازی اور میراتھن ریس کی سرپرستی کی جاتی ہو، جہاں عریانی و فحاشی کو روشن خیالی و اعتدال پسندی کا نام دیا جاتا ہو، جہاں دینی مدارس بند اور قحبہ خانے کھولے جاتے ہوں، جہاں عوام نانِ شبینہ کے محتاج ہوں اور اربابِ اقتدار ۲۰/۲۰ لاکھ روپے ایک رات ہوٹل کے قیام کا کرایہ ادا کرتے ہوں، جہاں اپنے اقتدار اور حکومت کے تحفظ کے لیے دین و مذہب اور شرم و حیا کی تمام حدود کو پھلانگا جاتا ہو، وہاں اللہ کی رحمت نازل ہو گی یا اللہ کا عذاب و عقاب؟؟؟

بلاشبہ آج کا دور دجالی فتنے اور نئے نئے نظریات کا دور ہے، زمانہ بوڑھا ہو چکا، ہم جنس پرستی کو قانونی جواز حاصل ہو چکا، ناچ گانے کی محفلیں عام ہو چکیں، دیکھا جائے تو یہ قرب قیامت کا وقت ہے، اس وقت مسلمانوں سے اللہ کی حفاظت و مدد اٹھ چکی ہے، مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ اللہ کی ناراضگی، ظاہر داری، چاپلوسی، انانیت، خود پسندی اور امت کے زوال کا وقت ہے، فتنہ و فساد عروج پر ہیں، خیر سے محروم لوگوں کی کثرت ہے اور خدا کی لعنت و غضب کا وقت ہے، اور یہود و نصاریٰ کی نقالی کامیابی کی معراج شمار ہونے لگی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسے لوگوں اور معاشرے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ایسے ہی دور کے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ:

”عن مرداس الاسلمی رضي الله تعالى عنه قال النبی صلى الله عليه وسلم: يذهب الصالحون الاول فالاول، وتبقیٰ حفالة كحفالة الشعير او التمر لا يباليهم الله بالة.“ (صحيح بخاری کتاب الرقائق، ص:952، ج:2)

”حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ یکے بعد دیگرے رخصت ہوتے جائیں گے، جیسے چھٹائی کے بعد ردی جو یا کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں، ایسے ناکارہ لوگ رہ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پروا نہیں کرے گا۔“

17. اس کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ ضرور ہے لیکن ساتھ ہی اللہ کی مدد آنے کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ○ (سورۃ محمد: ۷)

”اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے، اور تمہارے قدموں کو ثابت (مضبوط) کریں گے۔“

لہٰذا جب سے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد چھوڑ دی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں سے اپنی رحمت و عنایت اور مدد کا ہاتھ اٹھالیا ہے، چنانچہ آج ہر طرف مسلمانوں پر کافر اس طرح ٹوٹ رہے ہیں جس طرح دسترخوان پر چنے ہوئے کھانے پر لوگ ٹوٹتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

”عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يوشك الامم ان تداعیٰ عليكم كما تداعی الآكلة الی قصعتها، فقال قائل: ومن قلة نحن يومئذٍ؟ قال: بل انتم يومئذٍ كثير! ولكنكم غثاء كغثاء السيل، ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم، وليقذفن الله فی قلوبكم الوهن! فقال قائل: يارسول الله! وما الوهن؟ قال: حب الدنيا وكراهية الموت!“ (ابوداؤد ص:59)

”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ وقت قریب آتا ہے، جب تمام کافر قومیں تمہارے مٹانے کے لیے (مل کر سازشیں کریں گی) اور ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے دسترخوان پر کھانا کھانے والے (لذیذ) کھانے کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہو گا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہو گے، البتہ تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ناکارہ ہو گے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دیں گے، اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دیں گے، کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! بزدلی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔“

بتلایا جائے جس معاشرے کا یہ حال ہو، اور جن مسلمانوں کے اعمال و اخلاق کا یہ منظر نامہ ہو، وہاں اللہ کی مدد آئے گی یا اللہ کا عذاب؟

دوم: رہی یہ بات کہ کفار و مشرکین اور اغیار کے مظالم کا شکار صرف اور صرف دین دار مسلمان ہی کیوں ہیں؟

اگر بد کردار مسلمانوں اور اربابِ اقتدار نے اللہ کو ناراض کر رکھا ہے تو ان کی سزا ان ننھے معصوموں کو کیوں دی جاتی ہے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آتی؟ چاہیے تو یہ تھا کہ جرم و سزا کے فلسفے کے تحت سزا بھی ان ہی لوگوں کو دی جاتی جنہوں نے اللہ کو ناراض کر رکھا ہے، مگر اس کے برعکس ہو یہ رہا ہے کہ نیک صالح مسلمان، اور دین و مذہب کے متوالے، کفار کے مظالم کی تلوار سے ذبح ہو رہے ہیں، ان کو بے نام کیا جا رہا ہے، ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے، ان کی جان و مال اور عزت و ناموس برباد کی جا رہی ہے، ان پر اللہ کی زمین تنگ کی جا رہی ہے، اپنے اور پرائے سب ہی ان کے دشمن اور ان کی جان کے پیاسے ہیں، کوئی بھی ان کے لیے کلمۂ خیر کہنے کا روادار نہیں ہے، بلکہ ان پر ہر طرف سے آگ و آہن کی بارش اور بارود کی یلغار ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟؟

اسی طرح ارشاد الٰہی: "الا ان نصراللہ قریب"......بے شک اللہ کی مدد قریب ہے......کا وعدہ کب پورا ہو گا؟

اس سلسلے میں بھی چند معروضات پیش کرنا چاہوں گا:

1. دنیا باخدا مسلمانوں کے لیے قید خانہ اور کفار و مشرکین کے لیے جنت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابی هريرة رضى الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر" (ترمذى ص:56 ج:2)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

یعنی دنیا میں عموماً کافر کی نسبت، ایک مومن کو آفات و مصائب کا سامنا زیادہ کرنا پڑتا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ کافر کا دنیاوی کروفر اور راحت و آرام اور مومن کی تکلیف و تعذیب کو دیکھ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے، بلکہ مومن کی دنیا کی تکلیف و تعذیب اور مصائب و آلام کا، اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کے ظاہری کروفر، خوش عیشی اور راحت و آرام کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو سمجھ میں آ جائے گا کہ جس طرح کافر کی دنیاوی راحت و آسائش کی، اس کی جہنم کی سزا کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں، اسی طرح مسلمان کی دنیا کی عارضی تکالیف و مشکلات اس کی جنت اور آخرت کی راحت و آرام کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

2. دنیا دارالعمل اور آخرت دارالجزاء ہے اور ظاہر ہے جو شخص عملی میدان میں جتنا محنت و مشقت اور جہد و مجاہدہ برداشت کرے گا، بعد میں اسی تناسب سے اسے راحت و آرام میسر آئے گا اور جو شخص میدانِ عمل میں جتنا کوتاہی کرے گا، بعد میں اسی تناسب سے اُسے ذلت و رسوائی اور فضیحت و شرمندگی کا سامنا کرنا ہو گا، ٹھیک اسی طرح مقربین بارگاہِ خداوندی کو بھی آخرت کی کھیتی یعنی دنیا میں جہد مسلسل اور محنت و مشقت کا سامنا ہے، مگر عاقبت و انجام کے اعتبار سے جلد یا بدیر راحت و آرام ان کا مقدر ہو گا، دوسری طرف کافر اگرچہ یہاں ہر طرح کی راحت و آرام سے سرفراز ہیں، مگر مرنے کے ساتھ ہی عذاب جہنم کی شکل میں ان کی راحت و آرام اور ظلم و عدوان کا ثمرہ ان کے سامنے آ جائے گا۔

3. کسی مسلمان کی تخلیق کا مقصد دنیا اور اس کی راحتوں کا حصول نہیں، بلکہ مسلمان کو جنت اور جنت کی لازوال و ابدی نعمتوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور جنت کا حصول کچھ آسان نہیں، بلکہ جنت کے سامنے یا اردگرد مشکلات و مصائب کی باڑھ لگائی گئی ہے اور دوزخ کے اردگرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"عن انس رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات." (ترمذى ص:80 ج:2)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گرد ناگواریوں اور مشقتوں کی باڑھ کی گئی ہے، اور دوزخ کے گرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے۔"

اس لیے کسی نیک صالح مسلمان کا دنیا میں مشکلات و مصائب اور مکروہات سے دوچار ہونا دراصل حصولِ جنت میں کامیابی کی نشانی ہے، اور کفار و مشرکین اور معاندین کے لیے دنیاوی راحت و آرام یا خواہشات نفسانیہ کا مہیا ہونا ان کے عذابِ نار و سقر سے دوچار ہونے کی علامت ہے۔

4. بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آخرت کے عذاب سے بچانے کے لیے دنیا ہی میں انہیں مصائب و تکالیف میں مبتلا فرماتے ہیں' تاکہ اس کی کمی کوتاہیوں کا معاملہ یہیں نمٹ جائے اور آخرت میں ان کو کسی عذاب سے دوچار نہ ہونا پڑے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن انس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا اراد الله بعبده الخير عجل له العقوبة فى الدنيا، واذا اراد الله بعبده الشر امسک عنه بذنبه حتى يوافى به يوم القيامة.وبهٰذا الاسناد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ان عظم الجزاء مع عظم البلاء، وان الله اذا احب قوماً ابتلاهم، فمن رضى فله الرضا ومن سخط فله السخط." (ترمذى، ج:2)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، تو دنیا میں ہی اس کو فوری سزا دے دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہ کی سزا موخر کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو پوری سزا دیں گے۔ نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو جتنی بڑی ابتلا پیش آئے،

اتنی بڑی جزا اس کو ملتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اسے مصائب و آلام سے آزماتے ہیں، پس جو شخص ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے اور جو شخص ناراض ہوا اس کے لیے ناراضی ہے۔"

اس حدیث کی تشریح میں حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے: ایک یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی سزا دنیا ہی میں دے دیتے ہیں، اس کی سزا کو آخرت پر نہیں اٹھا رکھتے، بلکہ مختلف مصائب میں اس کو مبتلا کر کے پاک وصاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، اور اگر لکھنے والے کے ہاتھ سے قلم گر جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کسی بندۂ مومن کو کوئی تکلیف اور صدمہ یا پریشانی پیش آئے اسے اپنے گناہوں کا خمیازہ سمجھنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ بندۂ مومن کا مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، بلکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کے گناہوں کے کفارہ کا دنیا ہی میں انتظام فرمادیا۔ اس کے برعکس جس بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے گناہوں کے باوجود ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں، وہ احمق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت معزز ہے حالانکہ اس کے ساتھ مکر و استدراج کا معاملہ ہو رہا ہے کہ اس کی معصیتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اسے ڈھیل دی جارہی ہے، اور قیامت کے دن جب بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا، اسے اس کی بدعملیوں کا پورا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا، الا یہ کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و احسان سے عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے (بہ شرط یہ کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کفر و شرک کی معافی نہیں ہے۔ ناقل)۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی حق تعالیٰ شانہ کا لطف قہر کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی قہر لطف کی شکل میں، اس نکتہ کو حضرات عارفین خوب سمجھتے ہیں، ورنہ عام لوگوں کی نظر اس پر نہیں جاتی۔" (دنیا کی حقیقت ص:۱۹۷،۱۹۸، ج:۱)

5. دنیا کا اصول ہے کہ جس سے زیادہ تعلق خاطر ہو یا جس کو کسی لائق بنانا ہو، اس کو کڑی آزمائش و امتحان سے گزارا جاتا ہے، اور اس کی چھوٹی چھوٹی حرکت و سکون پر گرفت کی جاتی ہے، چنانچہ اسی موقع پر فرمایا گیا ہے کہ: "حسنات الابرار سیئات المقربین" ......ابرار کی نیکیاں مقربین کی سیئات شمار ہوتی ہیں۔ یعنی مقربین کا مقام اتنا اونچا ہے کہ جو کام ابرار کریں اور وہ نیکی کہلائے، اگر وہی کام مقربین کریں تو ان کے درجہ کے اعتبار سے وہ بھی سیئہ اور گناہ شمار ہوتا ہے، گویا نیک و صالح مسلمان درجۂ قرب الٰہی پر فائز ہیں اور ان کو آخرت میں جن مراتبِ عالیہ سے سرفراز کرنا ہے، دنیاوی تکالیف و مشکلات کی بھٹی میں ڈال کر ان کو کندن بنانے کی سعی کی جارہی ہے۔

6. جس کا جتنا اللہ تعالیٰ سے قرب ہوگا اس کو اسی تناسب سے مصائب و بلایا اور شدائد و محن سے دوچار کیا جائے گا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن مصعب بن سعد عن ابیه قال قلت، یا رسول اللّٰه! ای الناس اشد بلاءً؟ قال: الانبیاء ثم الأمثل فالأمثل، فیبتلی الرجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلباً اشتد بلائه، وان کان فی دینه رقة ابتلی علی حسب دینه، فما یبرح البلاء بالعبد حتی یترکه یمشی علی الارض وما علیه خطیئة." (ترمذی، ج:2، ص:62)

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ فرمایا: انبیاعلیہم السلام کی، پھر جو ان سے قریب تر ہو، پھر جو ان سے قریب تر ہو، آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے، پس اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہو تو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے، اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اسے اس کے دین کے بقدر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کو ایسا کر کے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔"

اس لیے موجودہ کیا، ہمیشہ سے مصائب و مشکلات اور شدائد و محن اللہ کے مقربین کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

7. بعض اوقات مقربین بارگاہِ الٰہی کے پیمانۂ خلوص، اخلاص، صبر، تحمل، تسلیم، رضا، عزم، ہمت، دینی پختگی اور تصلّب کو ناپنے کے لیے ان پر امتحانات و آزمائشیں آتی ہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

اَ. وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ (سورۃ البقرہ:۱۵۵)

"اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے۔ اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں۔"

ب. الم ○ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ○ (سورۃ العنکبوت:۱-۳)

"کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے، اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے، سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جھوٹوں کو۔"

ج. ”عن خباب بن الارت قال: شكونا الى النبى صلّى الله عليه وسلم وهو متوسّد بردةً له فى ظلّ الكعبة فقلنا: الا تستنصر لنا، الا تدعو الله لنا؟ قال كان الرّجل فى من قبلكم يحفر له فى الارض فيجعل فيها فيجاء بالمنشار فيوضع على رأسه فيشق باثنين وما يصدّه عن دينه، ويمشط بامشاط الحديد مادون لحمه من عظم او عصب وما يصده ذلک عن دينه ...“ (صحيح بخارى، ص:510، ج:1)

”حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں اپنی چادر اوڑھے ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، کہ ہم نے آپ سے (کفار کے مظالم کی شکایت کرتے ہوئے) عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد اور دعا کیوں نہیں مانگتے؟...... آپ یہ سن کر ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے ......اور فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا، اسے اس میں کھڑا کیا جاتا اور اس کے سر پر آری چلا کر اسے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا، مگر یہ سب کچھ اس کو اس کے دین سے نہ ہٹا سکا، اسی طرح کسی کے جسم پر لوہے کی کنگھی چلا کر اس کا گوشت اور پٹھے اس کی ہڈیوں سے اُدھیڑ دیے جاتے، مگر یہ سب کچھ اس کو اس کے دین سے نہیں ہٹا سکتا۔“

گویا ان حضرات کو اپنے دین و مذہب کی خاطر اس قدر اذیتیں دی گئیں اور انہوں نے اس پر صبر و برداشت کیا تو تمہیں بھی ان معمولی تکالیف پر حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے بلکہ صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے اور اللہ کی نصرت و مدد پر نگاہ رکھنی چاہیے جلد یا بدیر اللہ کی مدد آکر رہے گی۔

8. اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے مقربین کو تکالیف و مصائب سے دوچار کر کے دراصل ان کی نیکیوں اور اعمالِ حسنہ کا پورا پورا بدلہ اور جزا دنیا کے بجائے آخرت میں دینا چاہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”يود اهل العافية يوم القيامة حين يعطى اهل البلاء الثواب لو ان جلودهم كانت قرضت فى الدنيا بالمقاريض.“ (ترمذى ص:63 ج:2)

”قیامت کے دن جب اہلِ مصائب کو بدلہ عطا کیا جائے گا تو اہلِ عافیت (جو ان مصیبتوں سے محفوظ رہے) یہ آرزو کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے۔“

9. بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد اور نصرت پر قادر ہے، وہ چاہے تو کسی عام مظلوم کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے نازل کر سکتا ہے اور نہ چاہے تو بنی اسرائیل جیسی ناہنجار قوم کے ہاتھوں اپنے مقرب و مقدس انبیا علیہم السلام کو جامِ شہادت نوش کرادے، مگر بایں ہمہ خدا پرست اور اہلِ حق نہ دل چھوٹا کرتے ہیں اور نہ مایوس و بزدل ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

اَ. وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (سورۃ البقرہ:۶۱)

”اور وہ بنی اسرائیل......خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق......“

ب. وَيَقْتُلُونَ الأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُواْ يَعْتَدُونَ ○ (سورۃ آلِ عمران:۱۱۲)

”...... اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کا ناحق، یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے......“

ج. وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُواْ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُواْ وَمَا اسْتَكَانُواْ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ○ (سورۃ آل عمران:۱۴۶)

”اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں بہت خدا کے طالب، پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے، اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے۔“

10. ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد فوراً آجائے، بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی مدد و نصرت میں بھی اتنی تاخیر فرما سکتے ہیں کہ وہ مایوسی کے قریب ہو جائیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

اَ. حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّواْ أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُواْ جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَن نَّشَاءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ○ (سورۃ یوسف:۱۱۰)

”یہاں تک کہ پیغمبر......اس بات سے......مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی، ان کو ہماری مدد پہنچی، پھر......اس عذاب سے......ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔“

ب. أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُواْ حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ○ (سورۃ البقرہ:۲۱۴)

”کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے، یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی اللہ کی مدد؟ سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔“

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کے مقابلہ میں نیک و صالح مسلمانوں کے لیے فوراً نصرتِ الٰہی کا آنا کوئی ضروری نہیں، اس کے علاوہ مدد و نصرتِ الٰہی میں تاخیر کا ہو جانا جہاں کفار و مشرکین اور ان کے موقف کی صداقت کی دلیل نہیں، وہاں نیک صالح اور متقین و مومنین کے بارگاہِ الٰہی میں مبغوض و مقہور ہونے کی علامت بھی نہیں، کیونکہ دورِ حاضر کے نیک و صالح مومنین و متقین، اپنی جگہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ الٰہی کیوں

نہ ہوں، بہر حال وہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے، لہٰذا اگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مدد و نصرت میں تاخیر ہو سکتی ہے تو دورِ حاضر کے نیک صالح مومنین و مجاہدین کی مدد میں تاخیر کیوں نہیں ہو سکتی؟

11. اس سب سے ہٹ کر سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ صورت حال میں جہاں اہلِ ایمان کو مصائب و آلام سے دوچار کر کے ان کے درجات بلند کرنا چاہتے ہیں، وہاں ان بدباطن کفار و مشرکین اور نام نہاد مسلمانوں پر اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں غور و فکر کی مہلت اور صحیح صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ الغرض موجودہ صورت حال سے جہاں نیک صالح لوگوں اور مقربین بارگاہِ الٰہی کے درجات بلند ہو رہے ہیں، وہاں ان بدباطنوں کو ڈھیل دی جا رہی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ○ (سورۃ القلم: ۴۵)

"اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں مگر میری تدبیر غالب ہے۔"

اسی طرح:

وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ○ (سورۃ ہود: ۱۲۲)

"تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔"

مرنے کے بعد معلوم ہو گا کہ کون فائدہ میں تھا اور کون نقصان میں۔

فسوف ترىٰ اذا انكشف الغبارا
تحت رجلك فرس ام حمارا

"جب غبار چھٹ جائے گا تو تم دیکھو گے
کہ تمہاری ٹانگوں کے نیچے گھوڑا تھا یا گدھا
(یعنی تم شہسواری کر رہے تھے یا خر سواری)"

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!

بقیہ: سوادِ اعظم کیا ہے؟

......ولم يسعه اتباع غيره فيما أدّاه إليه اجتهاده[32]، اھ ج۱۳، ص۲۵۲

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: شوافع کی اکثریت کے ہاں مشورہ خاص امور میں ہی ہو گا۔ پس بیہقی رحمہ اللہ نے المعرفۃ میں نص سے استدلال کرتے ہوئے اسے مستحب کہا ہے اور ابو نصر القشیری نے بھی اپنی تفسیر میں اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور یہی راجح قول ہے۔

اور فتح الباری میں ہی شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حاکم کو مشورے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ اسے مشورہ دینے والا اس بات کی طرف توجہ دلائے جس سے وہ غافل ہے۔ یا اس دلیل کی طرف رہنمائی کرے جو اسے مستحضر نہیں نہ کہ اس لیے کہ حاکم مشورہ دینے والے کی اس بات میں تقلید کرے۔ کیونکہ اللہ نے یہ نبی صلی اللہ وعلیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں کیا۔

مزید شافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اور جب مجتہد کسی مسئلہ میں قیاس کرے اور ان میں اختلاف واقع ہو تو ہر ایک کے لیے اتنی وسعت ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق کہے۔ اور اس مسئلہ میں، جس میں وہ اجتہاد کر چکا ہے، دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی اتباع کرنا جائز نہیں۔

اور اگر تھوڑی دیر کے لیے امر مشورہ کو وجوب پر ہی محمول کیا جائے تو پھر سائل کو یہ بتلانا چاہیے کہ مشورہ کرنا صرف علما حاضرین سے واجب ہے یا غائبین سے بھی؟ یقیناً وہ دوسری شق کو ثابت نہیں کر سکتا اور مسائل حاضرہ میں جو مقدس عالم جمہور سے الگ ہیں ان کی بابت یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے ان مسائل میں ان علما سے بھی مشورہ نہیں کیا جو ان کے پاس حاضر تھے۔ ہم کو خوب معلوم ہے کہ انھوں نے ان مسائل میں جو رائے قائم کی ہے وہ علما حاضرین کے مشورہ کے بعد قائم کی ہے، اور دنیا بھر کے علما کے مشورہ کا وجوب کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ لہٰذا ان کو حدیث مجمع الزوائد سے کسی طرح مخالف نہیں کہا جا سکتا۔

رہی دوسری حدیث جو ابن ماجہ سے بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سوال میں مذکور ہے یعنی فإذا رأيتم إختلافاً فعليكم بالسواد الأعظم (پس جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم پکڑو) اور جس کو عزیزی میں ابن ماجہ کے رمز سے نقل کر کے حدیث صحیح کہا ہے، اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ حدیث بروایت ابن ماجہ صحیح نہیں ہے۔ اور عزیزی کا ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کر کے اس کو صحیح کہنا غایت تساہل ہے کیونکہ ابن ماجہ کی سند میں ایک راوی ابو خلف اعمیٰ موجود ہے جس کو ابو حاتم نے منکر الحدیث اور ابن معین نے کذاب کہا ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

---

[32] فتح الباري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة- باب من شبّه أصلا معلوما بأصل مبيّن، وقد بيّن النبى صلى الله عليه وسلم حكمهما ليفهم السائل۔

نظریاتی جنگیں

مولانا محمد اسماعیل ریحان

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب (زید مجدہ) کی تالیف 'أصول الغزو الفکری' یعنی 'نظریاتی جنگ کے اصول'، نذرِ قارئین ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو اہل باطل کی جانب سے ایک ہمہ گیر اور نہایت تند و تیز فکری و نظریاتی یلغار کا سامنا ہے۔ اس یلغار کے مقابلے کے لیے 'الغزو الفکری' کو دینی و عصری درس گاہوں کے نصاب میں شامل کرنا از حد ضروری ہو چکا ہے۔ دینی و عصری درس گاہوں میں اس مضمون کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ 'الغزو الفکری' یعنی نظریاتی جنگ کے مضمون و عنوان کو معاشرے کے فعال طبقات خصوصاً اہلِ قلم، اسلامی ادیبوں اور شاعروں، اہلِ دانش، صحافیوں، پیشہ ور (پروفیشنل) حضرات نیز معاشرے کہ ہر مؤثر طبقے میں بھی عام کرنا از حد ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے 'اصول الغزو الفکری' کے عنوان سے اس علم کے اہم مباحث کو مختصر طور پر مولانا موصوف نے پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف ہی کے الفاظ میں 'در حقیقت یہ اس موضوع پر تحریر کردہ درجنوں تصانیف کا خلاصہ ہے جس میں پاک و ہند کے پس منظر کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے'۔ یہ تحریر اصلاً نصابی انداز میں لکھی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود خشکی سے پاک ہے اور متوسط درجۂ فہم والے کے لیے بھی سمجھنا آسان ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو نظریاتی و عسکری محاذوں کو سمجھنے، ان محاذوں کے لیے اعداد و تیاری کرنے اور پھر ہر محاذ پر اہلِ باطل کے خلاف ڈٹنے کی توفیق ملے۔ اللہ پاک مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب کو جزائے خیر سے نوازیں کہ انہوں نے ایسے اہم موضوع کے متعلق قلم اٹھایا، اللہ پاک انہیں اور ہم سب اہلِ ایمان کو حق پر ثبات اور دین کا صحیح فہم عطا فرمائیں، آمین یا ربّ العالمین! (ادارہ)

الغزو الفکری کا تعارف/Ideological War

دنیا میں جنگ کے دو طریقے مروج رہے ہیں۔ ایک وہ جنگ جو فوج، اسلحے اور خطرناک ہتھیاروں کے ساتھ لڑی جاتی ہے، دوسری جنگ وہ ہے جس میں خوں ریزی نہیں ہوتی مگر عقائد و نظریات پر حملہ کیا جاتا ہے۔ جنگ کی اس دوسری قسم کو الغزو الفکری (فکری و نظریاتی جنگ) کہا جاتا ہے۔

الغزو الفکری کی تعریف (Definition)

"هو الغزو بالوسائل الغير العسكرية."

"یہ ایک ایسی جنگ ہے جو روایتی ہتھیاروں کو چھوڑ کر دیگر وسائل سے لڑی جاتی ہے۔"

دوسری تعریف

"هو اسلوب جديد للغزو ضد المسلمين بعد هزائم متكررة."

"مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کا جدید انداز جسے مسلسل شکستوں کے بعد اختیار کیا گیا۔"

الغزو الفکری کا مقصد

کسی قوم کو ذہنی و شعوری طور پر مردہ کر کے اسے اپنے سانچے میں ڈھال لینا اعدائے اسلام کا اصل ہدف ہے۔

الغزو الفکری سے ہمارا مقصد

پہلے مرحلے میں ہمارا ہدف اولاً اپنا دفاع ہے۔ دوسرے مرحلے میں حریف کے خلاف جوابی کارروائی بھی کر سکیں گے۔

علم الغزو الفکری کی تعریف

"یہ وہ علم ہے جس میں حریف کی فکری نظریاتی یلغار کے طریقۂ کار کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا ہے، اس سے اپنے دفاع کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور حریف کو مؤثر جواب دینے کے طریقوں پر غور کیا جاتا ہے۔"

علم الغزو الفکری کا موضوع

"اس علم کا موضوع وہ اسباب، ذرائع اور وسائل ہیں جن سے کسی قوم کے افکار و نظریات کو تبدیل کیا جائے۔"

علم الغزو الفکری کی غرض و غایت

اس علم کے حصول کا مقصد اپنے عقائد و نظریات، قومی تشخص اور تہذیب و تمدن کو محفوظ رکھتے ہوئے دیگر اقوام پر فکری و نظریاتی غلبہ حاصل کرنا ہے۔

علم الغزو الفکری کی اہمیت

دورِ حاضر میں تمام عالمی طاقتیں مجتمع ہو کر اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ مسلمانوں پر عسکری و نظریاتی دونوں میدانوں میں حملہ آور ہیں لہٰذا مسلمانوں کو اس علم کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی اپنی حفاظت کے لیے ہتھیاروں اور فوج کی۔

عسکری و نظریاتی جنگ میں فرق

- عسکری جنگ میں دشمن جانا پہچانا اور سامنے ہوتا ہے۔ نظریاتی جنگ میں دشمن نامعلوم ہوتا ہے جو چھپ کر حملہ کرتا ہے۔
- عسکری جنگ میں دشمن کے اہداف معلوم ہوتے ہیں۔ نظریاتی جنگ میں عموماً اہداف نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔
- عسکری جنگ میں حملہ اجسام، عمارات اور فوجی اہداف پر ہوتا ہے، نقصان صرف مادی ہوتا ہے۔ نظریاتی جنگ میں حملہ اذہان، قلوب اور خیالات پر ہوتا ہے۔ نقصان مذہبی اور نظریاتی ہوتا ہے جس کے بعد مادی نقصان بھی ضرور ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نظریاتی جنگ (الغزو الفکری) عسکری جنگ سے زیادہ مؤثر، مہلک اور کارگر ہے۔

فکری و نظریاتی جنگوں کی تاریخ/History of Ideological Wars

فکری و نظریاتی جنگ اتنی ہی قدیم ہے جتنی حق و باطل کی کشمکش۔ بندگانِ خدا کو راہِ مولا سے ہٹانے کی سازشیں پیدائشِ آدم کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھیں۔ تمام انبیا کے مخالفین ان کی دعوت کے مقابلے میں مختلف ذہنی اور نظریاتی حربے اور ہتھکنڈے آزماتے رہے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس کشمکش نے ایک بھرپور مقابلے کی شکل اختیار کرلی۔ مکی دور میں کفار کی مذموم کوششوں میں درج ذیل اقدامات شامل تھے:

مخالفین کی مجلسِ مشاورت کا قیام، پیامِ حق میں وساوس و شبہات پیدا کرنا، تاویلات فاسدہ، جھوٹے پروپیگنڈے، طعنے، استہزاء، القابِ رذیلہ کی تشہیر، حوصلہ شکن بیانات، عجیب و غریب مطالبے کرنا، مسلمانوں کو ذہنی اور جسمانی اذیتیں پہنچانا، خاندانی دباؤ اور دھمکیاں، سرداری، مال و دولت اور حسین عورتوں کا لالچ، سمجھوتے کا جھانسا، سماجی بائیکاٹ، پروپیگنڈا اور شورشرابا، جلاوطنی۔

غور کیا جائے تو ہر دور میں باطل مکر و فریب اور ایذا کے یہی داؤ پیچ نت نئی شکلوں میں آزماتا آیا ہے۔(ایسے میں)مسلمانوں کا دفاعی اور جوابی لائحۂ عمل تین حصوں پر مشتمل تھا:

1. خالق سے تعلق
2. مخلوق کی خیر خواہی
3. اپنی علمی و عملی تربیت

مدنی دور میں کفار کی جانب سے الغزو الفکری کی چار صورتوں کا ثبوت ملتا ہے:

1. ذرائع ابلاغ کا استعمال؛اشعار اور تقاریر
2. مباحثے
3. منافقت
4. جاسوسی

مسلمانوں نے بھی حربوں کا جواب اسی انداز میں دیا۔

دورِ خلافتِ راشدہ میں نظریاتی جنگ

اسلام کے خلاف نظریاتی و فکری جنگ کا آغاز حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر استقامت، توکل اور ایمانی جذبے کی حیرت انگیز مثال پیش کرتے ہوئے ان تمام فتنوں کو نہایت مختصر مدت میں نمٹا دیا۔ دورِ فاروقی میں دشمنانِ اسلام کسی بھی رخ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد دورِ عثمانی میں مجوسیت اور یہودیت نے اشتراک کرلیا جس کے نتیجے میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کردار کشی کی گئی اور وہ گمراہ لوگوں کے حملے میں شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں انھی سازشوں کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین کے سانحے پیش آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جانشین حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تدبر کی بدولت مسلمان پھر ایک خلیفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر متفق ہوئے اور فتوحات کا نیا دور شروع ہوا۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں ایک سازش کے تحت شہید کر دیا گیا اور مسلمان زبردست خانہ جنگی کی لپیٹ میں آگئے۔ بنو امیہ کے دور میں قرآن مجید، سیرت اور احادیث کے بارے میں عیسائی پادریوں کے اعتراضات بھی سامنے آتے رہے مگر ان سے مسلمان قطعاً متاثر نہ ہوئے۔

بنو عباس کے دور میں شرعی علوم پر عقلی علوم کا حملہ ہوا۔ مامون نے کتب فلاسفہ کے ذخائر یونان سے بغداد منگوا کر سرکاری سرپرستی میں ان کی اشاعت کی، جس سے مسلمان اہل علم کا ایک بڑا طبقہ یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر گمراہ ہو گیا اور معتزلی گروہ پیدا ہوا۔ مگر امام احمد بن حنبل، امام ابو الحسن الاشعری اور امام غزالی جیسے بزرگوں نے بڑی پامردی سے اس فتنے کا مقابلہ کیا اور عقلیت پسندوں کو میدان سے پسپا کر دیا۔

نظریاتی حملہ آوروں کی ناکامی کی وجوہ

اس تمام مدت میں نظریاتی حملہ آور عمومی طور پر ناکام رہے۔ مسلمانوں کے اس کامیاب دفاع کی اہم وجوہ یہ تھیں:

1. مسلمانوں کا اللہ و رسول اور قرآن و سنت سے رشتہ مضبوط تھا۔
2. نظریاتی حملہ آور علمی طور پر خود کمزور تھے جبکہ مسلمانوں میں علم کی گہرائی تھی۔
3. مسلمانوں کا سیاسی غلبہ تھا۔
4. اس دور میں مسلم حکمران خود دینی حمیت سے آراستہ اور اپنے دین و ایمان کے بارے میں بے حد حساس تھے۔
5. مسلمانوں کے اخلاق و کردار سے خود حملہ آور متاثر ہو کر بسا اوقات مشرف بہ اسلام ہو جاتے تھے۔

صلیبی جنگیں/الحروب الصليبية/Crusades

موجودہ الغزو الفکری کے تانے بانے پانچویں صدی ہجری (گیارہویں صدی عیسوی) میں شروع ہونے والی صلیبی جنگوں سے جا ملتے ہیں۔

تعریف:"الحروب الصليبية اللتى دعا اليها رجال دين النصارىٰ والقساوسة ضد المسلمين باسم الصليب و تحت رأيته."

"صلیبی جنگیں وہ ہیں جن کی دعوت نصرانیوں کے مذہبی پیشوا اور علما دیتے ہیں اور یہ جنگیں صلیب کے نام پر صلیبی پرچم تلے لڑی جاتی ہیں۔"

صلیبی جنگوں کا دور

یہ جنگیں باقاعدہ ۴۸۹ھ میں شروع ہوئیں اور ان کا اختتام ۶۹۰ھ میں ہوا، اس طرح یہ دو صدیوں پر محیط ہیں۔

صلیبی جنگوں کے اہداف و مقاصد

یورپی لیڈروں کے ذہنوں میں اس جنگ کے درج ذیل مقاصد تھے:

1. ایشیائی مسلم ممالک پر قبضہ کرنا۔
2. القدس کی بازیابی۔
3. مسلمانوں سے گزشتہ صدیوں کی شکستوں کا انتقام۔

عیسائی پادریوں نے اپنی قوم کو اشتعال دلانے کے لیے یہ پروپیگنڈا کیا کہ مسلمان القدس میں ہمارے مقدس مقامات کی توہین اور یورپی زائرین پر ظلم کر رہے ہیں۔

راہب پیٹر (پطرس) نے القدس کی زیارت سے واپس جا کر اپنی اشتعال انگیز تقاریر سے یورپ میں آگ سی لگا دی۔ ۱۵ اگست ۱۰۸۵ء کو پوپ اربن نے وینس (Venice) کے مقام پر پہلی صلیبی جنگ کا اعلان کیا۔

پہلی صلیبی جنگ

دس لاکھ صلیبیوں نے فرانس کے حاکم گاڈ فرے کی قیادت میں شعبان ۴۹۲ھ (جولائی ۱۰۹۹ء) میں ارضِ مقدس پر پرچم صلیب لہرا دیا۔ ستّر ہزار مسلمان صرف مسجد اقصیٰ میں شہید کیے گئے جن کے خون میں عیسائی فاتحین کے گھوڑے گھٹنوں تک ڈوبے ہوئے تھے۔

عماد الدین زنگی

بیت المقدس کے سقوط کے چھبیس (۲۶) سال بعد ۵۱۸ھ (۱۱۲۴ء) میں عماد الدین زنگی نامی ایک غیر معروف سپاہی واسط اور بصرہ کا جاگیر دار بنا۔ اس کی فتوحات سے مدتوں بعد صلیبیوں کی قوت پر پہلی ضرب لگی اور وہ زنگی کی فتوحات سے خوف زدہ ہو گئے۔

نور الدین زنگی اور دوسری صلیبی جنگ

عماد الدین زنگی کے بیٹے سلطان نور الدین زنگی نے اپنے باپ کے شروع کردہ سلسلۂ جہاد کو جاری رکھا۔ زنگی خاندان کی فتوحات کی روک تھام کے لیے ایک بار پھر صلیبی جنگ چھیڑی گئی۔ ۵۴۲ھ (۱۱۴۸ء) میں کئی لاکھ جرمن اور فرانسیسی سپاہیوں نے سینٹ برنارڈ لوئی ہفتم کی قیادت میں شام پر حملہ کیا مگر ۵۴۴ھ (۱۱۴۹ء) میں مرعوب ہو کر پسپا ہو گئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور تیسری صلیبی جنگ

سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر اور شام کو متحد کرنے کے بعد ربیع الثانی ۵۸۳ھ میں حطین کا معرکہ لڑ کر شام کے عیسائیوں کی طاقت کو فنا کر دیا اور ۲۷ رجب ۵۸۳ھ (ستمبر ۱۱۸۷ء) کو بیت المقدس فتح کر لیا۔ اس پر یورپی ممالک نے ۵۸۵ھ (۱۱۸۹ء) میں فلسطین پر حملہ کر دیا، یہ تیسری صلیبی جنگ چار سال تک جاری رہی۔ شعبان ۵۸۸ھ (ستمبر ۱۱۹۲ء) میں صلیبی شکست کھا کر ناکام لوٹ گئے۔

چوتھی صلیبی جنگ

جرمن حکمران ہنری ششم چوتھی صلیبی جنگ کا علم اٹھا کر ۵۹۱ھ (۱۱۹۵ء) میں شام پر حملہ آور ہوا مگر عکا پہنچ کر مر گیا اور یہ مہم بالکل ناکام رہی۔

پانچویں صلیبی جنگ

۶۸۱ھ (۱۲۲۱ء) میں پھر صلیبی جنگ چھڑی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھتیجوں نے مل کر زبردست معرکوں کے بعد صلیبیوں کو عبرت ناک شکست دی۔

چھٹی صلیبی جنگ؛ القدس جرمنوں کے حوالے

چھٹی صلیبی جنگ ۶۲۴ھ (۱۲۲۸ء) میں ہوئی جس میں شاہ جرمنی فریڈرک دوئم کی قیادت میں فوج کشی ہوئی۔ اس بار مسلمان مرعوب ہو گئے اور القدس کو ایک معاہدے کے تحت خاص مدت تک جرمنوں کے حوالے کر دیا گیا۔ ۶۴۲ھ (۱۲۴۴ء) میں الملک الصالح نے خوارزمی سپاہیوں کے ساتھ مل کر القدس کو (بازیاب کروایا اور) سلطان صلاح الدین ایوبی کی امانت مسلمانوں کو واپس دلا دی۔

سلطان بیبرس اور ساتویں صلیبی جنگ

فرانس کے بادشاہ 'سینٹ لوئی' نے پاپائے روم کی ترغیب پر ۱۲۴۸ء میں ساتویں صلیبی جنگ کا علم بلند کیا مگر ۲ محرم ۶۴۸ھ (۶ اپریل ۱۲۵۰ء) کو منصورہ کے مقام پر شکست کھا کر قیدی بن گیا۔ چار سال بعد وہ وطن واپس گیا۔

آٹھویں صلیبی جنگ

اٹھارہ برس بعد ۶۶۸ھ (جولائی ۱۲۷۰ء) میں سینٹ لوئی نے ایک بار پھر حملہ کیا مگر محاصرے کے دوران بیمار پڑ کر مر گیا۔ اس مہم پر صلیبی جنگوں کا سلسلہ اختتام پذیر ہو گیا۔ ۶۹۰ھ (۱۲۹۱ء) میں شاہِ مصر الملک الخلیل نے پورے شام سے عیسائی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح پانچویں صدی ہجری کے کروسیڈ کی باقیات کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

سینٹ لوئی، یورپ میں الغزو الفکری کا بانی

سینٹ لوئی مرنے سے قبل مسلسل شکستوں کی وجہ سے یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ مسلمانوں پر قابو پانے کے لیے ان پر فکری یلغار اور اس کے لیے علمی ترقی اور تیاری بے حد ضروری ہے۔ اس نے اپنے وصیت نامے میں مسلمانوں کے خلاف کامیابی کے لیے چار باتوں کی سفارش کی:

- مسلمان حکام میں پھوٹ ڈالنا۔
- ان میں پختہ عقیدے اور مضبوط ایمان والے کسی گروہ کو پنپنے نہ دینا۔

(باقی صفحہ نمبر 69 پر)

ایمان و اسلام کا استحکام عقیدۃ الولاء والبراء کے استحکام پر موقوف ہے!

مولوی عبد اللہ عزام سندھی

الحمدللہ وحدہ ،والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!امابعد،

ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے،اور ہر حقیقت کے کچھ خواص ہوتے ہیں جو اس حقیقت کو اپنے غیر سے ممتاز کرتے ہیں،اور بعض خواص کو اس حقیقت سے "جزء لا ینفک" کی نسبت ہوتی ہے باایں معنیٰ کہ اگر وہ خواص اس حقیقت سے جدا ہو جائیں تو وہ حقیقت اپنے غیر میں داخل ہو کر اپنی اصل کو ترک کر کے ایک مسخ شدہ صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اور دوسری جانب یہ اصول بھی مسلّمہ ہے کہ "تعرف الأشیاء بأضدادھا" توجب تک کوئی شے اپنی اضداد کے ساتھ ٹکراؤ کی کیفیت کو باقی رکھتی ہے،وہ اپنی حقیقت اور مسمّٰی کی حفاظت کر سکتی ہے،وگرنہ اس شے کا غیر اس کی حقیقت کو مسخ کر کے یا تو مکمل طور پر اپنی حقیقت میں داخل کر دیتا ہے،یا پھر اس کو اس انداز میں باقی رہنے دیتا ہے کہ وہ اپنی اصل حقیقت کے ساتھ ٹکراؤ میں اپنی بقاء کو مضمر سمجھتا ہے۔دین اسلام جس کو خالقِ کائنات نے اپنی مخلوق کے لیے پسند فرما کر اس کی مکمل اطاعت اور تابعداری کو سبب نجات بیان فرمایا ہے،اور ہر وہ عقیدہ و نظریہ،اور طریقۂ عبدیت وعبادت جو اسلام سے ٹکراتا ہے اس کو مردود و مقہور قرار دیا ہے۔

جیسا کہ رب کائنات نے دین اسلام کی پسندیدگی کا اعلان اپنے کلام میں یوں فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورۃ آل عمران:۱۹)

"بیشک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔"

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي لادین مرضي عنداللہ تعالی سوی الإسلام"[33]

"یعنی اللہ کے ہاں کوئی دین پسندیدہ نہیں سوائے اسلام کے۔"

علامہ قاضی بیضاویؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أي لادین مرضي عنداللہ تعالی سوی الإسلام،وھو التوحید والتدرع بالشرع الذی جاء بہ محمدﷺ"[34]

"یعنی اللہ کے ہاں اسلام سے زیادہ پسندیدہ دین کوئی نہیں،اور یہ توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہی کے ساتھ وابستہ ہونا ہے۔"

اور دین اسلام کی مکمل تابعداری کرنے کو یوں بیان فرمایا کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ○(سورۃ البقرۃ:۲۰۸)

"مومنو!اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔اسی طرح دین اسلام کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ عبادت،اور انداز عبدیت کو مردود ٹھہرایا ہے۔"

جیسا کہ ربِّ کائنات کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ○ (سورۃ آلِ عمران:۸۵)

"اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔"

"والمعنی ان المعرض عن الاسلام والطالب لغیرہ فاقد للنفع واقع فی الخسران بابطال الفطرۃ السلیمۃ التی فطر الناس علیھا۔"[35]

"اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے اعراض کرنے والا اور کسی اور دین کا چاہنے والا اپنی فطرت سلیمہ (جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا) کو مٹا کر نفع کو ختم کرنے والا،خسارہ پانے والا ہے۔"

دین اسلام: جس کو رب کائنات نے عالمگیر دین بنا کر کامیابی کا مدار اس کی مکمل تابعداری میں پنہاں رکھا ہے۔لہٰذا اس دین کی حقیقت کو محفوظ کرنے کے لیے "الولاء والبراء" کے عقیدے کو متعارف کروایا،اور حقیقت اسلام اور عقیدۃ الولاء البراء کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم قرار دیا،اور ایک جزء کے انتفاء پر دوسرے جزء کے انتفاء کو متلزم قرار دیا ہے۔گویا کہ دینِ اسلام کی بنیادوں کا استحکام عقیدۂ ولاء وبراء کی قوت پر مبنی ہے،بایں معنیٰ کہ جس قدر عقیدہ ولاء و براء قوی و طاقتور ہو گا اسی قدر اسلام کی بنیادیں مستحکم ہوں گی۔اور اگر (العیاذ باللہ) اس عقیدے میں کمزوری آجائے تو پھر بنیاد اسلام کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں سے عقیدۃ الولاء والبراء کی حیثیت سے اس بات کا تقاضہ اور مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی تمام تر دوستی و محبت،اور وفاداری و ہمدردی،اور نصرت و جاں نثاری،اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے،اور اللہ کے نازل کردہ دین کی خدمت کے لیے اور مومنین کی حمایت و اعانت کے لیے مخصوص ہوں،اور اسی طرح اس کی تمام تر نفرت و دشمنی،اور بیزاری و علیحدگی،اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے دشمنوں کے لیے مخصوص ہو......اور جس قدر کوئی مسلمان اس تقاضے کی تعمیل میں مستعد اور مضبوط ہو گا اس کا ایمان بھی اسی قدر

[33] روح المعانی

[34] تفسیر البیضاوی

[35] تفسیر البیضاوی

قوی اور پختہ ہو گا۔ العیاذ باللہ اگر کوئی مسلمان اس تقاضے کی تعمیل میں سستی و کمزوری کا مظاہرہ کرے گا تو اس کے ایمان میں اس کے بقدر ضعف و کمزوری لاحق ہوتی جائے گی۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے شمار نعمتوں کا نزول ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "إن تعدّوا نعمة الله لاتحصو ها"[36] اور ان نعمتوں میں ایمان و اسلام کی نعمت، اور اخوۃ فی اللہ کی نعمت کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، اور جس خصوصیت کے ساتھ ان دونوں نعمتوں کو ذکر فرمایا گیا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ایمان اور اسلام کی نعمت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ○(سورۃ آل عمران:۱۶۴)

"خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔"

اس آیت کے ضمن میں مفسر ابن جریر طبریؒ تفسیر طبری میں فرماتے ہیں:

"عن ابن إسحاق قال:لقد منّ الله عليكم ياأهل الإيمان إذبعث فيكم رسولاًمن أنفسكم ،يتلوعليكم آياته،ويزكيكم فيما أخذتم وفيما علمتم، ويعلّمكم الخير والشر لتعرفواالخير فتعملوا به،والشر فتتقوه،ويخبركم برضاه عنكم إذأطعتموه لتستكثروا من طاعته وتجتنبوا ماسخط منكم من معصية،فتتخلصوا بذلك من نفسه وتدركوا بذلك ثوابه من جنته۔"

"ابن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں: اے اہل ایمان اللہ نے تم میں تم ہی میں سے رسول مبعوث فرما کر تم پر احسان فرمایا ہے، جو تمہارے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اس مال میں جو تم حاصل کرتے ہو اور اس میں جو علم تم جانتے ہو۔ اور تمہیں خیر و شر کے بارے میں بتاتا ہے، تاکہ تم خیر کو جان لو اور اس پر عمل کرو اور شر کو جان لو اور اس سے بچو، اور تمہیں اس کی اطاعت سے اس کی رضا بتائے تاکہ تم کثرت سے اس کی اطاعت کرو اور اس کی معصیت سے بچو جس سے وہ ناراض ہوتا ہے، تو معصیت سے بچ کہ اپنے آپ کو عذاب سے بچا لو اور اس کی اطاعت کے ذریعے اس کی جنت کو پالو۔"

اور قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اخوۃ فی اللہ کی نعمت کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا:

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاء فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا○ (سورۃ آل عمران:۱۰۳)

"اور سب مل کر خدا (کی ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔"

مفسر ابن جریر طبریؒ تفسیر طبری میں وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاء کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"واذكروا أيها المؤمنون نعمةالله عليكم التى أنعم بها عليكم حين كنتم أعداءً،أى بشرككم،يقتل بعضكم بعضا عصبية فى غير طاعةالله ،ولا طاعة رسوله،فألف الله بالإسلام بين قلوبكم ،فجعل بعضكم لبعضٍ إخواناً ـبعد أن كنتم أعداءً۔"

"اے مومنو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی، جب تم اپنے شرک کی وجہ سے آپس میں دشمن تھے، تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بجائے عصبیت کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا، حالانکہ تم اس سے قبل ایک دوسرے کے دشمن تھے۔"

مزید فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"فأصبحتم بتأليف الله عزو جل بينكم بالإسلام و كلمةالحق ،والتعاون على نصرة أهل الإيمان،والتآزر على من خالفكم من أهل الكفر، إخواناًمتصادقين ،لاضغائن بينكم ولاتحاسد۔"

"پس اللہ عزوجل کی تمہارے درمیان اسلام اور کلمۂ حق کے ذریعے محبت ڈالنے، اور اہل ایمان کی نصرت پر تعاون کرنے اور اہل کفر میں سے جو تمہاری مخالفت کرے اس کے مقابل تمہاری مدد کے ذریعے تمہیں سچے بھائی بنا دیا، پس تمہارے درمیان نہ کوئی رنجش و کڑھن رہی نہ حسد۔"

مومنین سے الموالاۃ فی اللہ رکھنا واجب ہے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ وہ اپنے تمام تر تعلقات اسی اخوۃ فی اللہ کی بنیاد پر استوار کریں اور ان پر اس بات کو فرض قرار دیا ہے کہ وہ اسی بنیاد پر باہم معاملات کو مرتب کریں اور جو بھی معاملات اس بنیاد کے غیر پر مبنی ہوں گے وہ قابل مذمت اور قابل مواخذہ ہوں گے۔

[36] "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار (بھی) نہیں کر سکتے!" (القرآن)

اس مضمون کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

(۱)إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ○وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُواْ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَٰلِبُونَ○(سورۃ المائدۃ:۵۵،۵۶)

”تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ خدا کی جماعت میں داخل ہو گا اور) خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔“

(۲)إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَٰهَدُواْ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَاوَواْ وَّنَصَرُوٓاْ أُوْلَٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (سورۃ الأنفال:۷۲)

”جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔“

(۳)وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ أُوْلَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ○(سورۃ التوبۃ:۷۱)

”اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔“

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: نظریاتی جنگیں

- مسلم معاشرے کو فحاشی، اخلاقی باختگی اور مالی بدعنوانی کے ذریعے کمزور بنانا۔
- غزہ سے انطاکیہ تک ایک وسیع متحدہ یورپی حکومت قائم کرنا۔ (یہ علاقہ موجودہ فلسطین، اسرائیل اور شام پر مشتمل ہے۔)

صلیبی جنگوں کے نتائج سے یورپ کی فکر تبدیل ہوئی۔ مسلمانوں سے فکری محاذ پر لڑنے کے لیے علمی ہتھیار تیار کیے جانے لگے اور موجودہ الغزو الفکری کی بنیاد پڑی۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: خطوط از ارضِ رباط

اور کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوف زدہ ہیں وہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے ہیں۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان ہے ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○(سورۃ المائدۃ:۵۴)

”اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں گے اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔“

محترم بھائی! یقین کیجیے کہ ہماری دوستی و دشمنی صرف اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ کے رسول (ﷺ) کا فرمان ہے:

”مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ.“

”جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اسی کے لیے دشمنی رکھی اور اسی کے لیے دیا اور روکا تو اس نے ایمان کی تکمیل کی۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پُر فتن دور میں ہمیں حلاوتِ ایمان کی دولت سے مالا مال کرے اور ہمارے درمیان اس ایمانی رشتے کو تا حیات برقرار رکھے اور دن بدن مضبوط سے مضبوط تر فرمائے آمین! ثم آمین!!

احباب کو میرا سلام عرض ہو۔

دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام

اخوکم فی اللہ

تاریخِ یہود کا تجزیہ

ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان شہید رحمہ اللہ

زیرِ نظر تحریر نابغۂ روزگار مفکر و داعی الی اللہ، مجاہد فی سبیل اللہ ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جنہیں وابستگانِ جہاد 'ڈاکٹر ابو خالد' کے نام سے جانتے ہیں۔ تحقیق و تاریخ، علمیت و ادارت (مینجمنٹ) ڈاکٹر صاحب کا ذوق تھا، جبکہ بہ اعتبارِ فن آپ ایک میڈیکل ڈاکٹر تھے اور اسی فن میں تخصص کے لحاظ سے سرجن۔ مجاہدین اور مسلمان عوام نے آپ کی ان دونوں نمایاں خوبیوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔ بلا مبالغہ سیکڑوں جراحی کے آپریشنز آپ نے ایسی جگہوں پر سرانجام دیے جہاں بنیادی طبی سہولیات بھی موجود نہ ہوتی تھیں۔ اپنی ساری زندگی اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کی محنت میں کھپانے کے بعد بالآخر آپ ۲۰۱۴ء کے نصفِ آخر میں پاکستان اور افغانستان کے بارڈر کے علاقے میں امریکی و افغان فوج کے مشترکہ فوجی آپریشن میں اپنے بہنوئی اور دوست و ساتھی میجر عادل عبد القدوس اور اپنے دو قریب از سنِ بلوغ بیٹوں سمیت خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس تحریر میں مولانا محمد مثنیٰ حسّان صاحب حفظہ اللہ نے بعض جگہ حاشیے کا اضافہ کیا ہے، جس کے آگے (م ح) کے دستخط درج ہیں۔ (ادارہ)

یہود کی مختصر تاریخ کے مطالعہ سے[37] ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہودیوں کی تاریخ کے دو حصے ہیں: ایک قدیم تاریخ اور دوسری جدید تاریخ۔ یہودیوں کی قدیم تاریخ صرف یہودیوں کی ہی تاریخ نہیں ہے بلکہ یہ بنی اسرائیل کے مسلمانوں اور ان کے انبیا علیہم السلام کی تاریخ بھی ہے۔ یہ تاریخ بنی اسرائیل کے گمراہ لوگوں اور ان کی گمراہی کی وجوہات بتانے والی تاریخ بھی ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بنی اسرائیل مسلمان سے یہودی کیسے بنے؟ بنی اسرائیل کی گمراہی کی وجوہات شرک، بدعت، علمائے سوء کی اندھی پیروی اور اخلاقی خرابیاں ہیں۔ ان علمائے سوء نے دینِ حق کے ماخذ میں ہی تبدیلی اور تحریفات کر دیں جس کو بنی اسرائیل کی اکثریت نے مان لیا۔ جب کسی دین کے ماخذ پر سوالیہ نشان لگ جائے اور لوگ اس کو مان لیں تو وہ دین دین ہی نہیں رہتا، بلکہ انسان علمائے سوء کی خواہشات کے مطابق چلنا شروع کر دیتا ہے اور انہیں رب کی جگہ دے دیتا ہے، یہی کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا، یہاں تک کہ آخری دور میں ان کے علمائے سوء نے (جو فریسی علما کہلاتے تھے) نہ صرف انبیا کی کھل کر مخالفت شروع کر دی بلکہ انہیں قتل کروانا بھی شروع کر دیا۔ انہی وجوہات کی بنا پر بنی اسرائیل اللہ کی مغضوب قوم بن گئی اور اللہ نے انہیں فلسطین سے نکال دیا۔

مگر جدید تاریخ میں ان کے علما نے اس پوری تاریخ کو نئے اور دوسرے رنگ کے ساتھ پیش کرنا شروع کر دیا۔ وہ اسی طرح اللہ کی چہیتی قوم کے طور پر اپنے آپ کو پیش کرتے رہے۔ انہوں نے یہودیوں کو یہ باور کروانا شروع کر دیا کہ فلسطین کی زمین اللہ نے ان کو عطا کر دی ہے اور یہ باور کرایا کہ دعائے دانیال کے تحت مسیحا کی پیشین گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی، وہ ابھی آئے گا، ہیکلِ سلیمانی تعمیر کرے گا اور پوری دنیا پر بلا شرکت غیر حکومت کرے گا۔ یہ عقائد ہی جدید دنیا میں یہودیوں کی زندگی کا مقصدِ اعظم بن گئے۔ جدید دنیا میں یہودی جہاں بھی رہے، چاہے مسلم دنیا میں یا عیسائی یورپ میں، وہ ایک قوم کی حیثیت سے اسی مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے یہودیوں کی جدید تاریخ اپنے خود ساختہ مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کا تسلسل ہے۔

یہود کا مقصدِ اعظم اور ان کو درپیش عملی مشکلات

گو یہودی اپنی قدیم تاریخ کو واپس لانا چاہتے تھے کیونکہ وہ اسی کے ساتھ وابستہ تھے، لیکن فلسطین سے نکلنے کے بعد وہ در بدر پھرتے رہے۔ ایک طرف رومیوں کے عیسائیت قبول کرنے کی وجہ سے عیسائی دنیا ان کے لیے تنگ ہو گئی تھی تو دوسری طرف اسلام کے ظہور سے ان کے مسائل میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ اب ان کے ایک کی جگہ دو دشمن ہو گئے تھے۔ اس طرح اپنی جدید تاریخ میں یہودیوں کی عملی مشکلات بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ ہم ان مشکلات کو درج ذیل تین عنوانات کے تحت ذکر کرتے ہیں:

- یہودیوں کی قلتِ تعداد
- مسلمان اور عیسائی، یہودیوں کے مضبوط دشمن
- یہودیوں کے خلاف مضبوط معاشرتی نظام

یہودیوں کی قلتِ تعداد

یہود کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ان کی تعداد دنیا میں بہت کم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ان کا نسلی دین ہے۔ یہودی وہی ہو سکتا ہے جو بنی اسرائیل کی نسل میں سے ہو۔ اس کے علاوہ چاہے کوئی شخص ان کے عقائد کو سچا مانے یا انہیں اپنائے، یہودی نہیں بن سکتا[38]۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کے چنیدہ لوگ (chosen people) کہتے ہیں جسے قرآن ﴿نَحۡنُ أَبۡنَآءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاۤؤُهٗ﴾

[37] یہود کی قدیم و جدید تاریخ سے متعلق ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان صاحب کی کتاب سے دو منتخب مضامین مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' (نوائے غزوۂ ہند کا سابقہ نام) کے جنوری ۲۰۲۰ء اور فروری ۲۰۲۰ء کے شماروں میں گزر چکے ہیں۔ یہاں جدید تاریخ والے سابقاً مطبوعہ حصے کو ربط و تفہیمِ مضمون کے لیے دوبارہ بھی شامل کیا جا رہا ہے، نیز بعض اہم حاشیوں کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ (ادارہ)

[38] یہودیت کا اصل اصول تو یہی ہے، لیکن آج کی دنیا میں سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر یہودیوں نے اپنے دین میں ایک نئی تحریف و اضافے کے ذریعے غیر بنی اسرائیلوں کو بھی یہودی بننے کی اجازت دے دی ہے اور انہیں یہودی تسلیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً موجودہ امریکی صدر ڈانلڈ ٹرمپ کا نسلاً تعلق جرمن عیسائیوں سے ہے لیکن اس کی بیٹی 'ایوانکا ٹرمپ' نے مذہبِ یہودیت قبول کیا، تمام طور طریقوں، مذہبی و غیر مذہبی اطوار میں یہودیت کی پیرو ہے اور اس نے ایک یہودی 'جیرڈ کشنر' سے شادی کر رکھی ہے۔ (ادارہ)

(سورۃ المائدہ:۱۸) کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ ان کا قول ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ اس بنا پر یہودی اپنے دین کی طرف دعوت دینے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ یہ یہودیوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے اور اپنی اس کمزوری سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا مقابلہ اپنی افرادی قوت کے زور پر نہیں کر سکتے اور انہیں اپنا مقصدِ اعظم حاصل کرنے کے لیے جو افرادی قوت درکار ہے، وہ ان کے پاس موجود نہیں ہے۔

مسلمان اور عیسائی، یہودیوں کے مضبوط دشمن

بیت المقدس سے نکلنے کے بعد جدید تاریخ میں یہودیوں کی دوسری بڑی مشکل ان کے دو بڑے دشمن تھے۔ ایک روایتی رومن کیتھولک عیسائی اور دوسرے مسلمان۔ یہودیوں کے لیے پہلی رکاوٹ یہ تھی کہ عیسائی انہیں (نعوذ باللہ) قتلِ عیسیٰ (علیہ السلام) کا مجرم ٹھہراتے تھے اور کسی بھی صورت معاف کرنے کو تیار نہ تھے۔ اس لیے انقلابِ فرانس تک یورپ میں یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ نہ تو انہیں کسی سرکاری محکمے میں نوکری کی اجازت تھی اور نہ ہی وہ عیسائی آبادیوں میں رہ سکتے تھے۔ یہودیوں کی اس حالت کو مؤرخین نے رومی کلیسا کے بنائے ہوئے "باڑے" میں بند ہونے سے تشبیہ دی ہے۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے یہودیوں کو سب سے پہلے عیسائیوں کے بنائے ہوئے اس باڑے سے نکلنا ضروری تھا۔ یہودیوں کے لیے دوسری رکاوٹ یہ تھی کہ ان کی طرح عیسائی بھی فلسطین پر اپنا حق سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کی طرف سے انہیں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ قرآن کی ہدایت کی روشنی میں مسلمان یہودیوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے اور انہیں اپنے ماتحت ذمی کی حیثیت دیتے تھے۔ دوسری طرف یہودی جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لیے فلسطین کی کیا حیثیت ہے۔ مسلمان مسجدِ اقصیٰ کو شعار اللہ اور قبلۂ اول مانتے ہیں اور انبیا کی سرزمین کے یہود سے بڑھ کر حق دار ہیں۔ مسلمانوں کے لیے صرف یہ مسئلہ نہیں کہ وہ کسی ایسے خطۂ ارض سے دست بردار نہیں ہو سکتے جہاں کسی زمانے میں کچھ مدت کے لیے ان کا اقتدار رہا ہو اور وہ خطہ 'دار الاسلام' کہلایا گیا ہو، بلکہ جس ہیکل کو یہودی تعمیر کرنا چاہتے ہیں، وہ مسلمانوں کے قبلۂ اول مسجدِ اقصیٰ کے انہدام سے ہی ممکن ہے۔ اس کے انہدام کے ردِ عمل سے یہودی اب بھی خائف ہیں۔ لہٰذا عیسائی اور مسلمانوں کی دشمنی کے علاوہ تیسری مشکل یہ ٹھہری کہ سرزمینِ فلسطین کے دعویٰ دار صرف وہ اکیلے نہیں، بلکہ عیسائی اور مسلمان بھی اپنے آپ کو ارضِ فلسطین کا حق دار سمجھتے ہیں۔ عیسائی فلسطین کو حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش قرار دیتے ہیں اور مسلمان مسجدِ اقصیٰ کے قبلۂ اول ہونے اور فلسطین کے انبیا کی سرزمین ہونے اور دار الاسلام رہنے کی وجہ سے اسے اپنا سمجھتے ہیں۔ یہود کے لیے یہ دونوں اتنے مضبوط دشمن تھے کہ یہودی اکیلے ان دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

یہودیوں کے خلاف مضبوط سیاسی و معاشرتی نظام

یہودیوں کے سامنے تیسری قسم کی مشکل وہ نظام تھا جو عیسائی اور مسلمان دنیا میں چل رہا تھا۔ یہ نظام چاہے یورپی عیسائی دنیا میں ہو یا مسلمان دنیا میں، دونوں ہی جگہ اس بنیاد پر قائم تھا کہ حاکمیتِ اعلیٰ اللہ کی ہے اور زمین پر وہ اللہ کے نمائندے ہیں۔ یورپ کی پاپائی حکومتوں کا بھی یہی دعویٰ تھا اور مسلمانوں کی خلافت بھی اسی اصول پر قائم تھی۔ یہ عقیدہ اپنی جگہ اتنا مقبول تھا کہ دونوں امتوں کے عوام اس عقیدے کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں سیاسی عقیدوں کی موجودگی میں وہ اپنی عالمی سلطنت قائم نہیں کر سکتے تھے کہ جس کا مرکز ارضِ موعودہ فلسطین ہو اور جس میں ان کے بقول وہ ہیکل بنا کر اپنے رب کی عبادت کریں گے۔ پاپائی نظام اور خلافتِ اسلامیہ کے معاشرتی نظام کی فطری ترتیب یہودیوں کے لیے ناقابلِ قبول تھی۔

بنیادی طور پر دنیا میں دو قسم کے معاشرے آباد تھے؛ ایک زمین کی بنیاد پر زرعی معاشرہ اور دوسرا خون کی بنیاد پر قبائلی معاشرہ تھا۔ یہ معاشرے (جن میں خاندان مرد کی قیادت میں قائم تھا اور جس میں قبیلے اور قبیلوں سے قومیں بنتی تھیں) انتہائی مضبوط تھے جو اپنے مفادات کی خود حفاظت کر سکتے تھے۔ یہ معاشرتی ترتیب یہودیوں کے لیے انتہائی خطرناک تھی کیونکہ یہ اتنی مضبوط تھی کہ کوئی ایک قبیلہ بھی اٹھ کر یہودیوں کو شکست دے سکتا تھا یا ان کے منصوبوں کے سامنے رکاوٹ پیدا کر سکتا تھا۔ پھر معاشرے کی ان اصل قوتوں کو قابو کیے بغیر یہودی کبھی عالم گیر حکومت قائم نہیں کر سکتے تھے۔

یہودیوں کا ایک اور مسئلہ یہ تھا کہ وہ تاجر پیشہ تھے اور جہاں بھی جاتے وہاں سود در سود کا نظام قائم کر دیتے۔ یہ نظام کچھ عرصہ تو چلتا تھا مگر جب اس سودی نظام کی وجہ سے یہودی معاشروں کا خون تک چوسنا شروع کر دیتے تو یہی معاشرے ان کے خلاف کھڑے ہو جاتے، ان کا قتلِ عام کرتے، ان کے مال پر قبضہ کرتے اور بچ جانے والوں کو جلاوطن کر دیتے۔ اس طرح تاریخ میں کئی دفعہ ہوا۔ یہودیوں کا بنایا ہوا سود در سود کا نظام تاریخ میں کئی دفعہ جڑ سے ختم کر دیا گیا۔

مقصدِ اعظم حاصل کرنے کے لیے یہودیوں کی حکمتِ عملی

یہودیوں کی کتب اور ان کے خلاف کام کرنے والی تحریکات کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہودی اپنی مشکلات سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں اپنی قلتِ تعداد کا بھی اچھی طرح علم تھا اور اپنے دشمنوں کی مضبوطی کا بھی صحیح اندازہ تھا۔ اس لیے انہیں عیسائی دنیا اور مسلمان دنیا میں اپنے ہم نوا بنانے تھے جو انہیں اپنے تینوں مقاصد کو حاصل کرنے میں مدد دیتے۔ پھر انہیں اپنے ان ہم نواؤں کی مدد سے رومن کیتھولک عیسائیوں کے بنائے ہوئے باڑے سے نکلنا تھا کیونکہ اس باڑے سے نکلے بغیر وہ کبھی بھی یورپ میں اپنا مقام حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ پھر اپنے ان ہم نواؤں کے ساتھ مل کر ان طاقتوں کو ہٹانا تھا جو ان کی اور ارضِ مقدس فلسطین کی راہ میں حائل تھیں اور فلسطین پر قبضہ کرنا تھا۔ پھر پوری دنیا کو غلام بنا کر اپنی عالم گیر حکومت قائم کرنی تھی۔ عالم گیر حکومت قائم کرنے کے لیے انہیں معاشرتی قوتوں کو

توڑنا اور انہیں کمزور کرنا تھا، عالمی معیشت پر قبضہ کرنا اور پوری دنیا کو کنٹرول کرنا تھا۔ اس ساری بات کا مطلب یہ تھا کہ قدیم چلنے والا تمام نظام یہودیوں کے کام کا نہیں، انہیں پوری دنیا کی تنظیمِ نو کرنی ہے۔ یہی وہ تنظیمِ نو ہے جسے آج 'نیو ورلڈ آرڈر' یا 'دنیا کی نئی ترتیب' کہتے ہیں۔

یہودی کیا چاہتے تھے اور کیا چاہتے ہیں؟

گو صہیونیت پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں کچھ نہ کچھ ذکر ضرور ملتا ہے مگر سب سے جامع تفصیل ۱۹۰۵ء کی اس دستاویز سے حاصل ہوتی ہے جو روس کے ایک پادری کو ملی تھی اور جو آج ''صہیونی بڑوں کے ضابطے'' (Protocols of the Elders of Zion) کے نام سے مشہور ہے۔ اس دستاویز میں یہودیوں کے بڑوں نے اپنی پچھلی ایک سو سالہ کارکردگی پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے مستقبل کے منصوبوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ دستاویز بیان کرتی ہے کہ کیسے یہودیوں نے یورپ میں 'روشن خیالی' کے نام پر فکری ارتداد پھیلایا، یورپ کا قدیم نظام توڑا اور مستقبل میں وہ کس طرح معیشت کے ذریعے پوری دنیا پر اپنا نظام مسلط کریں گے۔ اگر ہم اس دستاویز کا باریک بینی سے مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ یورپ میں برپا لادینیت کی تحریک کو یہودیوں نے کس مہارت کے ساتھ اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا اور انقلابِ فرانس کے بعد دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں میں کیسے کردار ادا کیا۔ ان باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہودی اور صہیونی تنظیموں نے یورپ اور امتِ مسلمہ میں مندرجہ ذیل قوتوں کو اہداف بنایا:

ا۔ پہلی قوت مسلمان اور عیسائی عوام میں موجود یہ تصور تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی اصل حاکمِ اعلیٰ ہیں۔ یورپ میں یہ عقیدہ تھا کہ کلیسا اللہ کی حکومت ہے، پاپائے روم دنیا میں اللہ کا نمائندہ ہے اور بادشاہ پاپائے روم کا نمائندہ ہے۔ بادشاہ کا کام یہ ہے کہ وہ پاپائے روم کے احکامات کے مطابق (جو عیسائیوں کے بقول نعوذ باللہ، اللہ کی طرف سے ہیں) لوگوں پر حکومت کرے جبکہ بادشاہ اور اس کے عوام کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے حاکم 'خلیفۃ المسلمین' کے بارے میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے نائب ہیں اور ان کا کام اللہ کے احکامات کو نافذ کرنا اور لوگوں کو شریعت کے مطابق چلانا ہے[39]۔ حاکمیتِ اعلیٰ کے اس عقیدے کی موجودگی میں یہودی اپنے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس عقیدے کو 'روشن خیالی' کی لادین تحریک کے ذریعے ختم کیا گیا۔

۲۔ دوسری قوت نسل اور قبیلے کی تھی۔ پوری دنیا میں قبائلی نظام قائم تھا جو یورپ میں جاگیردارانہ نظام کی صورت میں موجود تھا۔ یہ نظام اصل میں قبائلی قوت کے ساتھ چلتا تھا، قبائلی قوت خاندان کے بل بوتے پر چلتی تھی اور خاندانی نظام کی قیادت مردوں کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نظام میں داخلی معاملات چلانے کے لیے قوتِ نافذہ کے اختیارات موجود تھے۔ یہ نظام جب تک قائم تھا، یہودیوں کے منصوبے کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ اس لیے اس نظام کو 'سرمایہ دارانہ جمہوریت' کے ذریعے 'آزادی' (Freedom) اور 'مساوات' (Equality) کے نعروں کی مدد سے توڑا گیا۔

۳۔ تیسری قوت 'زر کی قوت' تھی۔ یورپ میں یہودی عرصۂ دراز سے وہاں کی معیشت پر حاوی تھے۔ عالمی معیشت پر قبضہ کرنے کے لیے انہیں سرمائے اور تجارت کا ایسا نظام چاہیے تھا جس میں تمام علاقوں کی معیشت عالمی سطح پر ایک دوسرے سے منسلک ہو[40]۔ یہ نظام صرف اس صورت میں بن سکتا تھا، جب سونے کو کرنسی (ثمن) کے طور پر ختم کر کے اس کی جگہ کاغذی کرنسی کو رائج کیا جائے اور کرنسی کی قدر کے تعین کا اختیار بینکوں کو دے دیا جائے اور بینک بھی وہ جو یہودیوں کے ہاتھ میں ہوں۔ سونے کو کرنسی کی قدر سے ہٹانے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہودی بینکوں کو لامحدود کرنسی خود چھاپنے کا اختیار مل جائے گا۔ اس طرح قدیم معاشی نظام ختم ہو جائے گا اور نئے معاشی نظام کے تحت علاقوں کی معیشت ایک دوسرے پر منحصر (Inter dependent) ہو جائے گی۔ اس لامحدود کرنسی سے یہود دنیا کی پیداوار اور تجارت پر غالب آجائیں گے اور دنیا پر حکومت وہ کرتا ہے جس کے ہاتھ میں خوراک کی پیداوار ہو۔ کرنسی لامحدود ہونے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اب 'یہودی بینک'، افراد، کمپنیوں اور ملکوں کو سودی قرضہ فراہم کر کے ان کو اپنا غلام بنائیں گے۔ یوں کرنسی کا یہ اختیار تجارت پر قبضے میں بھی مدد دے گا اور ایک عسکری آلے کا کام بھی دے گا۔ دوسری طرف یہودی اس لامحدود کرنسی سے تمام سونے کے ذخائر خرید لیں گے۔ چنانچہ کرنسی کی قدر کو کنٹرول کرنے کا اختیار حاصل کرنے، سونے کے ذخائر کو جمع کرنے اور ملکوں کی معیشت کو عالمی سطح تک آپس میں منسلک کرنے سے دنیا کی معیشت ان کے قبضے میں آجائے گی۔ اس معیشت کو وہ جب چاہیں تجارت

---

[39] یہاں یہود کی راہ میں حائل تصورِ 'حاکمیتِ الٰہیہ' کا ذکر کرنا مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات و تعلیمات کے عین مطابق مسلمانوں میں خلافتِ اسلامیہ کی صورت میں موجود ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کے یہاں بھی یہ نظریہ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے اور وہ بھی یہود کی عالم گیر حکومت کے راستے کی رکاوٹ ہے لیکن یہ واضح رہے کہ عیسائیوں کا نظریہ ایک تحریف شدہ نظریہ ہے جس میں ایک مخصوص طبقے (یعنی پادریوں) کو عملاً الٰہی تعلیمات سے بالا بلکہ خود قانون ساز اور حلال حرام متعین کرنے والا سمجھا جاتا ہے اور یقیناً یہ ایک باطل نظریہ ہے۔ گویا عیسائیت عملاً دین کے لبادے میں انسانوں کو انسانوں کا غلام بناتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں حکمران، علماء اور عوام سب یکساں طور پہ اسی شریعت کے تابع ہوتے ہیں جو نبی ﷺ لے کر آئے اور انہیں خود بھی اس پر عمل کرنا ہوتا ہے اور عوام کو بھی اسی کے مطابق (نہ کہ اپنی خواہشات کے مطابق) چلانا ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلافت سنبھالنے پر فرمانا ہے کہ اگر میں سیدھا چلوں (یعنی شریعت کے مطابق چلوں) تو میری مدد کرنا اور اگر میں ٹیڑھا ہوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ سو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ درج بالا عبارت میں عیسائیوں کے نظریے کو اسلام کے نظریے کے مساوی ہرگز قرار نہیں دیا جا رہا بلکہ یہاں یہود کی راہ میں حائل ایک مشکل کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ (م ح)

[40] اسے Economic Integration کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مقامی اور ملکی معیشت کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیا جائے، یہاں تک کہ عالمی سطح تک معیشت کا ایک نظام قائم ہو اور اس کے نتیجے میں 'عالمی سرمایہ' (Global Capital) پیدا ہو۔ بظاہر اس نظام میں تمام ملکوں کو معیشت کے باب میں ایک خوش کن معاشی ترقی نظر آتی ہے، لیکن اس کے نتیجے میں عالمی سطح پر بیٹھی یہودی سرمایہ دار کمپنیاں اور افراد عالمی سرمایے کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہیں جس کے خطرناک اثرات کی طرف اوپر کی سطور میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ (م ح)

کے لیے اور جب چاہیں عسکری آلے کے طور پر استعمال کریں۔ نیو ورلڈ آرڈر کا معاشی نظام اور جنگِ عظیم دوم کے بعد قائم ہونے والا معاشی نظام [جسے 'جدید منڈی کی معیشت' (Market Economy) کہتے ہیں] دونوں اس پورے یہودی نظام کی عکاسی کرتے ہیں[41]۔

یہودیوں کے خفیہ منصوبے

ریاستِ اسرائیل کے قیام کے لیے کوشاں یہودیوں کی مشکلات اور ان کے اختیار کردہ منصوبوں پر بہت سے پردے ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، تاہم اسلامی دنیا اور یورپ کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کے شواہد صراحت کے ساتھ مل جاتے ہیں کہ بہت سے تاریخ دانوں، یورپ کے سیاست دانوں اور عیسائی دنیا کے بااثر طبقے نے بارہا اپنی حکومتوں کے سامنے یہودیوں کی ان خفیہ سرگرمیوں کی نشان دہی کی جو وہ عیسائی دنیا کے خلاف کر رہے تھے۔ یورپ کی مختلف عیسائی حکومتوں نے ان پارٹیوں اور خفیہ تنظیموں کے خلاف کارروائیاں بھی کیں۔ اسی قسم کی ایک کارروائی کا ذکر چودھویں صدی عیسوی میں فرانس کے مشہور عیسائی بادشاہ 'فلپ دی فیئر' (Philip IV, The Fair) کی تاریخ میں ملتا ہے۔ بادشاہ فلپ نے پیرس میں اچانک ہی 'نائیٹز ٹیمپلر' (Knights Templar) کے مرکز پر پولیس کریک ڈاؤن کیا اور وہاں پر موجود تمام نائٹ سپاہیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان سپاہیوں کا اس انداز میں گرفتار کیا جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ 'نائیٹز ٹمپلر' صلیبی جنگوں کے ہیرو تھے اور ان کی خاص مذہبی اہمیت تھی۔ گرفتار شدہ نائیٹ سپاہیوں پر مذہبی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ ان پر ایک الزام یہ تھا کہ انہوں نے صلیب کی بے حرمتی کی ہے اور دوسرا یہ تھا کہ یہ شیطان کی پوجا کرتے ہیں۔ تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ 'نائیٹز ٹمپلر' یہودی تھے جو جھوٹے صلیبی بن کر فلسطین پر حملہ کرنے والی فوج کے ساتھ گئے تھے اور وہاں انہوں نے بے جگری سے لڑتے ہوئے بہت سے فوجی کارنامے بھی انجام دیے تھے، لیکن ان کا اصل مقصد عیسائیت کا عروج نہیں بلکہ یہودیوں کے لیے ریاستِ اسرائیل کی راہ ہموار کرنا تھا۔

'نائٹز ٹمپلر' کا دوسرا اسراغ اسی دور میں سکاٹ لینڈ میں ملا جب فرانس کے بادشاہ فلپ کے عتاب سے بچ کر نکلنے والے نائٹ سپاہیوں نے بادشاہ 'بروس' (Robert Bruce) کے ہاں پناہ لی۔ سکاٹ لینڈ کا بادشاہ بروس ان دنوں انگلستان کے بادشاہ 'ایڈورڈ اول' (Edward I) کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ اس نے اس شرط پر ان نائٹ سپاہیوں کو پناہ دی کہ وہ اس جنگ میں اس کی مالی مدد کریں گے، جس پر نائٹ تیار ہو گئے۔ بعد ازاں بادشاہ بروس نے یہ جنگ جیت لی اور سکاٹ لینڈ انگلستان سے آزاد ہو گیا۔ نائٹز ٹمپلر سکاٹ لینڈ میں اپنی تنظیم کو آگے بڑھاتے رہے۔ یہودی خفیہ کارروائیوں کا ایک اور ریکارڈ اٹھارہویں صدی عیسوی میں ملتا ہے جب 'فری میسن' (Free Mason) نام کی ایک تحریک سامنے آئی۔ اس لفظ کا مطلب ہے 'آزاد معمار'۔ فری میسن کی تحریک کی بنیاد یہودیت ہی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہیکلِ سلیمانی کو تعمیر کرنے کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک ایسے معمار کی ضرورت تھی جو لوہے کو بغیر آواز کے کاٹ سکے۔ 'آہیف آہیرم' نامی ایک شخص 'ماسٹر میسن' یعنی بڑا معمار تھا جس کے پاس جیومیٹری کا علم تھا اور جو لوہے کو بغیر آواز کے کاٹ سکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آہیف آہیرم کو ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کے لیے ماسٹر میسن یعنی بڑا معمار مقرر کیا تھا۔ ہیکل کی تعمیر کے بعد ایک سازش کے تحت اس ماسٹر میسن کو قتل کر دیا گیا۔ اس ماسٹر میسن کے پاس ہیکل کا خفیہ ہندساتی نقشہ ہے۔ اس لیے یہ ماسٹر میسن دوبارہ آئے گا اور اس کی نگرانی میں ہیکل دوبارہ تعمیر ہو گا۔

اب فری میسنز کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس میسن کی آمد کے لیے حالات کو سازگار بنائیں، یعنی اپنی سازشوں سے ایسے حالات پیدا کریں جس سے دنیا پر براہِ راست اور بلا واسطہ ان کا قبضہ قائم ہو جائے۔ فری میسنز تحریک کے تحت بہت ساری خفیہ و نیم خفیہ تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ نیم خفیہ سے مراد ایسی تنظیمیں ہیں جن کا بظاہر مقصد تو کچھ اور ہے مگر جوں جوں انسان ان تنظیموں میں آگے بڑھتا جاتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل ان کے مقاصد وہی ہیں جو فری میسنز نے مقرر کیے ہیں۔ ان میں سے دو مشہور تنظیمیں 'لائنز' (International Association of Lions Clubs) اور 'روٹری کلب' (Rotary International) ہیں۔

انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں امریکہ اور یورپ میں بہت سی کتابیں اور بہت سی بااثر شخصیات سامنے آئیں جنہوں نے یہودیوں کی خفیہ سازشوں کو بے نقاب کیا۔ ان میں امریکہ کا صدر 'ابراہم لنکن' (Abraham Lincoln)، امریکہ کی مشہور زمانہ 'فورڈ موٹر کمپنی' (Ford Motor Company) کا مالک 'ہنری فورڈ' (Henry Ford) اور جرمنی کا حکمران 'ہٹلر' (Adolf Hitler) شامل ہیں۔ انہوں نے یورپ (مغرب) پر یہودیوں کے اثر اور عالمی معیشت پر ان کے قبضے پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم کتاب (جو دنیا کے سامنے یہود کی سازشوں اور منصوبوں کو آشکارا کرتی ہے) وہ 'پروٹوکولز' یعنی 'اکابرِ صہیون کے مواثیق اور ضابطے' ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ یہودیوں کی اسی قسم کی مشکلات اور منصوبوں کی تفصیلات 'جان لارنس' (John Lawrence Reynolds) کی مشہورِ زمانہ کتاب "خفیہ تنظیمیں" (Secret Societies) اور 'والٹر لیکر' (Walter Laqueur) کی کتاب "تاریخِ صہیونیت" (A History of Zionism) میں بھی نہایت واضح انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

یہودیوں کی ان چال بازیوں اور منصوبوں کے بارے میں گزشتہ ایک صدی میں مسلمان اور عیسائی مورخین نے بہت سے نظریات (ثبوتوں اور دلائل کے ساتھ) رقم کیے ہیں۔ ان نظریات کی بنیاد

---

[41] منڈی کی معیشت یا Market Economy کے متعلق اجمالی حال مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' کے اپریل ۲۰۲۰ء کے شمارے میں ملاحظہ ہو۔

یہ ہے کہ یہودی فلسطین کی جلاوطنی کے بعد سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ اس جدوجہد میں تمام ہی اقسام کے یہودی شریک رہے؛ وہ راسخ العقیدہ یہودی بھی جو مسیحا کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ مسیحا کی آمد پر یہودیوں کے مسائل حل ہو جائیں گے، اور وہ بھی جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں مسیحا کی آمد کا انتظار نہیں کرنا بلکہ اس کے آنے کی راہ ہموار کرنے کی جدوجہد جاری رکھنی ہے۔ پھر وہ یہودی جو مسیحا کی آمد کی راہ ہموار کر رہے ہیں، ان میں بھی دو گروہ پائے جاتے ہیں؛ ایک راسخ العقیدہ یہودی جو تلمود کے احکامات پر عمل کر کے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں جبکہ دوسرا گروہ 'صہیونی یہودیوں' پر مشتمل ہے۔

یہ دونوں گروہ بنی اسرائیل کے دو قدیم فرقوں ہی کا تسلسل ہیں جن میں سے ایک فرقہ مکمل طور پر 'بعل' دیوتا اور 'عستارات' دیوی کی پرستش میں مبتلا تھا اور دوسرا فرقہ 'فریسی' علما کا تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے مسیحا کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ ان دونوں فرقوں کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناقابلِ قبول تھے، کیونکہ ایک نظریے کے مطابق بنی اسرائیل کا مشرک گروہ جو بعل دیوتا کی پرستش کرتا تھا، اس نے جان بوجھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں شیطانی قوتوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ دنیا میں دو قوتوں یعنی خیر کی قوت 'خدا' اور شر کی قوت 'شیطان' کا وجود ہے اور انسان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان دونوں میں سے جس کا چاہے ساتھ دے۔ درحقیقت وہ جس مسیحا کے انتظار میں ہیں، وہ شیطان کی طرف سے آنے والا 'دجال' ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جو خفیہ تنظیمیں قائم کر کے یہودیوں کے لیے فلسطین کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

بنی اسرائیل کا دوسرا فرقہ (جو فریسی علمائے سوء کی بدولت بگاڑ کا شکار ہوا) نبی آخر الزمان اور مسیحا کا انتظار کر رہا تھا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے کے بعد مکمل طور پر گمراہ ہو گیا۔ اس فرقے کے پاس انبیا کی روایتوں کے ذریعے آخری زمانے کی روایتیں پہنچ چکی تھیں اور انہیں معلوم تھا کہ ایک مسیح نے آنا ہے جو دنیا میں ایک طاقت ور حکومت قائم کرے گا۔ اب چونکہ یہ یہودی خود بگڑے ہوئے تھے اور انہیں راست بازی سے نفرت تھی لہٰذا انہوں نے 'مسیح اللہ' سے دشمنی مول لی اور اب وہ مسیح الدجال کو ہی مسیح آخر الزمان قرار دے رہے ہیں۔ یہ گروہ مسیحا کی آمد کے لیے راہ ہموار کرنے کے بارے میں مشرک یہودیوں کے ساتھ متفق بھی ہے اور ان کے ساتھ بھرپور تعاون بھی کرتا ہے۔

پس یہ دونوں گروہ چاہے مشرک ہوں یا بگڑے ہوئے یہودی، اب 'صہیونی تحریک' سے وابستہ ہیں اور ان کے پیشِ نظر وہی تین مقاصد ہیں جو پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ البتہ صہیونیت ان مقاصد کی تکمیل کے لیے بہت سی خفیہ تنظیموں کا سہارا لیتی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ان تمام قوی حقائق کے باوجود ان کے گرد چھائے ہوئے پُر اسراریت کے پردوں کے سبب یہاں انہی پر تکیہ نہیں کیا جا رہا بلکہ وہ چال بازیاں اور منصوبے بھی ذکر کیے جا رہے ہیں جو ہر ایک پر عیاں ہیں اور جن کے شواہد و دلائل اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔

یہودیوں کی اعلانیہ سازشیں

یہود کی تاریخِ جدید پر ایک نظر ڈالی جائے تو گزشتہ دو ہزار سال میں ان کی دینِ حق سے دشمنی، اس کے خلاف سازشیں، لوگوں کو گمراہ کرنے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی جدوجہد کے تذکرے تاریخ کے صفحات میں آج بھی محفوظ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دینِ حق میں تحریفات کرنے میں سینٹ پال کا کردار، شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی سازش تیار کرنے والا یہودی عبد اللہ بن سبا، یورپ میں مارٹن لوتھر کی پروٹیسٹنٹ تحریک سے یہودیوں کے تعلق، یورپ میں کلیسا کے خلاف روشن خیالی کی تحریک برپا کرنے میں یہودی فلسفیوں کا کردار، انقلابِ فرانس برپا کرنے میں یہودیوں کا کردار، جدید بینکوں، کرنسی اور جدید معیشت پر قبضے میں یہودی خاندانوں کی سازشیں، یورپ میں سرمایہ دارانہ نظام کے قیام میں یہودیوں کی کاوش، روس کے اشتراکی انقلاب میں یہودیوں کا کردار، خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے میں یہودیوں کا ہاتھ اور آج امریکہ کے ہر شعبے میں یہودیوں کا تسلط ایسے کھلے شواہد ہیں کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہودیوں کی سازشیں خفیہ ہوں یا اعلانیہ، ان کا مدعا و مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ دورِ جدید میں یہودی اپنی قدیم تاریخ کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ آج کے 'نیو ورلڈ آرڈر' کا نظام بھی دراصل یہودیوں کی قدیم تاریخ کو پھر سے واپس لانے کا نام ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر یہودیوں اور ان کے ہم نواؤں کی تخلیق ہے۔ اولڈ ورلڈ آرڈر ہو یا نیو ورلڈ آرڈر امتِ مسلمہ کے دشمن ایک ہی ہیں۔

[ان موضوعات کو مزید سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو: 'عصرِ حاضر میں جہاد کی فکری بنیادیں، از ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان'۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

......جلا دینا!

اونچے اونچے ناموں کی تختیاں جلا دینا
ظلم کرنے والوں کی وردیاں جلا دینا

موت سے جو ڈر جاؤ زندگی نہیں ملتی
جنگ جیتنا چاہو کشتیاں جلا دینا

(منظر بھوپالی)

1984

محمد سعید حسن

اس مضمون کا عنوان اور بعض خیالات، معروف انگریز صحافی و ناول نگار 'جارج آرول (۱۹۵۰-۱۹۰۳ء)' کے ناول '1984' سے لیے گئے ہیں۔

ایک گھر ہے۔ ایک بچہ رات کو دیر سے نشے میں دُھت گھر آتا ہے۔ کیا باپ کو اس کی ''آؤ بھگت'' کرنے کا حق ہے؟ باپ کی یہ حرکت جذباتی پن ہو گی یا دانش مندی؟ اس بات کا جواب اس چیز کے گرد گھومتا ہے کہ ان لوگوں نے رہنے کے کیا اصول آپس میں طے کیے ہوئے ہیں۔ اگر تو یہ لوگ مکمل آزادی پر یقین رکھتے ہیں تو باپ کو یہ ''حق'' ہی نہیں پہنچتا کہ وہ بیٹے یا بیٹی کی کوئی ''خاطر تواضع'' کرے۔ اگر یہ لوگ ایک گھر میں رہتے ہوئے کچھ اصولوں کی پابندی کرتے ہیں تو پھر باپ کو یہ حق مل بھی سکتا ہے کہ وہ نشہ کرنے پر اولاد سے باز پُرس کر سکتا ہے اور اسے یہ حق نہیں بھی مل سکتا۔ اس ''حق'' کو ان کا آپس میں رہنے کا اصول طے کرتا ہے۔

اگر آج تک آپ کے ذہن میں یہ تصور یا خیال ہو کہ آپ کا حق کوئی ایسی چیز ہے جو آپ کو ہر حالت میں مل جانا چاہیے تو اسے ذہن سے نکال باہر کریں۔ جب کسی کا حق اسے نہیں دیا جاتا تو یہ ظلم کہلاتا ہے۔ اگر یہ خاندان ہر قسم کی آزادی کو مانتا ہے تو اس میں باپ کا نشے میں دُھت بیٹی یا بیٹے سے تفتیش کرنا بالکل ناحق ہو گا بلکہ ظلم ہو گا۔ لہٰذا حقیقت میں اس باپ کا جذباتی ہونا یا بے حِس ہونا relative (متناسب) ہوتا ہے۔

جس دنیا میں میں اور آپ رہتے ہیں یہ بہت عیّار دنیا ہے۔ اس کی چالاکی یہ ہے کہ اس نے پہلے سے ہی ایک لسٹ بنا رکھی ہے۔ اس لسٹ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حق کیا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ انسانوں کا سب سے بڑا سیاسی حق ڈیموکریسی ہے۔ اس مقدّس حق کو انسانوں سے کوئی چھین لے تو اسے واپس دلانے کے لیے مغربی قومیں بم برساتی ہیں۔ اپنے عوام کی خون پسینے کی کمائی، tax money، پانی کی طرح بہاتی ہیں اور یہ سب کچھ صرف انسانی ہمدردی کے ناطے کرتی ہیں! لیکن اقوامِ متحدہ میں چونکہ دنیا کی وہ قومیں تعداد میں زیادہ ہیں جن کے وسائل کو لوٹنے میں یہ بڑی قومیں مصروف ہیں لہٰذا یہاں پر ڈیموکریسی کا ہونا سخت نقصان دہ ہے۔ یہاں تو چند مخصوص طاقتوں کو ہی ویٹو کا حق ملنا چاہیے۔ باقی قومیں ابھی عقل استعمال کرنا نہیں جانتیں اس لیے ویٹو جیسی خطرناک چیز بچوں کے ہاتھ میں نہیں دینی چاہیے۔ کہیں نقصان ہی نہ کر دیں...... ہمارا!

اب اتنی اہم بات لوگوں کو کیسے سمجھائی جائے کہ جذباتی، جوشیلا، کم عقل، بے وقوف، ظالم، دہشت پسند، شدّت پسند کون ہے اور کون ٹھنڈے مزاج والا، عقل مند، دانش مند، سمجھ دار، حق دار، حریت پسند اور ماڈریٹ ہے...... اس اہم کام کو سرانجام دینے کے لیے ایک چیز ہے...... میڈیا!! یہ میڈیا بتاتا ہے کہ فلاں فلاں صاحب اور فلاں فلاں جماعت اور فلاں فلاں سوچ ماڈریٹ ہے، نیم ماڈریٹ ہے، رائٹسٹ ہے، آف سینٹر رائٹسٹ ہے، لیفٹسٹ ہے، آف سینٹر لیفٹسٹ ہے، فاشسٹ ہے اور extremist ہے یا نہیں!! یہ تعلیم روزانہ اخباروں، رسالوں، ٹی وی چینلوں اور انٹرنیٹ کے ذریعے سے دی جاتی ہے تاکہ دنیا میں حق اور ظلم کا وہ معیار، وہ standard، چل سکے جو ان قوموں کے حق میں جاتا ہو اور یہ سبق میڈیا سے سیکھ کر ساری دنیا رٹّو طوطے کی طرح دہراتی رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس مافیا کے خلاف لکھے کسی مضمون، بنائی گئی کسی فلم یا اس کے خلاف کی جانے والی کوئی تقریر سنتے ساتھ ہی ذہن میں ''شدّت پسند'' کا لفظ گونج جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ فرد اپنی آنکھیں اور کان بند کر لیتا ہے خواہ جو بات بیان کی جا رہی ہو وہ کتنی ہی صحیح اور دوٹوک ہو۔ یوں بڑے مزے سے یہ غاصب ٹولہ اس بے چارے معصوم سے انسان کو اپنے شکنجے سے نکلنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ یہ سب کچھ بغیر کسی زور زبردستی کے کیا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ بات تسلیم نہیں کریں گے کہ اس وقت کسی بھی غیر سرکاری اور آزاد سوچ کو سب سے بڑا چیلنج یہی درکار ہے کہ کس طرح سے وہ شدّت پسندی، انتہا پسندی وغیرہ جیسے ٹائٹلز اور tags سے بچ سکے۔ ایک بار یہ دھبّہ آپ کے دامن پر لگ گیا اس کے بعد جو کچھ آپ کہیں گے وہ کتنا ہی معقول (rational) ہو اسے کوئی سننا بھی پسند نہیں کرے گا۔

اعتدال پسند، انتہا پسند، حریت پسند، دہشت پسند وغیرہ جیسی مخلوقات بالاصل (by default) پائی نہیں جاتیں۔ ان الفاظ کو جس زاویے (angle) سے بولا گیا ہوتا ہے، اس سے ان کا مطلب طے ہوتا ہے۔ جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی غاصب قوموں اور اس گلوبل ویلج کے چودھریوں کے مفادات اور ان کے ایجنڈے ان الفاظ کے معنیٰ بناتے ہیں۔ پھر اس حوالے سے ان الفاظ کو استعمال کیا جاتا ہے اور گلوبل ویلج کے کمّیوں کو یہ تعلیم میڈیا کے ذریعے سے دی جاتی ہے۔ یہ بتانے کی تو بالکل بھی ضرورت نہیں ہے کہ یہ میڈیا کمپنیاں بھی انہی چودھریوں کی ہوتی ہیں۔

خدارا! اپنے ذہن کو، اپنی فکر کو اس مافیا کے ہاتھوں یرغمال مت بننے دیجیے! ان کی دی گئی dictation پر مت سوچیں اور اپنے فیصلے اس میڈیا کے باجے کے مطابق نہیں بلکہ اس کی مخالفت میں کریں۔ خدا آپ کو یہ ذہنی آزادی مبارک کرے!

☆☆☆☆☆

انسان خود اپنا محاسبہ کر سکتا ہے

(خطوط از اَرضِ رِباط)

مولانا قاری عبد العزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان و ادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالے ہیں۔ ان کو لکھنے والے القاعدہ برِّ صغیر کی لجنۂ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم ہیں، جنہیں میادین جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں، قندھار میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ و بعدہ

محترم بھائی......السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام! امید قوی ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی بے انتہا مہربانی اور آپ لوگوں کی نیک دعاؤں سے خیر و عافیت میں ہیں۔ میں نے چند مہینے پہلے یہاں ارضِ ہجرت کے ایک بھائی کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور اسی دن سے میں دن گنتا رہا کہ کب وہ آپ سے مل کر آتے ہیں۔ کچھ دن بعد وہ خوشی کا لمحہ آ ہی گیا۔ یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ آپ سے ان کی نہ صرف ملاقات ہوئی بلکہ کئی ایک دفعہ ملاقات رہی، اور تو اور انہوں نے میرے لیے آپ کا عنایت کردہ تحفہ لا کر مجھے تھما دیا اور یہ مژدہ بھی سنایا کہ آپ عن قریب میرے ہاں مہمان ہوں گے۔ یہ خبر تو میرے لیے باعثِ طمانیت اور تعجب بھی تھی کہ وہ کیسے ؟! اب مجھے یقین ہو چلا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو کوئی چیز ناممکن نہیں۔ جب مجھے خبر ہوئی کہ آپ کا قریبی شناسا آیا ہوا ہے تو مجھے اس سے اطمینان ہوا کہ اب آپ کا آنا بھی ممکن ہو جائے گا (ان شاء اللہ العزیز)۔ اللہ تعالیٰ آپ کا دیا ہوا تحفہ قبول فرمائے، آمین!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرصت کا موقع دے کہ آپ ایک دفعہ اپنی تمام تر مصروفیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ارضِ جہاد کا رخ کریں۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ آپ ایک ہی دفعہ میں زندگی کی حقیقت کو پا لیں گے۔ یقین جانیں کہ میں نے تقریباً ساری زندگی آپ کے سامنے گزاری، دین کی تعلیم حاصل کی اور دین کی نشر و اشاعت میں وقت لگایا مگر ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی زندگی کی اصل حقیقت پا نہیں سکا حالانکہ میں اپنی زندگی کے شروع سے ہی اس حقیقت کے ادراک کے لیے ٹوہ میں لگا رہا کیونکہ مجھے میرے والدِ محترم نے دین کی خدمت کے لیے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ ادا قبول کرے آمین!

میں ہمیشہ پریشان ہی رہا کہ دین کی راہ میں ہماری یہ جد و جہد بھٹکے ہوئے راہی کو صحیح نشانِ راہ دکھانے سے قاصر ہے، جس کا تذکرہ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے آپ سے بھی کبھی کر چکا ہوں۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بے انتہا مہربانی کی اور مجھے شہر کا آتش فشاں جیسا ماحول چھوڑنے کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے جس نے مجھے نہ صرف ارضِ جہاد کی طرف رخ کرنے کی توفیق دی بلکہ میرے اہلِ خانہ کو بھی اس عمل میں اطمینان بخشا۔ جب ہم نے یہاں کی طرف ہجرت کی اور یہاں کے ماحول سے اپنے کو مانوس کیا تو یقین کریں جو حقیقت زندگی کا ایک عرصہ گزر جانے کے بعد بھی سمجھ نہ سکا، یہاں آنے کے بعد وہ افشا ہوتی گئی۔ یہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں ہوا بلکہ جن لوگوں نے بھی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے پہاڑوں کی طرف ہجرت کی جس میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "ایک وقت آئے گا ہاتھ پر آگ کا انگارہ لینا آسان ہو جائے گا پر ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا اس حالت میں جو شخص پہاڑوں یا بیابانوں میں جا بسے گا اور بکریاں چرا کر گزر اوقات کرے گا وہی شخص اپنا ایمان محفوظ کر سکے گا" وہ سب یہ بات محسوس کرتے ہیں اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں کہ اب تک ہم کون سی دنیا میں گم تھے، دو وقت کی روٹی کے لیے ہم نے اپنا ایمان داؤ پر لگایا ہوا تھا۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا خصوصی کرم فرمایا ورنہ آج بھی لاکھوں کروڑوں مسلمان زندگی کی اصل حقیقت کے بارے میں طرح طرح کی موشگافیاں کرتے ہیں اور اپنے تئیں خود مفتی بن کر اس زندگی کی اصل حقیقت کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے برخلاف خود ساختہ فیصلہ اپنے اوپر لاگو کر کے اپنی زندگی خراب کرتے ہیں۔

اس طرح کے فیصلے میں شاید ان کی ذات سے زیادہ دجّالی ماحول، ان شیاطین کے پھیلائے ہوئے ناعاقبت اندیش نظریات اور زندگی اور زندگی سے متعلق اصل حقائق کے بارے میں غلط تجزیے ہی کا ہاتھ ہو۔ اس دجّالی ماحول میں کوئی انسان اگرچہ وہ عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو، اس زندگی اور اس سے متعلق اصل حقائق کا ادراک کر ہی نہیں سکتا جبکہ اللہ کے رسول نے فرمایا: "جس نے نہ جہاد کیا اور نہ ہی جہاد کی نیت کی اگر وہ مر گیا تو وہ نفاق کی ایک حالت میں مرا" اب جب کہ جہاد فرضِ عین ہے اس صورت میں بھی کسی کو نشانِ راہ نہ مل سکا تو اس کے فہم پر ماتم ہی کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تو صرف ان لوگوں کے بارے میں بہت زور دے کر یہ فرمایا کہ میں ضرور انہیں نشانِ راہ سے سرفراز کروں گا جو میرے راستے میں تگ و دو کرتے ہیں۔

ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جٰهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت)

"اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔"

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف اور ائمۂ اربعہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی تنازع پیدا ہو جائے تو دیکھو کہ میدان کارزار والے کس طرف ہیں۔ سب سے زیادہ علم ابلیس لعین کو تھا مگر وہ حقیقت سمجھنے سے قاصر رہا اور وہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار ہو گیا۔ اس لیے ہمیں علمی چرچا سے زیادہ غرض نہ ہو بلکہ عمل سے زیادہ غرض ہو اور عمل ہی سے زندگی بنتی ہے اور زندگی کے راز کھلتے ہیں۔

میرے محترم بھائی! میں جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ اس قرطاسِ ابیض میں کرنے سے قاصر ہوں، اس لیے دل کی گہرائیوں سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں صرف دعا ہی کر سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام امتِ مسلمہ کو ان کی زندگی ہی میں اصل حقائق کو سمجھنے کی توفیق دے اور آخرت کی دائمی رسوائی سے بچائے، آمین!

انسان خود ہی اپنے بارے میں زیادہ واقف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ (سورۃ القیامۃ:۱۴)

"بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔"

اگر انسان چاہے تو خود ہی دو اور دو چار کی طرح اپنا ایمان اپنے ہی فہم و ادراک کی ترازو میں ناپ تول کر دنیا ہی میں اپنا محاسبہ کر سکتا ہے، اُسے کسی بیرونی مفتی کے فتوے کی ضرورت نہیں پڑتی بہ شرط یہ کہ وہ کج روی کا شکار نہ ہو۔ اگر وہ قرآنِ پاک کی ان آیاتِ کریمہ کو سامنے رکھے تو اس کے لیے اور آسان ہو جائے گا کہ وہ اس کارگاہِ حیات میں کہاں کھڑا ہے۔ ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝ (سورۃ الانشقاق)

"اے انسان! تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے گا۔ تو جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس سے حساب آسان لیا جائے گا۔ اور (قیامت کے دن) وہ اپنے گھر والوں میں خوش خوش آئے گا۔ اور جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ وہ موت کو پکارے گا۔ اور دوزخ میں داخل ہو گا۔ (دنیا میں) یہ اپنے اہل (وعیال) میں مست رہتا تھا۔ اور خیال کرتا تھا کہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ ہاں اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا۔"

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ (سورۃ المطففین)

"جو گناہ گار ہیں وہ (دنیا میں) مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے۔ اور جب اپنے گھر کو لوٹتے تو اِتراتے ہوئے لوٹتے۔ اور جب ان (مومنوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں۔"

یہ آیت بھی ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتی ہے، ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورۃ التوبۃ)

"کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان کے آدمی، مال جو تم کماتے ہو، تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان (فاسق) لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

سورۂ توبہ کی یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اہل ایمان میں سے کوئی بھی شخص آیت مذکور میں دنیاوی ان آٹھ چیزوں (باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار، مال، تجارت میں خسارہ کا ڈر اور پسندیدہ مکانات) میں سے کسی ایک کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہو تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت تنبیہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور جہاد فی سبیل اللہ پر مذکورہ دنیوی آٹھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ترجیح دینا اہل ایمان کو فاسق بنا دیتا ہے اور ایسے فاسق کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے آج انسانی دنیا میں امتِ مسلمہ ایک جمِ غفیر کی حیثیت رکھتی ہے اس کے باوجود وہ آج غلام ہے بلکہ غلام ابنِ غلام ہے، انہیں کوئی بات سجھائی نہیں دے رہی ہے اس نے دنیاوی چند روزہ آسائش کی خاطر اپنی عاقبت کو داؤ پر لگایا ہوا ہے۔

سب سے دکھ کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نفسا نفسی کے عالم میں جن چند سر فروشوں کو زندگی اور اس کی حقیقت کا فہم عطا کیا اور وہ جس شاہراہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، دجالی نظام اور اس کے کارندوں نے ان سر فروشوں کو اور ان کی دعوت کو آج معاشرے میں اجنبی بنا دیا اور ان داعیان دین کو دہشت گرد قرار دے کر اس دعوت کو مسدود بنا دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس ہولناک اجتماعی ارتدادی ماحول میں انہیں سر فرشوں کو اہل ایمان کے لیے نرم اور اہل کفر وارتداد کے لیے سخت بنا کر اُٹھایا جو نہ دبنے والے ہیں...... (باقی صفحہ نمبر 69 پر)

مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے...... ہمارا ہے...... ہمارا اللہ ہے! اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلاشبہ اس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے؟

مع الأستاذ فاروق، استاذ احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ میں استاذ کا محبوب ترین ان کی حیات میں تو شاید نہ تھا لیکن اللہ سے امید ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان شاء اللہ ان کے محبوب ترین لوگوں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں گا۔ ہاں ان کی حیات میں ان کے محبوب تر لوگوں میں بہر حال شامل رہا۔ استاذ کی محبت کا حوالہ اس لیے اہم ہے کہ وہ ان شاء اللہ، ہمارے اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ میرے محبوب تھے اور میں ان کا، اور یہ محبت کی سنہری زنجیر ہے جو ہمارا اللہ کے دربار میں ذکر کا ان شاء اللہ ایک سبب ہے کہ ان شاء اللہ استاذ ہمیں بھولے نہیں ہیں۔ حضرتِ استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرمالے۔ نوٹ: ان سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ ہوں گے۔

شہر کی زندگی سے 'کہف' کی جانب آمد

ألحمد لله و كفىٰ والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء.

أللّٰهم وفقني كما تحب و ترضى والطف بنا في تيسير كل عسير فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمين!

میران شاہ سے ہشام گل بھائی اور میں شمالی وزیرستان کے جنوبی علاقوں کی طرف عازمِ سفر ہوئے اور ہم اپنے پرانے مرکز 'لواڑہ' آپہنچے۔ لواڑہ میں جس جگہ پر ہمارا مرکز تھا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسی جگہ سے کچھ فاصلے پر (پانچ منٹ پیدل) ایک نیا مکان بھی بطورِ مرکز لے لیا گیا ہے لیکن ابھی آباد نہیں کیا گیا۔ جس مرکز میں ہم پہنچے تھے یہ وہی جگہ ہے جس کا ذکر 'مع الأستاذ فاروق' کی اولین نشستوں میں گزرا ہے۔

خیر، میران شاہ سے روانہ ہوتے ہوئے ہمیں استاذ نے کہا تھا کہ آپ لوگ پہنچیں، میں بھی چند روز میں آتا ہوں۔ چند روز جیسے تیسے گزرے، ان کا احوال نہ زیادہ یاد ہے اور نہ ہی ان کا ذکر سود مند۔ بالآخر استاذ تشریف لے آئے اور یہاں کی پہلی نشست بہت پر مغز اور زرخیز رہی۔

میران شاہ کے آخری دنوں میں، راقم نے 'دجّالیات' سے متعلق بہت سی کتابیں پڑھی تھیں۔ ان میں ایسی کتابیں بھی تھیں جن میں 'سازشی نظریات' یعنی conspiracy theories بہت زیادہ تھیں۔ اگر علمائے کرام کی رہنمائی میں رہے بغیر کوئی عام فرد دجالیات کو پڑھے اور ساتھ ہی سازشی نظریات بھی شامل ہو جائیں تو یہ موضوع انسان کو کم از کم پاگل تو بنا ہی سکتا ہے، ورنہ اس کی حد گمراہی سے بھی کچھ کم نہیں۔ اسی سب کی ایک مثال 'اسرار عالَم صاحب' ہیں، جنہوں نے ابتداءً تو بہت ہی دل سوزی سے اس موضوع کو اٹھایا لیکن سازشی نظریات میں خود اتنا الجھے کہ پہلے معتبر افراد سے ان کی ذہنی حالت کے مشکوک ہونے کا سنا اور پھر بعداً ان کی سر سیّد احمد خان کی طرف داری، علمائے کرام کا استہزا اور امت کے مسائل کی جڑ علمائے کرام ہی کو قرار دینا جیسے مسائل سامنے آئے۔ حتیٰ کہ ان کے ایسے اقوال بھی منظرِ عام پر آئے کہ 'یہود قرآنِ مجید میں تحریف کر چکے ہیں اور آج کا نسخۂ قرآن جو دنیا بھر میں موجود ہے تحریف شدہ ہے'۔ یہ بے چارے اولاً سازشی نظریات کے پیچھے اتنا بھاگے کہ ذہنی و فکری توازن اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے اور پھر بالکل ہی کام سے گئے۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے!

خیر، راقم نے موجود تحریرات میں خوب دجالیات کا مطالعہ کیا۔ ذہن کچا تھا، لہٰذا ہر جگہ، ہر چیز کے پیچھے مجھے دجال نظر آنے لگا اور ہر شے میں سازشی نکتہ تلاشنا عادتِ ثانیہ بن گئی۔ الحمد للہ یہ سلسلہ ڈیڑھ دو ماہ سے زیادہ نہ چلا۔ اب ہم پہلی بار لواڑہ میں بیٹھے۔ بات اعلام کی ہو رہی تھی اور استاذ سب ساتھیوں سے مشورہ کر رہے تھے اور کاموں کو ساتھیوں میں تقسیم کر رہے تھے اور ہم جیسوں کی تالیفِ قلب اور تربیت کی خاطر ہم سے بھی مشورہ لیتے۔ میری باری آئی تو میں بات گھماتے گھماتے دجالیات تک جا پہنچا اور کسی جذب کی کیفیت میں نجانے کیا کچھ بولا۔ حضرت الاستاذ نے بھی ادھار نہ رکھا اور ازراہِ شفقت فوراً پکڑ لیا۔

حضرت کی یہ صفت بہت عجیب تھی۔ جن معاملات میں آپ کو گمان ہوتا کہ کچھ وقت بعد بھی یہ بات سمجھائی جا سکتی ہے تو اس کو مؤخر کرتے لیکن اگر کوئی راہ و فکر سے پھسل رہا ہوتا تو فوراً گرفت کرتے۔ یہ گرفت بھی نرمی سے معمور ہوتی۔

میں کہہ رہا تھا کہ فلاں فلاں نشان کے پیچھے اور فلاں فلاں انداز کے پیچھے 'دجّال' کا ہاتھ ہے۔ اس پر استاذ نے مجھ سے پوچھا کہ 'آپ نے ایک سال پہلے جو فلاں پراجیکٹ پر کام کیا تھا اور فلاں فلاں نشان و انداز اس میں استعمال کیے تھے وہ دجّال کی وجہ سے کیے تھے؟'۔ یہ تیر بہدف لگا اور میں گنگ۔ اب مجھے یاد نہیں کہ استاذ نے مزید کیا کیا باتیں کیں اور کیا کیا اسلوب اگلے ڈیڑھ دو ماہ میں اپنائے کہ یہ ہر شے میں دجّالی کانٹا تلاشنے کی عادت کم ہو گئی یا ختم ہو گئی، یہ صحبتِ با اہلِ دل ہے۔ اہلِ دِل کئی بار کچھ کہے بغیر ایسا کرتے ہیں کہ سامنے کے فرد میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ تبدیلی اور کچھ کرنا بھی 'جادوئی' و 'دیومالائی' نہیں ہوتا، دراصل یہ اہلِ دِل کا اللہ سے تعلق ہوتا ہے اور تعلق باللہ دنیا کے ہر معاملے کو سُدھار دیتا ہے، الّا یہ کہ اللہ کی کوئی اور ہی حکمت ہو۔

چونکہ موضوع سے مناسبت ہے تو ایک اور ذرا بعد کی بات بھی یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ دجّالیات یا اس طرح کے موضوعات میں اترنے والے عام لوگوں کا یہ بھی معاملہ ہوتا ہے کہ 'آخر الزمان' اور 'علم الفتن' کی احادیث کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتے ہیں (ان کا متوجہ ہونا بھی اخلاص ہی کے سبب اور دین اللہ کی اقامت کی تڑپ کے سبب ہوتا ہے)۔ تو بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو 'سٹریٹجی' اور 'پالیسی' لیول کے معاملات کو بھی ان پیشین گوئیوں کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں جو احادیث و آثار میں موجود ہیں۔ یہی موضوع ایک بار حضرت الاستاذ کے سامنے بھی چھڑا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ 'ایک بہت ہی معزز بھائی نے ایک بار مشائخ کی ایک محفل میں کہا کہ "احادیث میں بہت سے مستقبل کے احوال بیان ہوئے ہیں اور بہت سی پیشین گوئیاں ہیں تو مجاہدین اپنی حکمتِ عملی اس کے مطابق کیوں نہیں بناتے؟"۔ جواباً شیخ ابو یحییٰ اللیبی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "احادیث و آثار میں جو مستقبل کی خبریں ہیں وہ ایمان پر ڈٹے رہنے، اپنے ایمان کی حفاظت کرنے، فتنوں سے بچنے اور آخرت کی تیاری کے لیے ہیں اور علمانے فرمایا ہے کہ یہ روایات واجبات اور احکام کو بیان کرنے والی نہیں ہیں۔ بلکہ احکامات اور واجبات و فرائض کو بیان کرنے کے لیے محکم آیات و سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے کہ جن پر عمل پہ جزا و سزا کا دار و مدار ہے۔ اس کی مثال یوں بھی ہے کہ محکم اور براہین سے ثابت شدہ احکامِ شریعت ابھی آپ سے کسی خاص فعل یا عمل کا تقاضہ کر رہے ہیں لیکن مستقبل کی خبروں پر موجود روایات بظاہر کچھ اور کہہ رہی ہیں تو حکمِ شریعت یہی ہے کہ محکم احکامات پر عمل کرنے کا فیصلہ کریں"۔' اسی محفل میں شیخ عطیۃ اللہ اللیبی، شیخ منصور شامی اور شیخ یونس موریطانی وغیرہ بھی تشریف فرما تھے۔

استاذ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ 'احادیث میں واقعات کے رونما ہونے کا اور مستقبل کے حالات کا ذکر تو ہے لیکن حتمی تعیین نہیں ہے کہ فلاں وقت میں فلاں واقعہ ہو گا، لہٰذا یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہم جس واقعے کو اپنی نظر و علم کے مطابق ابھی رونما ہوتا دیکھ رہے ہیں یہ اس کے مطابق نہ ہو۔ نیز جن علمانے عصری تطبیقات کی بھی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نظر ہے اور امکانی طور پر ایسا ہو سکتا ہے، حتماً تو کوئی بھی گفتگو نہیں کرتا'۔

اسی سے سے یاد آیا کہ شہید داعیٔ حق شیخ انور العولقی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ دروس 'Signs of the Hereafter' یعنی 'قیامت کی نشانیاں' میں بعض نشانیوں کا سن کر معلوم ہوتا ہے کہ فلاں عالم نے کہا کہ فلاں نشانی ہم نے پوری ہوتی دیکھ لی، اور بعض دیگر حضرات نے اسی نشانی کی کوئی اور تطبیق کی اور اسی نشانی کے پورا ہونے کا زمانہ کچھ اور بتایا، وغیرہ۔ تو یہ امور حتمی نہیں ہیں۔

لواڑہ میں دوبارہ آمد کے بعد کی اس پہلی نشست کے آخر میں استاذ نے موجود ساتھیوں کی مختلف کاموں کے لیے تشکیلات کیں اور مجلس برخواست ہو گئی۔ اسی محفل میں طے پایا کہ ہشام گل بھائی اور راقم سامنے قائم کردہ نئے مرکز کو آباد کرنے کے لیے جائیں گے۔ اور اگلی صبح ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ ہشام بھائی کا نئی جگہوں کو آباد کرنے کا بہت تجربہ تھا اور یہ یہاں خوب کام بھی آیا۔ ایک دن میں ہی انہوں نے اس مرکز میں موجود مرکزی کمرہ سیٹ کر لیا۔ چند روز میں استاذ بھی تشریف لے آئے اور ایک آدھ دن بعد استاذ کے اہلِ خانہ بھی۔ استاذ گھر کے جس حصے (پورشن) میں تھے وہ باقی گھر سے بالکل جدا تھا اور ایک منزل جتنی اونچائی پر واقع تھا۔ لہٰذا استاذ ہماری جانب ایک لکڑی کی سیڑھی کے ذریعے آتے جاتے۔

اس مرکز میں حفاظت کی غرض سے ایک خندق بنائی گئی تھی۔ ڈرون حملے اس زمانے میں وزیرستان میں بے تحاشا ہوتے تھے اور انہی سے حفاظت کی غرض سے زیرِ زمین یہ خندق یا کہہ لیں زیرِ زمین مصنوعی غار کھودا گیا۔ خندقوں یا غاروں کو خاص کر حفاظت کی غرض سے کھودنے کی اہمیت اور خندقوں کے اندرونی نقشے (design) کرنے وغیرہ کے معاملات کے لیے عبقری قائدِ جہاد، جنابِ ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان نے ایک کتابچہ لکھا تھا۔ ثانیاً ایسا ہی ایک تحقیقی اور کئی قسم کے نقشوں (architectural designs) پر مبنی ایک کتابچہ سہیل بھائی نے بھی لکھا تھا، جو پیشے کے اعتبار سے اور پیشے سے بڑھ کر ذوق و مذاق کے اعتبار سے ایک سولِ انجنیئر تھے۔

یہ مذکورہ خندق کھد تو چکی تھی لیکن اس کو رہنے کے قابل بنانے کا مرحلہ ابھی باقی تھا۔ اور اس خندق کو رہنے کے قابل بنانے اور سیٹنگ وغیرہ کرنے کی ذمہ داری ہشام بھائی اور میری لگائی گئی۔

غاروں اور خندقوں میں، اور وہ بھی زیرِ زمین سُرنگوں میں رہنا ایک مشکل کام ہے۔ کتنوں کا تو ایسی فضا میں دم گھٹتا ہے اور دیگر وحشت الگ ہے۔ ڈرون بھی فی الحال نہ تھا اور باقی وحشت تھی سو ہم دونوں بھی اس کو ٹھیک کرنے، بلکہ ٹھیک کرنے سے بھی قبل اس کا 'سروے' کرنے اور پھر ضرورت کا سامان منگوانے وغیرہ کے کام میں سست روی کا شکار تھے۔ دو چار دن یونہی ٹل گئے۔

پھر ایک صبح ڈرون آوارد ہوا اور ہم دونوں کا دھیان اس کی جانب نہ گیا۔ شاید صبح دس بجے کے قریب استاذ مذکورہ بالائی مجلس سے آئے اور ہمارے یوں بیٹھے ہونے پر خفا ہوئے۔ آپ نے کہا کہ خندق موجود ہے اور اوپر ڈرون گھوم رہا ہے، جبکہ آپ یہاں بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد اللہ کے یہاں مسئولیت اور جواب دہی کی طرف حضرت نے توجہ دلائی اور کہا کہ ضروری سامان سمیت نیچے اتریں میں بھی ذرا دیر میں آتا ہوں۔ یوں خندق میں رہنے کے لیے ہم پہلی بار اترے، ہم تو جلد اس خندق کی زندگی سے آگے کو نکل گئے لیکن حضرت الاستاذ نے اللہ کی رضا، جہاد و رباط، امرائے جہاد کی اطاعت میں اور دشمنانِ دین کو نقصان پہنچانے کے لیے اسی خندق میں (بعض چند روزہ وقفوں کے علاوہ) اگلا ڈیڑھ سال گزارا۔ اللہ پاک زمین کی یہ تنگیاں برداشت کرنے کے سبب ان شاء اللہ افلاک و جناتِ عدن کی وسعتیں آپ کو عطا کر چکا ہو گا، اللھم زد فزد!

یوں ہشام بھائی اور میں ایک پلاسٹکی چٹائی، دو چار گدّے اور تکیے وغیرہ لے کر نیچے اتر گئے اور یوں اس 'کہف' کی آبادی کا کام شروع ہو گیا۔

(باقی صفحہ نمبر 54 پر)

غزوۂ احد میں صحابۂ کرام کا جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت

ماہِ شوّال کے حوالے سے

قاضی حلیم فضلی

جنگ احد کے اسباب

۱)جنگ بدر میں قریش مکہ کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی۔ ان کے سردار مارے گئے تھے۔ مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ جس قوم اور معاشرے میں ایک قتل کے بدلے صدیوں تک جدال و قتال کی روایت ہو، اسی معاشرے میں جنگ بدر کی ہزیمت اور سردارانِ قریش کی ہلاکت کو کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا؟ چنانچہ پورا مکہ جوشِ انتقام سے بھرا ہوا تھا۔ جنگ احد کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔ دوسرے اسباب اسی کے نتیجہ میں آتے ہیں۔

۲)فوری تیاری کا سبب یہ بھی تھا کہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) بدر کے مقتولین کے ورثا کو لے کر ابوسفیان کے پاس گیا اور کہا کہ ہم اپنے مقتولین کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان خود اس وقت مسلمان نہ تھے، جوش انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ ابوسفیان نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ اسی کے ساتھ ساتھ دو قریشی شاعر عمرو اور مسافع نے انتقام پر ابھارنے والے اشعار کے ذریعہ قبائل میں آگ بھڑکادی۔

۳)قریش کی وہ خواتین جن کے خاوند، والد اور بیٹے جنگ بدر میں مارے گئے تھے وہ بھی اپنے مردوں کو غیرت دلاتی تھیں اور کفار مکہ کو مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ پر ابھارتی تھیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہند جس کا باپ عتبہ بدر میں کام آیا تھا، ام حکیم عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی، 'فاطمہ' حضرت خالد کی بہن جو اپنے والد ولید کا انتقام لینا چاہتی تھی، اسی طرح حناس حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ اپنے مقتول کے انتقام کے لیے بھری بیٹھی تھیں۔

۴)جنگ بدر میں جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تھے ان کا فدیہ بھی جو ڈھائی لاکھ درہم تھا، اہل مکہ کو ادا کرنا تھا جو ان پر معاشی دباؤ کا سبب بنا اور مالی کمزوریاں انتقام کا ذریعہ بنیں۔

۵)اہل قریش نے نجد اور عراق کے راستے اپنی تجارت بحال کرنا چاہی تو مسلمانوں نے چھاپہ مارا جس میں ایک لاکھ درہم کی چاندی ان کے ہاتھ آئی۔ یہ عنصر بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ احد کا سبب بنا۔

۶)ان جانی ومالی نقصانات کے علاوہ قریش کے تمام تجارتی راستے بند ہوگئے۔ قریش جن کو اہل عرب کی ہر قیادت وسیادت حاصل تھی، بدر کی شکست اور ان حالات میں ان کی بے بسی کے باعث وہ اچھے اثرات زائل ہونے لگے۔ انہیں اپنی عزت، عقیدت و احترام میں کمی کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی فتح اور برتری کے نتیجہ میں بھی اور خداوند تعالیٰ پر پختہ ایمان و ایقان کے نتیجہ میں بھی بت پرستی سے لوگ برگشتہ و بے زار ہو رہے۔ خونی رشتوں کے کٹ جانے اور دینی رشتوں کی باہمی محبت و استحکام پر بھی ایمان پیدا ہو رہا تھا۔ تجارتی راستوں کے مسدود ہونے کی وجہ سے دوسرے قبیلے مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر مجبور تھے۔ یہ تمام حالات اہل قریش کے لیے حد سے زیادہ پریشان کن تھے۔ وہ اپنے مقتولین کے انتقام، معاشی ومالی نقصانات اور اپنے اقتدار کی بحالی وتحفظ کی خاطر ''جنگ احد'' پر مجبور تھے۔

جنگی تدابیر

اہل قریش نے مختلف وفود، بااثر شخصیات، شاعروں وغیرہ کی خدمات کے زیر اثر مختلف قبیلوں کی امداد پر مشتمل تین ہزار کا لشکر تیار کرلیا، جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار شامل تھے۔ مقتولین کے نوحے پڑھ کر جنگ میں بہادری پر اکسانے والی خواتین بھی تھیں۔ ابوسفیان کے اس تجارتی قافلے (جو جنگ بدر سے پہلے بچ کر نکل آیا تھا) کا منافع اس جنگِ احد میں صرف ہوا۔ چنانچہ پورے سازوسامان اور جنگی ضرورتوں ولوازمات کے ساتھ یہ لشکر مدینہ کی چراگاہ میں داخل ہو کر اسے پامال کرنے لگا اور احد کے مقام پر پہنچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس چونکہ مکہ میں تھے، لہٰذا انہوں نے اس لشکر کی روانگی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی جنگی مخبروں نے بھی قریش کے لشکر کی اطلاع دے دی کہ وہ احد کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی مجلس مشاورت طلب فرما کر جنگی تیاریوں اور جنگ کے متعلق تجاویز طلب فرمائیں۔ آزمودہ کار کی رائے تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی چاہتے تھے کہ یہ لڑائی مدینہ کے اندر لڑی جائے۔ لیکن نوجوان صحابۂ کرام نے ازراہ جوش و جذبہ اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر احد کے مقام پر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے، زرہ پہنی اور نکلے۔ جب صحابۂ کرام کو اندازہ ہوا کہ مدینہ سے باہر لڑائی کا مشورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف ہے تو پشیمان ہو کر اپنی رائے بدلنے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی جب ہتھیار باندھ لے تو اتارا نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں ایک ہزار افراد تھے۔ تھوڑی دور چل کر عبداللہ ابن اُبی منافق بہانہ بنا کر کہ مدینہ کے اندر لڑنے کی میری تجویز نہیں مانی گئی لہٰذا میں احد کی لڑائی میں شریک نہیں ہوتا، اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس ہوگیا۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لشکر میں نابالغ بچوں سمیت سات سو آدمی رہ گئے۔ کم سن لڑکوں کو واپس کردیا جن میں زید بن ثابت، براء بن عازب، ابو حذری اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔ ان کم سن بچوں میں سے رافع کو ان کی تیر اندازی میں مہارت کی وجہ سے بھی اور ایڑیاں اٹھا کر صف میں کھڑے ہونے کی وجہ سے بلند قامت سمجھ کر ساتھ لے لیا جس پر سمرہ نے اعتراض کیا کہ یہ مجھ سے چھوٹے ہیں اور میں ان سے طاقت میں بہتر ہوں،

ہمارا مقابلہ کرایا جائے۔ ان دونوں کے درمیان کشتی کا مقابلہ ہوا تو واقعی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا جس پر دونوں کو اجازت مل گئی۔ اس لشکر میں عورتوں میں سے حضرت عائشہ، ام سلیم، ام سلیط، ام عمارہ بھی ساتھ تھیں رضی اللہ عنہن، جنہوں نے جنگی خدمات انجام دیں۔

واقعات

احد کے پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صفیں باندھی گئیں۔ احد کا میدان مدینہ سے تین میل پر واقع ہے۔ پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ اس پہاڑی پر، جہاں پشت پر حملے کا اندیشہ تھا، حضرت عبداللہ ابن جبیر کی نگرانی میں متعین فرما کر انہیں سخت تاکید کی گئی کہ فتح ہو یا شکست تم جگہ نہ چھوڑو گے۔

لڑائی کا آغاز ہونے سے پہلے ابو عامر راہب، رئیسِ مدینہ ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ آگے آیا۔ اسے مدینہ میں اپنے عرصۂ قیام کے دوران اپنی پارسائی، اپنی سابقہ عزت و حرمت کے زعم میں یہ خیال تھا کہ انصار اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ نعرہ مارا، مجھے جانتے ہو! میں ابو عامر ہوں۔ انصار نے جواباً کہا: ہاں جانتے ہیں! تو بدکارہ، ے تیرا ارادہ پورا نہ ہو گا۔

قریش کی عورتیں دف بجاتی ہوئی آئیں۔ رجزیہ گیت اور مقتولین بدر کے نوحے گاتی تھیں تاکہ اپنے لشکر میں جوش و جذبہ پیدا ہو۔ قریش کا علم بردار طلحہ آگے بڑھا اور چیلنج کیا: 'تم میں سے کون ہے جو مجھے مار کر جہنم رسید کرے یا میرے ہاتھوں مر کر جنت میں داخل ہو؟'۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا: 'میں ہوں' اور ایک ہی وار میں اسے جہنم رسید کر دیا۔ پھر اس کا بھائی عثمان آیا، جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شانے پر تلوار مار کر جو کمر تک اتر گئی تھی واصل جہنم کر دیا۔

پھر عام جنگ کا آغاز ہو گیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو دجانہؓ جو عرب کے مشہور جنگی پہلوان بھی تھے، صفوں کی صفیں الٹتے تھے۔ تلواریں نیزے اور بھالے چل رہے تھے اور حضرت حمزہ دو دستی تلوار چلا رہے تھے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام کو حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا تھا کہ اس کے بدلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ اسی حبشی کو 'ہند' زوجۂ ابوسفیان نے بھی اپنا تمام زیور دینے کے وعدے پر اکسایا تھا کہ وہ حضرت حمزہ کو قتل کر دے۔ چنانچہ وہ ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا موقع کی تاک میں تھا۔ حضرت حمزہ جب دو دستی تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ حبشی نے تاک کر اپنا چھوٹا نیزہ حربہ پھینکا، جو آپ کی ناف میں لگا اور دوسرے پہلو سے پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ نے جوابی حملہ کرنا چاہا کہ گر پڑے اور وہیں شہید ہو گئے (بعد میں وحشی بھی دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے اور آپؓ نے جھوٹے مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب کو قتل کیا)۔

حضرت حنظلہؓ بہادری سے لڑتے ہوئے آگے نکل گئے کہ ابوسفیان سے سامنا ہو گیا۔ آپ اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے کہ دفعتاً شواد بن الاسود نے وار کر کے شہید کر دیا۔ ابو دجانہؓ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ تلوار تھی، آپ لڑتے ہوئے اسی بہادری سے داد شجاعت دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ ابوسفیان کی بیوی 'ہند' سامنے آ گئی، چاہا کہ ایک ہی وار سے اسے ہلاک کر دیں کہ خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار عورت پر اٹھانا تلوار کی توہین ہو گی اور ہند کو چھوڑ دیا۔

جنگ کا پانسہ پلٹ گیا

گھمسان کی اس جنگ میں مسلمانوں نے قلیل تعداد کے باوجود شجاعت اور بہادری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ایمان پر سچائی و اسلام کے لیے سرفروشی و شوق شہادت کا حق ادا کر دیا۔ اور حق بھی ایسا کہ قریش کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے پسپا ہو کر راہ فرار اختیار کر لی۔ عورتیں ازار سنبھال کر ننگی پنڈلیوں کے ساتھ بھاگ رہی تھیں، انہیں ہوش نہیں تھا۔ مسلمان میدان خالی پا کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ انہیں دیکھ کر پہاڑی پر چھوڑے ہوئے پچاس تیر اندازوں کا دستہ بھی فتح کے یقین اور مال غنیمت کی تحصیل میں اپنی جگہ چھوڑ آیا۔ ہر چند کہ انہیں حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا کہ حضور نے جگہ چھوڑنے سے منع فرمایا ہے مگر وہ نہ رکے۔ خالد بن ولید (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) نے جب یہ جگہ خالی دیکھی تو پلٹ کر اسی راستے گھاٹی سے سو سواروں کے ساتھ دوبارہ حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے مقابلہ کیا مگر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ کے دوسرے سردار ابوسفیان اور عکرمہ بھی واپس ہوئے اور حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید اور غیر متوقع تھا کہ مسلمان، جو افراتفری کی حالت میں تھے اور بے خبر مال غنیمت سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے، قریش کے اس حملہ میں بدحواس ہو کر بکھر گئے اور کفار کے گھیرے میں گھر گئے۔ کسی کو کسی کا پتہ نہ تھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ جن کے ہاتھ میں علم تھا اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے وہ کفار کے مشہور پہلوان قمیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے تو اس نے نعرہ مارا "قد قتلت محمداً" محمد قتل ہو گئے! اس نعرے نے بدحواسی، افراتفری اور نفسانفسی کے عالم میں مزید اضافہ کیا اور مسلمانوں میں مایوسی طاری کر دی۔ اکثریت ہمت ہار بیٹھی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ؟ جو جانباز تھے ان کا زور بھی نہ چل سکا۔ ہر کوئی اپنی جگہ گھرا ہوا انفرادی و ذاتی دفاع میں مصروف تھا۔ اسی افراتفری و نفسانفسی کے عالم میں اپنے پرائے کی تمیز بھی باقی نہ رہی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کے والد پر دشمن سمجھ کر مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت حذیفہ پکارتے رہے کہ یہ میرے والد یمان ہیں مگر کون سنتا اور حضرت یمان اپنوں کے ہاتھوں خطاءً شہید ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کسی کو نہ تھی۔ ان کے ساتھ گیارہ صحابہ رہ گئے؛ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابو دجانہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق صرف طلحہ اور سعد کا نام آتا ہے کہ یہی دو تھے۔ حضرت انس ابن نضرؓ تلوار چلاتے ہوئے آگے نکلے تو حضرت عمر تلوار پھینکے ہوئے مایوس بیٹھے تھے۔ حضرت عمر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر مایوسی کی بجائے وہ صفوں

میں گھس گئے کہ اب زندہ رہنا بے کار ہے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر اسی سے زیادہ تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے اور ان کی بہن نے انگلیوں کے پور دیکھ کر پہچانا۔
آخر حضرت کعب بن مالکؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو انہوں نے اعلان کیا جس سے پر جوش و پر مسرت ہجوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد معرکہ برپا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'کون مجھ پر جان دیتا ہے ؟' زیاد بن سکنؓ پانچ انصاریوں کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے تو سب لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیاد کا جسم منگوایا ابھی سانس باقی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سر رکھ کر جان دے دی۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہان نیاز مندے
کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یلغار ایسی تھی کہ کفار آخری مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ابو طلحہ اس یلغار کو تیر اندازی سے روکتے رہے اور اس شدت کے ساتھ دو کمانیں ہاتھ میں ٹوٹ گئیں تو انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کو اَوٹ میں لے لیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر سر اٹھا کر دیکھنا چاہتے تو منع فرماتے کہ ایسا نہ کریں، میرا سینہ دشمنوں کے حملوں کے سامنے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو اپنا ترکش دے کر فرمایا: "تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ تیر برساؤ"۔ اسی حالت اضطرار میں زبان سے نکلا: 'وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جو پیغمبر کو زخمی کرے'۔ اس پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فوراً تنبیہ فرمادی گئی کہ 'اس معاملے میں تمہارا کوئی اختیار نہیں'۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کی چوٹی پر چڑھا دیا گیا۔ ابو سفیان نے ان تک پہنچنے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ اور صحابۂ کرام نے پتھر لڑھکا کر یہ کوشش ناکام بنادی۔ چوٹی پر چڑھنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد گھمسان کی جنگ کے دوران عبد اللہ بن شہاب زہری کے وار سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو چکا تھا۔ پھر ابن قمیہ کے زور دار وار سے جو سر پر پڑا، خود کی دو کڑیاں آنکھوں کے نیچے ہڈی میں گھس گئیں جنہیں ابو عبیدہ بن جراحؓ نے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا تو نکلیں۔ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔ ابو دجانہؓ آپ کی پشت سے سینہ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور اپنا پشتہ دشمنوں کے تیروں کے لیے سپر بنالیا۔ ان کی پشت تیروں سے چھلنی ہو گئی مگر جنبش تک نہ کی۔ حضرت سعد، حضرت ابو طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمان بن عوف حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ حضرت طلحہ ہاتھوں پر تلواروں کے وار روکتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ زخموں سے چور ہو کر بے کار ہو گئے۔
اسی ہنگامہ کارزار میں ایک شقی نے دور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنا کر پتھر مارا جس سے ہونٹ زخمی ہوئے اور نیچے کا دانت ٹوٹ گیا۔ پاؤں پھسلا تو گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت علی و حضرت ابو بکر صدیق نے سہارا دے کر کھڑا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق چوٹی پر چڑھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی خبر پر تمام صحابہ کے وہاں جمع ہونے سے صورت حال بدل گئی۔ کفار کے حملے میں سستی آگئی۔ اسی دوران ایک کافر ابی بن خلف گھوڑے پر سوار چڑھتا چلا آرہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنے دو۔ اور حارث بن حمہؓ صحابی سے نیزہ لے کر اس پر وار کر دیا جس سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگا اور اسی زخم سے ہلاک ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اسی شخص پر حملہ کر کے قتل فرمایا۔

مثالی ایثار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر جب مدینہ پہنچی تو وفا شعار دوڑ پڑے۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تشریف لائیں تو چہرہ مبارک خون آلود تھا خون بند نہ ہوا تھا تو چٹائی کا ٹکڑا جلا کر رکھا تو خون بند ہوا۔
سیدنا حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ پہنچیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے زبیر سے فرمایا انھیں حضرت حمزہ کی لاش نہ دیکھنے دو، جسے ابو سفیان کی بیوی ہند نے مسخ و مثلہ کر دیا تھا۔ ہاتھ، ناک، کان وغیرہ کاٹ کر بری طرح بگاڑ دیا۔ سینہ چیر کر کلیجہ چبا دیا تھا، اعضا کا ہار بنا کر گلے میں ڈال لیا تھا۔ اسی وقت ہند جگر خور کے لقب سے مشہور ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ حضرت صفیہ بھائی کی لاش اس حال میں دیکھ کر غمگین ہوں گی، مگر آپ نے کہا مجھے پتہ ہے میرے بھائی کے ساتھ کیا ہوا لیکن خدا کی راہ میں یہ بڑی قربانی نہیں ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور مغفرت کی دعا مانگی۔
ایک انصاری صحابیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر دوڑتی ہوئی آرہی تھیں، راستہ میں ہر واپس آنے والے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت فرماتیں، تو جواباً ہر بار اس کے عزیزوں اور پیاروں کی شہادت کی خبر ملتی کہ تمہارا والد شہید ہو گیا، تمہارا شوہر شہید ہو گیا، تمہارا بھائی شہید ہو گیا۔ وہ ہر بار یہی فرماتی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دو وہ کیسے ہیں؟ جب موقع پر آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تو خوشی سے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ و سلامت ہونے کے بعد سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔
حضرت معصب بن عمیرؓ کی بیوی کو ان کے ماموں حضرت حمزہؓ کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو انہوں نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر ان کے بھائی حضرت عبد اللہؓ بن جحش کی شہادت کا بتایا گیا تو پھر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر جب آخر میں ان کے شوہر مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو بے تاب ہو کر رو پڑیں۔
حضرت سعد بن ربیعؓ اس جنگ میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو ان کی تلاش میں بھیجا اور فرمایا وہ جس حال میں ہوں انہیں میرا اسلام کہو اور حال پوچھو، حضرت زید بن ثابت انہیں لاشوں میں ڈھونڈتے ہوئے ان تک پہنچے تو آخری سانس لے رہے تھے۔ جسم پر ستر زخم تھے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

سلام پہنچا کر حال پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر فرمایا: حال یہ ہے کہ مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور انصار سے کہنا خدا کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

حضرت طلحہ، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور جب مشرکین مکہ کے گھیرے میں تھے تو ہر بار فرماتے کوئی ہے مشرکین کے مقابلے کے لیے؟ تو حضرت طلحہ ہر بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر خود کو پیش فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے والی تلواروں کو ہاتھ پر روکتے حتیٰ کہ آپ کے ہاتھ زخمی ہو کر بے کار ہو گئے۔

میدان جنگ کے کنارے پر حضرت سعد ابن ابی وقاص اور عبد اللہ ابن جحش بیٹھے ہوئے خدا سے دعا مانگ رہے تھے: ''الٰہی اس جنگ میں ہمارا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو تلوار کا دھنی ہو، جرأت و ہمت کا مالک ہو تو ہمیں اس کے مقابلے میں ثابت قدم رکھنا۔ ہمارے مولا تو ہمیں غلبہ عطا کرنا۔ ہمارا لڑنا صرف تیری رضا کے لیے ہو تو اسے قبول فرما''، حضرت عبد اللہ بن جحش کی دعا میں یہ الفاظ زیادہ تھے۔ ''الٰہی میرے مقابلے میں ایسا شخص بھیج کہ ہمارا مقابلہ پہاڑوں سے ٹکرانے والے سے ہو۔ تلواروں سے آگ برسے۔ نیزوں سے شعلے نکلیں۔ میرا حریف سخت مقابلے کے بعد مجھے شہید کر دے، میرے اعضا کاٹ ڈالے۔ میری لاش کی بے حرمتی کرے۔ میری شہادت، میرے اعضا بریدگی، میری جسمانی بے حرمتی صرف تیرے لیے ہو۔ جب آخرت کے دن خدایا تیرے سامنے آؤں تو تو پوچھے کہ ایسا کیوں ہوا؟ تو میں کہوں مولا تیرے لیے، تیرے دین کی حفاظت کے لیے، اور تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے لیے۔ پھر درگاہ رب العزت سے آواز آئے 'عبد اللہ تو نے سچ کہا'۔ ''طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابن ابی وقاص اکثر فرماتے تھے 'ہم دونوں دوستوں کی دعائیں قبول ہوئیں، لیکن میرے دوست کی دعا مجھ سے بہتر تھی''۔ وہ حرف بحرف قبول ہوئی اور ان سے یہی سلوک کیا گیا۔ میدان احد میں ان کی قبر حضرت حمزہ کی چار دیواری کے اندر ہے۔

نتائج و فوائد

احد کی اس جنگ میں مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں، جاں نثاریوں اور خدا کے راستے میں شہادت، ثابت قدمی اور صبر و ثبات کے واقعات ہمارے لیے دین اسلام کے غلبہ کے لیے اسی قسم کی قربانی اور خدا کی راہ میں جاں نثاری کا تقاضا کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس غور و فکر کی دعوت بھی دیتے ہیں کہ دورِ اول کے ان مسلمانوں نے خدا کے دین کی اشاعت و حمایت میں خداوند تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شعاری میں جو معیار قائم کیا ہے، کیا ہم اس پر پورا اترتے ہیں؟ تو جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ کیونکہ ہماری مسلمانی اور دعوت اسلام ایسا بے ضرر و بے خطر ہے کہ ہم نے اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے ملحدانہ و کافرانہ نظام اور غیر اسلامی ماحول میں ایسی کوئی صدائے احتجاج اٹھائی ہی نہیں جس سے بدر و احد کے سے واقعات سے دوچار ہو کر ایسی بے مثال قربانیوں اور ثابت قدمی کے واقعات پیش کر سکیں۔ ہماری مسلمانی اور اسلام لے دے کر نماز اور حج تک محدود ہو کر رہ گئی جو خالص انفرادی ہے۔

ہم نے اجتماعی برائیوں سے چشم پوشی کر رکھی ہے، بلکہ دوستی نبھا رکھی ہے۔ ہمیں تو الّا ماشاء اللہ خود اپنے گھروں میں بھی بہو بیٹیوں اور بیویوں کے کسی غیر اسلامی رویہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہماری اسی بے ضرر مسلمانی کا دعویٰ خدا کے ہاں کسی عملی شہادت کے بغیر قبولیت کا درجہ پا سکتا ہے؟

مقام عبرت و نصیحت

ایک ٹیلے پر متعین کردہ تیر اندازوں کی حکم عدولی اور فرمانِ امیر کی نافرمانی جنگ کی جیتی ہوئی بازی کو ہرا کر یہ نتیجہ پیدا کر سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی اس کی جراحت اور شدت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چند مٹھی بھر لوگوں کا فعل جنگ کا پانسہ پلٹ کر اس قدر عظیم نقصان کا موجب بن سکتا ہے اور مدینہ کے ہر گھر کو ماتم کدہ بنا سکتا ہے، مسلمانوں کے خلاف یہودیوں اور قبائل کے حوصلوں کو بڑھا کر ان کی سازشوں اور حملوں کا دروازہ کھول سکتا ہے جس کے تدارک کے لیے اور اسلامی اثرات کی بحالی کے لیے حد سے زیادہ جدوجہد کرنا پڑی۔

جنگ احد کے دوران اور اس کے بعد کے تمام واقعات پر غور فرمایئے۔ کیا ہم ان تیر اندازوں کی طرح صرف ایک بار نہیں بلکہ نافرمانی اور عدم اطاعت کے قدم قدم پر مرتکب نہیں ہو رہے؟ کیا ہمارے اندر مال و دولت کی حد سے زیادہ حرص و ہوس نہیں اور اسے سمیٹنے میں دن رات مصروف عمل نہیں؟ کیا ہماری سیاسی و مذہبی شخصیتوں کے بت ہمارے اندر نہیں جن کی پیروی میں اسلام کے اجتماعی کاز (مقصد) کی پروا نہیں؟

احد کی جنگ میں مسلمانوں کو وقتی کوتاہیوں کی اتنی کڑی سزا مل سکتی ہے کہ 'لیس لک من الامر شیٔ' کی تنبیہ مل سکتی ہے تو آج ہمارے اندر اجتماعی طور پر وہی عیب 'وہی خرابیاں' اور وہی جرم ایک بار نہیں بار بار اور مسلسل موجود ہیں تو پھر ہم اجتماعی و انفرادی طور پر ایسے ہی انجام اور اسی نتیجہ سے دوچار نہیں جو احد میں مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔

بوسنیا، کشمیر، افغانستان، ایریٹریا، فلسطین و عراق پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں تو اس میں تعجب اور شکایت کی کیا بات ہے؟ یہ تو خداوند تعالیٰ کا وہ بدلہ ہے اور اس کی جانب سے تنبیہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں معرکہ کارزار میں جاں نثاروں کو ان کے ایثار کے باوجود مل کر رہی تو ہم کس باغ کی مولی ہیں کہ جن کا دامن اور عمل ایسی کسی قربانی سے خالی ہے۔ جب اس کے نام پر لڑنے والوں کو وقتی ذلت و خواری سے دوچار ہونا پڑا تو ہمارے مقدر میں اگر طعن اغیار، ذلت و رسوائی اور ناداری و نارسائی لکھی گئی ہے تو پھر گلہ کس بات کا ہے؟

سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی شرعی حیثیت

مولانا محمد احمد حافظ

آج جب کوئی شخص شعور کی زندگی میں قدم رکھتا ہے اور چیزوں کو سوچنے اور ان کو پرکھنے لگتا ہے تو اس کے سامنے سوالات کا ایک ہجوم ہوتا ہے......انھی سوالات میں سے کچھ سوال حیاتِ اجتماعی کے نظم و نسق، اخلاقی اقدار اور مابعد الطبیعات سے متعلق ہوتے ہیں۔

بحیثیت مسلمان اگر دیکھا جائے تو جس دین کے ہم پیروکار اور ماننے والے ہیں اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ دین کامل اور مکمل ہے اور یہی دین تا قیامت باقی رہے گا، مگر جب ہم فکر و عقیدہ کی دنیا سے باہر قدم رکھ کر عملی سطح پر دیکھتے ہیں تو عقیدہ اور عمل میں گہرا تضاد نظر آتا ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخی طور پر تقریباً تیرہ سو سال تک مسلم دنیا میں خلافت قائم رہی، شریعت کا نفاذ رہا، لوگوں کے معاملات قرآن و سنت کے مطابق حل ہوتے رہے مگر یکایک ہم دیکھتے ہیں کہ منظر بدل گیا اور ہم نے دین کو صرف فرد کی سطح تک محدود کرکے اجتماعی سطح پر ایک ایسا نظام قبول کر لیا ہے جو فی الواقع ہمارا اپنا نہیں بلکہ مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ اس نظام کی اپنی کونیات، تعلیمات اور مابعد الطبیعات ہیں......

مجموعی طور پر ہم اس نظام کو سرمایہ دارانہ نظام زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا سیاسی نظام جمہوریت کہلاتا ہے (جو ڈیموکریسی کا اردو ترجمہ ہے)۔ اس نظام کو ہم نے ۱۹۲۰ء سے گلے لگایا اور تمام تر قباحتوں کے باوجود اسے اپنائے ہوئے ہیں......ہمارے خیال میں گزشتہ ایک صدی (تقریباً) کے تجربات ہمارے لیے بہت سے بنیادی فیصلوں کے متقاضی ہیں مگر ہم پھر بھی اس نظام کو اپنانے پر مُصر ہیں۔

سر دست جو اہم سوال ہے وہ یہ ہے کہ کیا جمہوریت ہی وہ واحد نظام ہے جو بنی نوع انسان کی فوز و فلاح کا ضامن ہے؟ کیا یہ واحد اور آخری حق ہے جسے ہم اپنائے رکھنے پر مجبور ہیں؟ کیا جمہوری نظام میں بار بار کی شمولیت، کئی مرتبہ کی شکستوں، تقسیم در تقسیم کا خمیازہ بھگتنے اور بھاری اکثریت کے ساتھ فتح کے باوجود منزل سے ہمکنار نہ ہو سکنے کے بعد بھی ہم اسے گلے لگائے رکھیں گے؟ اس نظام میں شمولیت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یا شریعت کو معطل کرکے ہم اس نظام کا حصہ بن سکتے ہیں؟ کیا شریعت پر کافرانہ نظام کی بالادستی قبول کی جا سکتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو آج ہر اہل علم کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آج وقت آ گیا ہے کہ ہم ۱۹۲۰ء کے بعد اپنائی گئی سیاسی حکمت عملی پر از سر نو غور کریں اور قرآن و سنت کی طرف مراجعت کے لیے اپنے آپ کو آمادہ و تیار کریں۔

گو کہ یہ مضمون بہت تفصیل طلب اور گہری تنقید کا متقاضی ہے مگر سر دست ہم چند بنیادی امور پر توجہ مرکوز رکھیں گے۔ ہماری نظر میں جمہوری سسٹم کوئی غیر اقداری نظام نہیں۔ اس کی اپنی علمیات، کونیات اور مابعد الطبیعات ہیں۔ جمہوری نظام کا سرمایہ داری، انسانی حقوق، لبرل قوانین، لبرل عدلیہ اور انتظامیہ سے گہرا اور مربوط تعلق ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اسی ربط و تعلق کو واضح کرنے اور اس پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے حکم لگانے کی طالب علمانہ کوشش کریں گے اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ وفوق کل ذی علم علیم!!!

فرد، معاشرہ اور ریاست کا باہمی تعلق

معاشرہ ہو یا ریاست' اس کا وجود فرد کے گرد گھومتا ہے۔ فرد کو نفی کر دیں تو معاشرہ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ اسی طرح محض ریاست کوئی حسی چیز نہیں۔ انسانی دنیا کے تمام معاملات فرد کے گرد گھومتے ہیں، مثلاً صہیب ایک فرد ہے، اس کا جو تعلق طلحہ، عمر اور عبد الرزاق کے ساتھ ہے وہ معاشرت ہے اور صہیب کا وہ تعلق جو حکمران کے ساتھ ہے ریاست کہلاتی ہے، یہ نہیں کہ فرد نہ ہو اور معاشرہ بھی قائم ہو اور ریاست بھی!......چناں چہ فرد اگر صالح ہے، شریعت کا پابند اور دینی اقدار کا احترام کرتا ہے تو معاشرہ مذہبی ہو گا اور ریاست بھی مذہبی ہو گی۔ فرد اگر مذہب کا پابند نہیں ہے بلکہ فری (Free) یعنی "آزاد" ہے تو معاشرہ لبرل اور سیکولر ہو گا، اس طرح ریاست بھی سیکولر ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی انفرادیت اور سرمایہ دارانہ انفرادیت میں شرق و غرب کا فرق ہے۔

مذہبی انفرادیت کیا ہے؟

مذہبی انفرادیت میں بنیادی چیز عبدیت ہوتی ہے۔ عبدیت کا مطلب ہے انسان ایک خارجی اور اَن دیکھے وجود کو اپنا الہ و معبود مان لے، اُس کی خواہش، منشا اور رضامندی کے لیے اپنی ساری خواہشوں کو فنا کر دے، اس کے کہے پر چلے اور منع کرنے پر رک جائے۔

سرمایہ دارانہ انفرادیت

سرمایہ دارانہ انفرادیت یہ ہے کہ انسان کسی کا عبد نہیں بلکہ وہ آزاد (Free) ہے۔ آزاد ان معنوں میں کہ وہ جو چاہنا چاہے چاہ سکے اور جس چیز کی خواہش اس کا نفس کرے اسے حاصل کر سکے۔ خواہشات بے پناہ ہیں اور انسان کو خواہشات کی تکمیل کے لیے بنیادی طور پر جس چیز کی ضرورت ہے وہ "سرمایہ" ہے۔ سرمایہ ہی وہ بنیادی عنصر ہے جس کے ذریعے تمتع فی الارض اور تمتع فی الدنیا کے امکانات وقوع پذیر ہو سکتے ہیں۔ ایک بات جو یاد رکھنے کی ہے کہ سرمایہ دارانہ عقلیت مابعد الموت سے بحث نہیں کرتی بلکہ اس کے نزدیک موت ہی اختتامِ زندگی ہے۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ عقلیت میں زیادہ سے زیادہ سرمائے کا حصول اسی دنیا کو جنت بنانے کے سوا کچھ نہیں، اسی لیے ایک سرمایہ دار انسان کی ساری تگ و دو اور کد و کاوش کا محور محض سرمائے کا حصول ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ انفرادیت کیوں وجود آئی؟

سرمایہ دارانہ انفرادیت کیوں کر وجود میں آئی؟اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہمیں پندرہویں، سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کے ادوار میں عیسائیت کی شکست و ریخت کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ یہ وہ تمام عرصہ ہے جب عیسائیت یورپ میں اپنے آپ سے نبرد آزما تھی۔ پادریوں کی من مانی تفسیر انجیل، غیر منطقی عقائد و نظریات اور متضاد افکار و خیالات نے عام عیسائی فرد کو اپنے عقیدے سے متزلزل کر دیا تھا۔ مثلاً:

پوپ خدا کا نمائندہ سمجھا جاتا، اور وہ جسے چاہتا جہنم کی وعید سناتا اور جسے چاہتا جنت کی بشارت سے سرفراز کر دیتا، دوسرے لفظوں میں پوپ کو الوہیت کا درجہ حاصل تھا۔ عیسائی پادریوں کے ہاں عام افراد اور خواص کے لیے یکساں احکام نہیں تھے بلکہ وہ مذہبی احکام میں امیر اور غریب کا فرق کرتے تھے۔ سود جو عیسائی معاشرے میں حرام خیال کیا جاتا تھا مختلف حیلوں کے ذریعے اسے حلال کر لیا جاتا (جس کی ایک شکل ہمارے ہاں اسلامی بینک کاری کے نام سے وجود میں آنے والی سودی بینک کاری ہے)۔ شادی نہ کرنا، عبادات میں غلو وغیرہ۔ اس غیر فطری درجہ بندی جس کا یقیناً اصل دینِ عیسوی سے کوئی تعلق نہ تھا، سے عیسائی معاشرے میں طبقاتی کشمکش کا آغاز ہوا۔ اسی ماحول میں مارٹن لوتھر جو خود بھی عیسائی پادری تھا، نے عیسائیت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور تحریک اصلاح کی بنیاد رکھی جسے بعد میں اس کے شاگرد کیلون نے مزید تقویت بخشی۔ آگے چل کر یہ تحریک پروٹسٹنٹ ازم کے نام سے متعارف ہوئی۔ پروٹسٹنٹ ازم کے بنیادی نکات درج ذیل تھے:

1. ہر عیسائی کو بائبل کی تفسیر کرنے کا مکمل اور مساوی حق ہے۔
2. خدا اور بندے کا باہمی تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد تک موقوف ہو گیا ہے۔
3. کسی شخص کو کسی دوسرے کے معاشرتی درجے کی تعیین کا کوئی مذہبی حق حاصل نہیں۔
4. دنیوی کامیابی اخروی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ جو شخص دنیا میں مادی طور پر کامیاب ہے وہی آخرت میں بھی کامیاب ہے۔

مارٹن لوتھر اور کیلون کی یہ تحریک عیسائی معاشروں میں نہایت تیزی سے مقبول ہوئی۔ اس لیے کہ لوگوں کو مجہول الفکر عیسائی پادریوں کے چنگل سے نکلنے کی راہ دکھائی دی تھی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اگلا راستہ بھی خوش کن نہ تھا۔ مارٹن لوتھر نے وہ بنیادیں فراہم کر دی تھیں جن کے ذریعے لوگوں کو مذہب سے راہ فرار ڈھونڈنے میں آسانی ہوگئی۔ جب پروٹسٹنٹ ازم لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے لگا تو کیتھولک چرچ نے ایک خاص محکمۂ تفتیش قائم کر دیا، جس نے چند سالوں کے عرصے میں اسپین، اٹلی اور جرمنی وغیرہ میں لاکھوں انسانوں کو تعذیب و عقوبت میں مبتلا کیا، ہزاروں افراد کو ہلاک کیا گیا۔

اسی زمانے میں یورپ کے مشہور فلسفی ڈیکارٹ (۱۶۹۶ء۔ ۱۶۵۰ء) نے جدید فلسفہ و فکر کی حدود کا نہ صرف تعیین کیا بلکہ عیسائیت کو بھی علمی بنیادوں پر رد کر دیا۔

> ”ڈیکارٹ نے انسانی ادراکات میں کسی بھی خارجی عامل کو رد کر دیا اور سیلف نالج (Self-Knowledge) کی خالص عقلی دلیل دی۔ اس کے پیش کردہ فلسفے کے مطابق ’علمی اور عقلی بنیادوں پر کوئی بھی انسان اپنے سوا کسی بھی چیز خواہ وہ خیالات ہوں یا اقدار، معیاراتِ خیر و شر ہوں یا وحی اور چاہے خدا کا وجود، غرض کسی بھی چیز کا انکار کر سکتا ہے۔ اکیلی میری (عقل) ذات میرا وجود ہے۔ جس کا ہونا کسی بھی شک و شبہہ سے بالاتر ہے۔ ڈیکارٹ کے نزدیک واحد قائم بالذات سچ ”میں سوچتا ہوں اس لیے میں ہوں“ (I think therefore I am) یعنی میں اپنے اس دنیا میں ہونے کا جواز اپنے اندر رکھتا ہوں، میرا وجود کسی خارجی ذریعے، حقیقت مطلق یا خالق کائنات کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ ڈیکارٹ کے مطابق میری عقل کی استطاعت نہیں کہ میرے اپنے وجود کے سوا کسی بھی دوسری ذات کے وجود کا ماورائے شک جواز پیش کر سکوں، اس طرح ڈیکارٹ نے ایک ایسی علمیت کی بنیاد رکھی جو کہ اولاً مابعد الطبیعات (وحی) سے ماورا تھی اور دوم ریب (Doubt) پر قائم تھی۔“
>
> (ساحل، مارچ ۲۰۰۷ء)

ڈیکارٹ کے پیش کردہ تصورِ انسان کو بعد کے مغربی مفکرین نے آگے بڑھایا اور انسان کے حق آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے اسے ایک ایسے شخص کے طور پر پیش کیا جو خیر و شر کے تعیین اور تحدید میں بذات خود ایک پیمانہ ہے۔ یہ شخص ہر طرح کے شک و شبہے سے عاری قرار پایا اور مغربی فلسفیوں (ڈیکارٹ، کانٹ، میکس ویبر، جیفرسن، نطشے، روسو وغیرہ) کے نزدیک کائنات کو صرف اور صرف انسانی پیمانوں پر پرکھنا ہی علمیت کی میراث قرار پایا۔ یوں انسان پرستی (ہیومن ازم) کو اقداری ڈھانچے میں کلیدی اور قطعی حیثیت حاصل ہوئی۔

ہیومن ازم کیا ہے؟

انسان کو کائنات کا محور و مرکز قرار دینا ہی ہیومن ازم ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی کے مطابق:

> “Humanism is that philosophical and literary movement originated in Italy in the second half of the fourteenth century and diffused into other countries of Europe, coming to constitute one of the factors of modern culture.”

"ہیومن ازم وہ فلسفیانہ اور ادبی تحریک ہے جو چودھویں صدی عیسوی کے نصف ثانی میں اٹلی میں پیدا ہوئی اور وہاں سے یورپ کے دوسرے ملکوں میں پھیل گئی جو بالآخر جدید ثقافت کی تشکیل کے اسباب میں سے ایک سبب بنی۔"

اس کی حقیقتوں سے بحث کرتے ہوئے درج کیا گیا:

"Humanism is also any philosophy which recognizes the value or dignity of man and makes him the measure of all things of somehow takes human nature, its limits, or its interest as its theme."

"ہیومن ازم ہر اس فلسفے کو بھی کہتے ہیں جو انسانی قدر یا عزت کو تسلیم کرے اور اسے تمام چیزوں کا میزان قرار دیا جو صرف انسانی طبیعت کو اپنی فکر کی حد یا دائرۂ کار کی حیثیت سے لے۔"[42]

ہیومن ازم کی تحریک اپنی اصل کے اعتبار سے وحیٔ الٰہی اور ہدایت ربانی کی ضد تھی۔ اس تحریک کا مقصد عیسائی معاشرے میں تصورِ الٰہ، تصورِ رسول اور تصورِ آخرت کو ختم کر دینا تھا، چناں چہ اس تحریک نے عیسائیوں کو ہر اس ہدایت کے انکار کی طرف ابھارا جو ربانی یا آسمانی ہو، اور ہر اس ضابطے سے بغاوت پر آمادہ کیا جس کی بنیاد ہدایت الٰہی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس میں بیان کیا گیا:

"Humanism in philosophy is opposed to Naturalism and Absolutism; it designates the philosophical attitude which regard the interpretation of human experience as the primary concern of human knowledge for this purpose."

"فلسفہ میں ہیومن ازم ہر طرح کی فطرت (ربانیت) اور کلیت کی ضد ہے۔ یہ ایک ایسا فلسفیانہ رجحان دیتا ہے جو انسانی تجربوں کی تشریحات کو ہر طرح کے فلسفہ کا اولین مرکز توجہ قرار دے اور اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ اس کام کے لیے انسانی علم کافی ہے۔"[43]

جب انسان ہی کو کائنات کی میزان ٹھہرایا گیا تو لازم ہوا کہ انسان محض اپنی عقل پر بھروسہ کرے اور وہ کسی بھی خارجی قدر، وحی اور ہدایت کا انکار کر دے۔ وہ کائنات میں کار فرما عقائد، نظریات اور افکار و خیالات کو اپنی عقل کی میزان پر پرکھ کر فیصلہ کرے کہ وہ معقول (Reasonable) ہیں کہ نہیں؟

ریشنل ازم یا عقلیت پرستی

ریشنلزم لاطینی لفظ Ratio سے مشتق ہے جس کا معنی ہے عقل یا Reason۔ انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی کے مطابق ریشنل ازم کی روح ان فلاسفروں سے مربوط ہے جو سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں یورپ میں پیدا ہوئے۔ جن میں ڈیکارٹ (۱۶۹۵ء- ۱۶۵۰ء) اسپونزا (۱۶۷۷ء-۱۶۳۲ء) اور لیبنز (۱۷۱۶ء-۱۶۴۶ء) شامل ہیں۔

ان مغربی فلاسفروں کے مطابق عقل کی بنیاد پر قطعی اور آفاقی سچ کا حصول ممکن ہے، چنانچہ جب انسان کو ہی تمام خیر و شر کے تعیین کا حق حاصل ہے تو ایسی صورت میں خدا پرستی کا کیا سوال؟ حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو جدید فکر نے خدا کی جگہ ایک عقل پرست شخص کو بٹھا دیا، ڈیکارٹ کا کہنا تھا کہ "وہ ایک ایسی چیز کو حق کیوں کہے جو محض تصوراتی معلوم ہوتی ہے"۔

ریشنل ازم کی یہ فکر تمام یورپ میں سرایت کر گئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ اس فکر جدید کے پیغامبر ڈیکارٹ کے علاوہ والٹیئر، کانٹ، نطشے، شوپن ہار، ہیگل، فیور باخ، مارکس اور اینگلز وغیرہ تھے۔ ان تمام فلسفیوں کی مجموعی فکر کا خلاصہ یہ تھا:

1. انسان کائنات کا محور و مرکز ہے (Anthropocentricity)
2. آزادی بنیادی آئیڈیل ہے (Freedom is ideal)
3. مساوات بنیادی قدر ہے (Equality is value)
4. عقلیت معیار (Reason in the criterion)

جب انسان کائنات کا محور و مرکز ہے اور آزادی بنیادی آئیڈیل ہے نیز عقل ہی معیار خیر و شر ہے تو پھر لازم ہے کہ انسان اپنے آپ کی یا اپنی خواہش نفس کی پرستش کرے۔ خواہش نفس کی تکمیل اسی دنیا کو جنت بنائے بغیر ممکن نہیں جس کے لیے سرمایہ بنیادی ضرورت ہے۔ چونکہ مغربی مفکرین کے نزدیک کائنات کے دائمی ہونے کی نفی نہیں اس لیے انسان چاہتا ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنے قیام کو طویل اور پر تکلف بنانے کی تگ و دو کرے۔ جدید علمیت (Modern Epistemology) لوگوں کو جس کلمے پر جمع کر رہی ہے وہ لا الہ الا الانسان یعنی "کوئی معبود نہیں سوائے انسان کے" کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی الوہیت کے اظہار کے لیے زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرے۔

انسانی حقوق کا ماخذ

انسانی حقوق کے تمام تر تصورات اسی سرمایہ دارانہ عقلیت سے نکلے ہیں اور مغربی فلاسفروں کی اسی جاہلانہ فکر کی روشنی میں انسانی حقوق کا ٹیکسٹ تیار کیا گیا ہے۔ تہذیب جدید کے نزدیک "حقوق انسانی کا چارٹر" جسے یو این (UN) نے اپنے ممبر ممالک پر لاگو کیا ہے، یہ دورِ حاضر کا واحد اور آخری "حق" ہے اور ناقابل چیلنج ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 88 پر)

---

[42] Encyclopedia of philosophy The Macmillion Company and the Free Press N. York

[43] Encyclopaedia of Religion and Ethics Edinbery, T&T Clarh, 1937

آزاد اسلامی ممالک کے قوانین اور ان کے حکمرانوں کی حقیقت

ڈاکٹر نیک محمد

آج ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جب ہر طرف کفار کا تسلط ہے۔ کفار تقریباً ایک صدی تک مکمل طور پر اور کم و بیش تین صدیوں تک جزوی طور پر مسلمانوں کے علاقوں پر قابض رہے، پھر مسلمانوں کی مسلسل مزاحمت کی وجہ سے اپنا غاصبانہ اقتدار باقی نہ رکھ سکے اور لوٹ کھسوٹ کرکے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ لیکن جاتے ہوئے اپنے وضعی قوانین ان ملکوں میں چھوڑ گئے اور ان وضعی قوانین کی حفاظت اور نفاذ کے لیے اپنے ایک تربیت یافتہ طبقے کو اقتدار سونپ کر چلے گئے۔ اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے اب تک قریب پون صدی سے اپنے ملکوں میں بیٹھ کر اس تربیت یافتہ طبقے کے ذریعے حکمرانی کر رہے ہیں۔ اس کے بالمقابل مسلم عوام یہ سمجھتے رہے ہیں کہ اب ہم آزاد ہیں اور ہماری ترقی و کامیابی صرف اسی طور ممکن ہے کہ ہم ایک امانت دار طبقے کو اقتدار سونپ دیں جو اسلامی عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرے اور عوام کو ان کے حقوق دے۔

لیکن غلامی کے طویل دور اور جھوٹ اور فریب کی سیاست نے مسلم عوام کو اس حقیقت سے ہی بے خبر کر دیا کہ ہم جس چیز کو آزادی سمجھ رہے ہیں یہ دراصل آزادی نہیں بلکہ اُسی غلامی کا تسلسل ہے جس سے چھٹکارے کے لیے ہمارے آباء صدیوں قربانیاں دیتے رہے ہیں۔ ان نام نہاد آزاد ملکوں کے قوانین بھی وہی ہیں اور ان ظالمانہ استحصالی قوانین کا محافظ طبقہ بھی وہی ہے جو غلامی کے دور میں تھا، ہاں فرق یہ ہے ان وضعی قوانین کی کتابوں[44] میں شاطرانہ انداز میں کہیں کہیں اسلامی کا پیوند لگا دیا گیا ہے اور سرورق پر اسلامی جمہوریہ پاکستان، جمہورية مصر العربية، جمہوریہ انڈونیشیا، المملكة العربية السعودية، الامارات العربية المتحدة، جمہوریہ سوڈان، الجمہورية الجزائرية الديمقراطية الشعبية، الجمہورية الاسلامية الموريتانيه وغیرہ لکھ دیا گیا ہے۔ جبکہ ان وضعی قوانین کے نفاذ اور حفاظت کا ذمہ دار طبقہ پہلے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن، نپولین اور برٹش پروٹیکٹوریٹ مصر کا ہائی کمشنر سر رالف سٹیونسن، ڈچ ایسٹ انڈیز کا گورنر جنرل (Starkenborgh Stachouwer)، لارنس آف عریبیہ، برٹش پروٹیکٹوریٹ ٹروشل سٹیٹس کا پولیٹیکل ایجنٹ سر جولین ٹلارڈ، اینگلو اَیجپشن سوڈان کا گورنر جنرل سر الیگزنڈر ناکس ہیم، فرانسیسی گورنر جنرل آف الجیریہ (Jacques-Émile Soustelle)، فرانسیسی لیفٹیننٹ گورنر آف موریتانیہ (Albert Jean Mouragues) وغیرہ کے ناموں سے جانا جاتا تھا اور آج عمران خان اور باجوہ، حسنی مبارک اور السیسی، سہارتو اور جوکو ویدودو، سلمان اور بن سلمان، بن زاید اور بن راشد المکتوم، کرنل عمر البشیر اور جنرل عبد الفتاح البرہان، ھواری بومدین اور عبد العزیز بوتفلیقة، محمد ولد الغزوانی وغیرہ کے ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔

آج اگر آپ نوجوانوں سے نو آبادیاتی دور کے ان وضعی قوانین کے بارے میں بات کریں جو کفار نے اپنے مفادات کے لیے وضع کیے تھے اور بعد کی نام نہاد آزاد اسلامی حکومتوں نے اپنے ممالک میں نافذ کیے ہیں بلکہ اپنی طرف سے مزید ظالمانہ قوانین کا اضافہ کیا ہے، تو وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ان قوانین کو نافذ کرنا اور ان کے فیصلوں پر دل سے راضی رہنا اسلام سے متصادم ہے؟ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کو چھوڑ کر دوسرے قوانین پر راضی رہنا اور ان کے مطابق فیصلے چاہنا ایک غیر اسلامی فعل ہے اور ایسا بدیہی امر ہے کہ اسلامی کتب میں یہ مسئلہ جابجا ملتا ہے۔ ذیل میں ایک حوالہ پیشِ خدمت ہے۔

مشہور محدث، مفسر اور مؤرخ علامہ حافظ ابن کثیرؒ اپنی کتاب "البداية والنهاية" جس کا اردو ترجمہ "تاریخ ابن کثیر" کے نام سے ملتا ہے، میں منگولوں (تاتاریوں) کے بادشاہ چنگیز خان کے حالات میں ذکر کرتے ہیں کہ اس نے قوانین کی ایک کتاب بنائی تھی جسے وہ "الیاسا" کہتا تھا (عربی میں الیاسا، السیاسا، یاسق وغیرہ بھی کہتے ہیں) اور وہ اور اس کے تاتاری جانشین اس کتاب کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے۔ تاتاریوں کے مسلمان ہونے کے بعد بھی وہ کتاب کچھ عرصہ اُن میں رائج رہی۔ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

> "پھر علامہ الجوینی نے "السیاسا" سے کچھ باتیں بیان کی ہیں کہ جس نے زنا کیا خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے قتل کیا جائے گا اور اسی طرح جو عملِ قومِ لوط کرے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو عمداً جھوٹ بولے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو جادو کرے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو جاسوسی کرے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو دو لڑنے والوں کے درمیان داخل ہو کر ایک کی مدد کرے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو کھڑے پانی میں پیشاب کرے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو اس میں غوطہ لگائے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو کسی قیدی کو اس کے اہل کی اجازت کے بغیر کھانا کھلائے گا یا پانی پلائے گا یا اسے لباس پہنائے گا وہ بھی قتل ہو گا اور جو کسی بھگوڑے کو دیکھے اور اسے واپس نہ کرے وہ بھی قتل ہو گا اور جس نے قیدی کو کھانا کھلایا یا کسی کی طرف کھانے کی کوئی چیز پھینکی وہ بھی قتل ہو گا بلکہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ میں دے، اور جو کوئی کسی کو کوئی چیز کھلائے تو وہ خود پہلے اس سے کھائے خواہ جسے کھلایا گیا ہو وہ امیر ہو یا اسیر، اور جس نے

[44] مختلف ممالک کے (Legal Systems) کا خلاصہ (CIA World Factbook) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کھایا اور اپنے پاس والے کو نہ کھلایا اسے قتل کیا جائے گا، اور جس نے حیوان کو ذبح کیا اسے بھی اسی طرح ذبح کیا جائے گا، بلکہ وہ اپنے پیٹ کو چاک کر کے سب سے پہلے اپنے ہاتھ سے اپنے دل کو نکالے گا۔''

پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وفی ذلک کله مخالفة لشرائع الله المنزلة علی عباده الانبیاء علیهم الصلاة والسلام، فمن ترک الشرع المحکم المنزل علی محمد بن عبد الله خاتم الانبیاء (ﷺ) و تحاکم الی غیره من الشرائع المنسوخة کفر، فکیف بمن تحاکم الی الیاسا وقدمها علیه؟ من فعل ذلک کفر باجماع المسلمین۔ قال الله تعالی: (اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ وقال تعالی: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ صدق الله العظیم۔''

''اور ان تمام احکام میں اللہ تعالیٰ کی ان شریعتوں کی مخالفت پائی جاتی ہے جو اس نے اپنے انبیاءعلیہم الصلاۃ والسلام پر نازل کی ہیں۔ پس جو کوئی اس محکم اور منزل شریعت کو، جو حضرت محمد بن عبد اللہ خاتم الانبیاء ﷺ پر نازل ہوئی، چھوڑ کر منسوخ شدہ شریعتوں میں سے کسی سے فیصلہ چاہے تو اس نے کفر کیا، پس اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ''الیاسا'' کے پاس فیصلہ لے جاتا ہے اور اسے شریعت پر مقدم رکھتا ہے۔ جو کوئی ایسا کام کرے، تمام علما کا اجماع ہے کہ اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لیے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''نہیں، (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر دیں''[45]۔ صدق اللہ العظیم۔''[46]

حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ) کے درج بالا فتوے کی روشنی میں ان نام نہاد آزاد ملکوں کے وضعی قوانین اور ان قوانین کے محافظ حکمران طبقے کے بارے میں کسی خوش فہمی میں رہنا صرف وقت کا ضیاع ہے اور خود کو اور قوم کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فہم عطا فرمائیں، آمین!

بقیہ: سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی شرعی حیثیت

اسی بنیاد پر یو این کے تمام ممبر ممالک اس چارٹر پر دستخط کرنے کے پابند ہیں۔ یو این کے کسی ممبر ملک میں ایسی کوئی سی بھی قانون سازی یا اجتماعی سرگرمی بروئے کار نہیں آسکتی جو حقوقِ انسانی کے چارٹر کے خلاف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حقوق انسانی چارٹر کو سرمایہ دارانہ مذہب کا نصابی صحیفہ ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

انسانی حقوق کے تین بنیادی ارکان

انسانی حقوق کے چارٹر کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تین بنیادی ارکان ہیں: (۱) آزادی (۲) مساوات (۳) ترقی۔

انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق

1. آزادی سے مراد یہ ہے کہ انسان آسمانی وحی کا محتاج نہیں اور نہ ہی انسان کو کسی مذہب کی ضرورت ہے، اس لیے کہ انسان اب ڈارک ایج (دورِ ظلمت) سے نکل آیا ہے۔ اب وہ اپنی عقل کی بنیاد پر اپنے لیے خیر و شر کے پیمانے خود وضع کر سکتا ہے، وہ جو چاہنا چاہے چاہ سکتا ہے اور جو کرنا چاہے کر سکتا ہے، کوئی مذہب، عقیدہ اور اخلاقی ضابطہ اس کی چاہت میں حائل نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان خود خدا ہے اور وہ اپنی ہی پرستش کرتا ہے۔
2. مساوات سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کے برابر ہے۔ علم، بزرگی، مرد ہونا، استاذ یا باپ ہونا فضیلت کا کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح کوئی شخص کسی دوسرے کے مال کو ناحق نہیں کھاتا اور ایک دوسرا آدمی ناحق مال کھانے کو اپنے لیے روا رکھتا ہے تو سرمایہ دارانہ عقلیت میں دونوں کی حیثیت برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب الیکشن ہوتے ہیں تو تمام ووٹروں کا ووٹ یکساں ہوتا ہے۔ عالم و زاہد اور زانی شرابی کا ووٹ برابر تصور کیا جاتا ہے۔
3. تیسری چیز ترقی ہے، جس کا مطلب ہے کہ انسان کو اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کمانے اور تمتع فی الدنیا کا حق حاصل ہے، چونکہ انسانی حقوق کے مطابق ہر انسان آزاد ہے کہ وہ جو بھی فکر و عقیدہ رکھے (ریاست اس پر قدغن نہیں لگا سکتی) اس لیے ترقی کی اس دوڑ میں سود، سٹہ، جوا، دھوکہ، فریب، جبر و ظلم سب روا ہے، حتیٰ کہ اگر ایک عورت اپنا جسم بیچ کر زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کرنا چاہے تو اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ ایسا کرے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[45] آیات کا ترجمہ از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

[46] تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ "البدایہ والنہایہ" جلد 13، سال 624 ہجری کے واقعات

حرمین سے اقصیٰ......ان کی حرمت کو پامال تم نے کیا!

معین الدین شامی

یہ چند مصرعے ان کے متعلق نہ کہے گئے تھے، جن کے لیے آج اس تحریر میں درج کیے جا رہے ہیں:

میری اقصیٰ کو تاراج تم نے کیا
میرے کعبے کو گھیرے میں تم نے لیا
وہ جزیرہ عرب کا جہاں پر کبھی
اترا کرتے تھے جبریلؑ لے کر وحی
اس کی حرمت کو پامال تم نے کیا
سرزمینِ حرم وہ دیارِ نبیؐ
جس سے لشکر نکلتے تھے اسلام کے
اپنے ناپاک قدموں سے روندا اسے......

یہ مصرعے امریکیوں کے کے لیے لکھے گئے تھے۔ امریکی ہی ایسے جرائم کے مرتکب ہوئے تھے۔ لیکن ان مصرعوں کے لکھے جانے کے تقریباً دو دہائیوں بعد یہ مصرعے ان پر صادق آتے ہیں جنہوں نے آج ہمارے رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن کو طغیان وعصیان کا مرکز بنا دیا ہے۔

یوں تو جرائم کی ایک لمبی فہرست ہے...... اور جرائم بھی ایسے کہ جو چھوٹے موٹے نہیں، دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری اور بغاوت جیسے جرائم ہیں...... لیکن جزیرۃ العرب (جس کا ایک بڑا حصہ سعودی عرب ہے) میں حالیہ مرتکب جرائم اور ان کے مختصر پس منظر کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

یہ ۲۰۰۷ء کی بات ہے جب سعودی نیشنل سکیورٹی کونسل کے سربراہ اور امریکیوں کے خاص رازدار 'بندر بن سلطان' نے سعودی اعلیٰ درجے کے حکام کو یہ مشورہ دیا کہ 'ہمیں اسرائیل کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے چاہییں'[47]۔

بہت سے دیگر قرائن سے یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ اسی زمانے میں سعودی عرب نے اسرائیل کے ساتھ پس پردہ سفارت کاری یا بیک ڈور ڈپلومیسی کا رسمًا آغاز کر دیا۔ اسی زمانے میں شاہ عبد اللہ نے 'مکہ کانفرنس' میں 'مکالمہ بین الادیان' کی بات کی[48] اور اسی زمانے میں شاہ عبد اللہ نے، ویٹیکن سٹی (روم) میں پوپ بینی ڈکٹ شانز دہم سے ملاقات کی۔

یہ سب اقدامات؛ بین المذاہب مکالمہ اور ویٹیکن کے پوپ سے ملاقات، یہود کے دشمن ہونے کے تاثر کو ختم کرنے کی طرف اعلانیہ عملی اقدامات تھے۔

عبد اللہ ۲۰۰۷ء میں ہی کئی قسم کے مغربی طرز کے 'تفریحی' منصوبے سعودی عرب میں متعارف کرواتا ہے جن میں سے دو منصوبوں کو راقم براہِ راست جانتا اور ایک جگہ پر بدقسمتی سے خود بھی (سہواً) گیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو 'وژن ۲۰۳۰' محمد بن سلمان آج سعودی عرب میں نافذ کر رہا ہے اس کی بنیاد عبد اللہ ہی کے زمانے میں ڈالی گئی تھی، لیکن 'زوال کے سفر' میں عبد اللہ کی رفتار محمد بن سلمان کے مقابلے میں بہت سست تھی۔ عبد اللہ کے زمانے میں ایک مغربی طرز کا شہر آباد کیا جا رہا تھا جس کا نام 'عبد اللہ سٹی (Abdullah City)' رکھا گیا تھا؛ اس عبد اللہ سٹی کو آج کا 'نیوم/Neom' بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ جبکہ دوسری جگہ 'جدّہ کورنش' ہے جہاں کی تفریحی سہولیات میں عریاں ساحل شامل تھے۔ ۲۰۰۸ء میں عریاں ساحل سعودی عرب میں آسان نہ تھے، اس لیے وہاں بحرِ احمر کے کورنش (ساحلِ سمندر) پر بڑے بڑے بنگلے اور ولاز (villas) تعمیر کیے گئے اور ہر وِلا سے سمندر کی حدود کے اندر تقریباً سو میٹر کے علاقے میں جنگلے لگے ہوئے تھے کہ ایک ولا والا دوسرے ولا میں داخل نہ ہو سکے، لیکن جنگلے کسی قسم کے 'پردے' کے ضامن نہ تھے بلکہ مغربی ساحلوں پر جن چیتھڑوں میں انسانوں میں سے اسفل لوگ ساحلوں کو 'آلودہ' کرتے ہیں، اسی قسم کے لباس میں لوگ ایک دوسرے کو بآسانی دیکھ سکتے تھے۔

اسی زمانے میں جزیرۃ العرب میں القاعدہ کی باقاعدہ شاخ کا قیام ہوتا ہے اور آئندہ کے کئی سال یمن میں 'مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی' کا نعرہ لگاتے مجاہدین کے خلاف جنگ کرتے، ان کو گرفتار و قتل کرتے اور ان کے خلاف سازشوں کے جال بُنتے گزر جاتے ہیں۔

۲۰۱۰-۲۰۰۹ء کے بعد سعودی عرب کے اندر اقتدار 'محمد بن نائف' کے پاس اسی طرح رہتا ہے جس طرح شاہ فہد کے زمانے میں عبد اللہ کے پاس تھا اور محمد بن نائف امریکہ (امریکی اسٹیبلشمنٹ) کا خاص معتمد آدمی ہے۔

عبد اللہ کی بادشاہت میں عبد اللہ کے دو ولی عہد، سلطان بن عبد العزیز اور نائف بن عبد العزیز دونوں جان سے گزر جاتے ہیں اور ۲۰۱۲ء میں سلمان بن عبد العزیز کو ولی عہد بنا دیا جاتا ہے اور عبد اللہ ۲۰۱۵ء میں مر جاتا ہے۔ عبد اللہ کے مرنے کے بعد سلمان بادشاہ بنتا ہے اور اس کا ولی عہد شہزادہ مقرن بن عبد العزیز، یہ ہٹایا جاتا ہے، اس کی جگہ محمد بن نائف کو لایا جاتا ہے اور پھر

[47] بحوالہ وکی لیکس (https://wikileaks.org/cable/2007/02/07RIYADH296.html)

[48] http://www.saudigazette.com.sa/index.cfm?method=home.regcon&contentID=200803261534

محمد بن نائف کی جگہ سلمان کا بیٹا محمد بن سلمان ولی عہد بنایا جاتا ہے اور پچھلے چند سال سے اصل بادشاہ محمد بن سلمان ہی ہے[49]۔

محمد بن سلمان نے اقتدار میں آتے ہی اس دوستی کی طرف رسماً ہاتھ بڑھادیا جس کی طرف اولاً نشاندہی بندر بن سلطان نے کی تھی[50]۔ محمد بن سلمان اس وقت اسرائیل کے مشرقِ وسطیٰ میں دفاع و توسیع کی بساط کا اہم مہرہ ہے اور پچھلے دو تین سال میں ہونے والے تمام اسرائیلی منصوبوں میں اسرائیل وامریکہ کا سہولت کار ہے۔ ڈانلڈ ٹرمپ کا یہودی داماد جیرڈ کشنر محمد بن سلمان کا بہت ہی گرم جوش دوست ہے اور یہ کوئی خفیہ بات نہیں بلکہ دنیا کا تمام میڈیا اس بات کو درجنوں دفعہ براڈکاسٹ کر چکا ہے، بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ محمد بن سلمان خود بھی اس بات کو چھپاتا نہیں ہے۔

اس بار رمضانِ رفتہ (رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ) میں سعودی ٹی وی چینلوں (ایم بی سی نیٹ ورک سے وابستہ چینلوں) پر 'رمضان کی نسبت' سے دو عدد ڈرامے نشر کیے گئے۔

ایک ڈرامے میں دو آدمیوں کے درمیان یہ مکالمہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کچھ اسرائیلیوں کے ساتھ 'بزنس' (کاروبار) شروع کیا ہے۔ دوسرا جواباً کہتا ہے کہ اسرائیلی ہمارے دشمن ہیں، ان کے ساتھ 'بزنس' کرو گے؟ پھر پہلا آدمی دلائل پیش کرتا ہے کہ اسرئیل کے ساتھ تعلق کیوں ضروری ہے، المختصر یہ ڈرامہ یہودیوں کے ساتھ قربت کی بھی دعوت ہے اور یہ پیغام بھی اس میں واضح ہے کہ فلسطینی خود ان مظالم کے ذمہ دار ہیں جو اسرائیل ان پر روا رکھے ہوئے ہے۔

ایک دوسرا ڈرامہ جس کا نام 'ام ہارون' ہے، اس میں ایک یہودی بوڑھی عورت کو دکھایا گیا ہے جو مسلمانوں کے درمیان رہتی ہے اور اپنی امانت و دیانت داری کے سبب بہت مشہور و معروف ہے[51]۔ اس ڈرامے کی سیٹنگ وہ زمانہ ہے جب اسرائیل کا ناجائز قیام برطانیہ و دیگر عالمی قوتوں کی مسلسل جنگوں اور دیگر کوششوں کے نتیجے میں ہوا۔ پھر یہود جن پر اللہ اور اللہ کے اولوا العزم پیغمبروں نے لعنت کی، آج ان سے محبت کے اظہار کے لیے اس ڈرامے میں 'عبرانی' زبان میں مکالمے بھی بولے گئے۔ پھر اس ڈرامے کی تحسین اسرائیلی فوج کے ترجمان 'افیخائی ادرعی' نے کی!

(رمضان ہی میں) مئی ۲۰۲۰ء کے آغاز میں ایک سعودی جریدے 'الجزیرہ' میں 'سہام القحطانی' نامی ایک عورت نے 'تاریخ کی عظیم عورتوں' کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضامین میں اسرائیلی وزیر اعظم 'گولڈا مائیر' پر تحریر لکھی[52]۔

گولڈا مائیر کے زمانے میں مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگائی گئی۔ اسی عورت نے غزہ کی ناکہ بندی کی۔ اور گولڈا مائیر ہی وہ عورت ہے جس نے 'گولان کی پہاڑیوں' کے تنازع پر ۱۹۷۳ء کی 'جنگِ اکتوبر' اسرائیلی کمانے' جرنیل موشی دیان اور ایریل شیرون کے ساتھ مل کر لڑی۔

'نیوم'، جس کا 'نیو'، یونانی زبان کے 'neo' سے لیا گیا ہے اور 'م' سے مراد 'مستقبل' ہے یعنی 'مستقبلِ جدید' جہاں قومِ لوط والا فعل[53]، زناکاری، شراب نوشی، فحش سینما گھر، میوزیکل کانسرٹ، عریاں ساحل، جوئے کے اڈے اور اس جیسی غلاظتیں بھری ہوئی ہوں گی، اس نیوم کی خاطر ایک بندۂ مسلمان 'عبد الرحیم الحویطی' کو شہید کر دیا گیا۔

شہید بھی ایسے کہ اس کا گھر اس فحاشی و عریانی اور ضلالت کے منصوبے کے عملی مقام کے درمیان واقع تھا۔ اس کو یہ مکان چھوڑنے کا کہا گیا اور اس نے انکار کیا۔ اس پر بلڈوزر لایا گیا اور اس پر اسی کے مکان کو گرا دیا گیا۔ عین اس وقت جب بلڈوزر لایا گیا تو عبد الرحیم الحویطی نے اپنے فیس بک پر لکھا کہ محمد بن سلمان کے اہلکار بلڈوزر لے کر اس کے گھر پر چڑھ دوڑے ہیں اور اس کو قتل کرنے والے ہیں۔ پھر لکھا کہ مجھے مار کر کہا جائے گا کہ میں ایک دہشت گرد تھا اور ملک و قوم کے لیے خطرے کا سبب تھا، حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ اور معاملہ حقیقتاً ہے بھی یہی۔ الحویطی کو صرف اس لیے شہید کیا گیا کہ اس نے فحاشی و عریانی کے منصوبے 'نیوم' کے لیے اپنا مکان خالی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (باقی صفحہ نمبر 96 پر)

---

[49] ان موضوعات (وژن ۲۰۳۰، سعودی عرب میں بادشاہت کی رسہ کشی وغیرہ) پر راقم بِتوفیق اللہ 'خیالات کا ماہنامچہ' میں کئی بار اجمالاً و تفصیلاً لکھ چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو خیالات کا ماہنامچہ برائے اگست ۲۰۱۷ء، اکتوبر ۲۰۱۷ء، نومبر ۲۰۱۷ء، جولائی ۲۰۱۸ء، اکتوبر ۲۰۱۹ء، نومبر ۲۰۱۹ء اور اپریل ۲۰۲۰ء)

[50] آج محمد بن سلمان کے عہد میں بندر بن سلطان کا بیٹا خالد بن بندر برطانیہ میں سعودی سفیر کے طور پر تعینات ہے اور اس بندر کی بیٹی ریما بنتِ بندر امریکہ میں سعودی سفیر ہے اور پہلی سعودی عورت ہے جو کہیں بطورِ سفیر تعینات کی گئی ہے۔ بندر کی 'اہلِ مغرب' سے وفاداری اس کی اگلی نسل میں بھی منتقل ہوئی ہے اور یہ بندر اور آلِ بندر صلیبی وصہیونی مفادات میں خوب جتے ہوئے ہیں۔

[51] حالانکہ دنیا کی ہر قوم جانتی ہے کہ یہود وہ قوم ہیں جو کچھ بھی ہو سکتے ہیں لیکن دیانت دار و امانت دار نہیں ہو سکتے۔ پھر یہود کی بد دیانتی اور خیانت پر پچھلی کتنی صدیاں گواہ ہیں۔ یہ یہودی نسل موسیٰ وہارون علیہما السلام کے ساتھ غداری سے لے کر زکریا و یحییٰ اور (بزعمِ یہود) عیسیٰ علیہم السلام سمیت کئی انبیا کے قتل میں ملوث ہے اور خود اس کا اقرار کرتی ہے، بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہود نے ایک دن میں ستّر انبیا کو بھی قتل کیا ہے۔ حکمرانوں کے لیے دین میں تحریف کرنا اور نئی باتیں گھڑنا اس یہودی نسل کا خاصہ ہے۔ پھر وہ 'خیانت' جسے عرف میں خیانت کہا جاتا ہے یعنی مال و دولت میں ہیرا پھیری کرنا تو اس کام میں ان کی دو نمبری اور سودی بے ایمانیاں کرنے کے سبب 'بخت نصر' سے 'ایڈولف ہٹلر' تک ان کی مار لگنا کیا کوئی چھپی بات ہے (جو اس سودی بے ایمانی اور ان کی اس کے نتیجے میں مار کو چھپی بات کہے تو وہ ماہرِ نفسیات سے رجوع کرے)۔ پھر آج ساری دنیا میں پھیلا ہوا بد دیانتی، خیانت، ہیرا پھیری، فراڈ اور سود پر مبنی معاشی نظام انہی یہودیوں کا ایجاد کردہ، پھیلایا اور ترویج کردہ ہے اور آج بھی یہی دنیا کے بڑے بڑے بینکوں کے مالک ہیں اور ساری دنیا کا سونا انہوں نے ہی اپنی نوسر بازی اور ٹھگی کے نتیجے میں اپنے پاس محفوظ کر رکھا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہود کی بد دیانتی یہ ہے کہ انہوں نے دوسروں کی زمین (فلسطین) پر قبضہ کر رکھا ہے اور اس کو اپنا استحقاق جانتے ہیں۔

[52] 'سہام' اسم با مسمیٰ۔ 'سہم' عربی میں تیر کو کہتے ہیں اور اس عورت نے بالکل اہلِ اسلام کے خلاف، چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے 'اسرائیلی سہم' کا کردار ادا کیا ہے۔

[53] قومِ لوط اپنی بدکاری کے ساتھ کچھ حدود رکھتی ہی تھی کہ ان کے مرد، عورتوں کے بجائے مردوں سے شہوت پوری کرتے تھے، آج کی 'ہم جنس پرستی' تو عورت سے عورت کے تعلقات کی بھی مؤکل ومؤید ہے، ظلمات فوق ظلمات!

امارتِ اسلامیہ افغانستان کی اطاعت، نصرت اور اس عظیم قافلے سے اٹھتا نفاذِ شریعت کا مبارک پیغام عام کرنا ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی ہم پر لازم ہے اور چونکہ ہمارے مخاطبین برِّصغیر کے اہلِ ایمان ہیں، نیز برِّصغیر وہ سرزمین ہے جہاں وہ معرکہ بپا ہونا ہے، جس کی پیشین گوئی 'غزوۂ ہند' کی صورت میں احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے...... پھر پورے برِّصغیر میں اللہ کے دین کو غالب کرنے اور مظلوم مسلمانوں کی نصرت کے لیے یہاں دعوت و جہاد کی تحریک بپا کرنا شرعی فریضہ بھی ہے۔

لہٰذا، مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' کا نام مارچ ۲۰۲۰ء کے 'فتحِ مبین نمبر' کے بعد تبدیل کر کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک الہامی پیشین گوئی ہی کے پیشِ نظر 'نوائے غزوۂ ہند' رکھ دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کی مدد و نصرت فرمائیں اور ہمیں اس کے لشکر کا سپاہی و پاسبان بنائے رکھیں۔ اللہ پاک برِّصغیر میں دعوت و جہاد کی مبارک محنت میں ہمیں قبول کر لیں اور اس مبارک جدوجہد کے ذریعے اسلام کی وہ بہاریں لائیں، جس کی خاطر سیّد احمد شہیدؒ نے برِّصغیر میں دعوت و جہاد کا عظمت و عزیمت والا معرکہ بپا کیا تھا۔

مخبرِ صادق محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔
ایک گروہ ہند پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔'' (صحیح حدیث بحوالہ مسندِ احمدؒ)

اور آپؐ نے فرمایا:

''میری امت کے کچھ لوگ ہند کے خلاف جنگ کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو فتح عطا فرمائے گا،
حتیٰ کہ وہ ہند کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پائیں گے، اللہ ان مجاہدین کی مغفرت فرمائے گا۔
(اور) جب وہ شام کی طرف پلٹیں گے تو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو وہاں پائیں گے۔'' (الفتن از امام نعیم بن حمادؒ)

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: مئی و جون ۲۰۲۰ء

معین الدین شامی

تمام تعریفیں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے لیے ہیں جنھوں نے ہمیں اپنی مخلوق میں 'اشرف' انسان بنایا اور اشرف المخلوقات میں بھی اپنا مسلم بنایا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا اعزاز بخشا۔ اللہ پاک ہمیں اپنا بنائے رکھیں یہاں تک کہ موت ہمیں آلے اور جو اللہ کا بنا رہا اور اسی حال میں موت نے اس کو آلیا تو پھر آخرت میں بھی اللہ اس کو اپنا ہی رکھیں گے!

امارتِ اسلامیہ: دار الاسلام میں ایک حکم سے برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے!

ماہِ اپریل میں حضرت امیر المومنین، مولانا ہبۃ اللہ اخوندزادہ (دامت برکاتہم العالیہ) کی جانب سے نشہ آور اشیا کی کاشت کی روک تھام کے حوالے سے ایک حکم نامہ جاری ہوا۔ اس حکم نامے کے بعد امارتِ اسلامیہ افغانستان کا کوئی ایک بھی زیرِ حکومت علاقہ ایسا نہیں جہاں بھنگ یا چرس وغیرہ کی کاشت ہوئی ہو۔

افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کی برکتوں والی حکومت کے تحت رہنے والے سب شاہد ہیں کہ ابھی پچھلے کاشت کاری سال یعنی سال ۲۰۱۸-۲۰۱۹ء میں افغانستان کے وسطی صوبوں؛ زابل، غزنی، میدان وردک، پکتیا، پکتیکا، لوگر وغیرہ میں موسمِ سرما کے اختتام پر بھنگ / چرس کے بیج بو دیے جاتے تھے جو سرما کی برف کے پگھلنے کے بعد پودے بن کر اگ آتے۔ سال ۲۰۱۹-۲۰۲۰ء میں بھنگ / چرس کی روک تھام کے لیے حکم سرما کی برف پگھلنے کے بعد جاری ہوا اور اس حکم کے آتے ہی یہاں کے سارے علاقوں میں جہاں بھنگ / چرس کاشت ہوتی تھی یا تو وہاں سبزیوں، گندم، دالوں وغیرہ کی فصلیں کھڑی ہیں یا پھر مذکورہ کھیت خالی ہیں۔

حضرت امیر المومنین نے اپنے متعلقہ بیان میں فرمایا تھا:

> "جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بھنگ کی کاشت میں تیزی آئی ہے، جس کے سبب عوام اور خصوصاً نوجوان نسل نشے کی لعنت میں مبتلا ہو رہی ہے اور بھنگ کی پیداوار میں یہ تیزی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جس سے ہمارا معاشرہ متاثر ہو رہا ہے۔ لہٰذا ہر قسم کی نشہ آور اشیا اور ضرر رساں چیزوں سے اپنی نئی نسل کو بچانے کی خاطر ذیل میں درج کیے گئے احکامات کو جلد از جلد نافذ کیا جائے ...... الخ"[54]

یہ ہے شریعتِ مطہرہ کے سائے میں تشکیل پانے والے معاشرے میں خدا خوفی کے سبب اصلاحِ معاشرہ، اصلاحِ نوجوانانِ امت اور خیر خواہیٔ انسانیت کے لیے اٹھائے جانے والے اقدامات اور ان پر فوری عمل کی ایک چھوٹی سی جھلک۔

بلاشبہ اسلام سیاسی بالادستی اور حکومتی غلبے کا بھی نام ہے اور غلبے، سلطے اور بالادستی و حکومت سے بہت سے اوامر پر عمل کروایا جاتا ہے، لیکن اسلامی معاشرہ 'جدید و قدیم' جاہلی معاشروں، جمہوریتوں، آمریتوں وغیرہ کی طرح نہیں ہوتا جہاں محض 'قانون نافذ کرنے والے ادارے' اور 'ڈنڈے' کے خوف سے لوگ قوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ بلکہ اسلامی معاشرہ خیر خواہی اور فلاح و صلاح پر مبنی ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جہاں سب سے پہلے نیکی پر عمل اور برائی سے رکنا اللہ کے خوف، پھر مسلمانوں اور دیگر انسانوں کی صلاح اور امیر کی اطاعت...... الغرض محض ڈنڈا اور قانون نہیں بلکہ دینی و انسانی قدریں لوگوں کو خیر کی طرف مائل کرتی ہیں اور شر سے روکتی ہیں۔ ہاں ڈنڈے کا مرحلہ بھی آتا ہے؛ ایسے منہ زور جو وعظ و اصلاح اور پیار و محبت کی زبان نہیں جانتے ان کے لیے حدود و تعزیرات کا رحمتوں والا نظام ہوتا ہے۔ لیکن یہ حدود و تعزیرات شریعتِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جزو ہیں نہ کہ کُل (جیسا کہ دشمنانِ شریعت سیکولر و منافق لوگ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں)۔ پھر دیکھیے کہ اسلام کے سنہری دور یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے زمانے میں حدود و تعزیرات کا کتنا حصہ ہے اور نرمی اور وعظ و تلقین کا کتنا۔

اللہ پاک امارتِ اسلامیہ میں شریعت کی برکتوں کو افغانستان اور پورے عالم میں عام فرمائے خصوصاً ہمارے وطن و خطے پاکستان و برِّصغیر میں، آمین!

ٹیکنالوجی کو شکست

آپ اس کو جمہوریت کہیے، نیو ورلڈ آرڈر کہیے، کیپٹل ازم یا سوشیو-کیپٹل ازم، زمانۂ ٹیکنالوجی یا 'تہذیبِ جدید'......

؏ حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

اور ان 'کمالات' کو شکست محض عام سے بخارات اور کورونا جیسے جرثومے دے چکے ہیں اور ہر روز بلکہ دن میں کئی کئی بار اسی شکست سے دوچار کرتے ہیں۔

---

[54] بھنگ کی کاشت (اور دیگر نشہ آور اشیا) کو روکنے کی بابت امارتِ اسلامیہ کے مسئولین کے نام امیر المومنین کی ہدایات، بحوالہ مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' (اپریل ۲۰۲۰ء)، ص ۸۷۔

معرکۂ ایمان ومادیت جو افغانستان میں جاری ہو یا یمن ومالی میں، پاکستان وکشمیر اس کا مرکز ہو یا شام و عراق یا شیشان و الجزائر کے جنگل و برف زار...... یہ مشاہدہ یہاں عام ہے کہ محض آبی بخارات یعنی بادلوں کے آ جانے اور چند قطرے بارش کے برس جانے سے ٹیکنالوجی کی وہ 'آنکھیں' جو جدید سرویلنس کیمروں، ڈرون طیاروں اور سیٹلائٹ کی صورت میں موجود ہیں: بے کار ہو جاتی ہیں۔

جرثوموں کی دنیا میں ایک کورونا نے کئی ٹریلین ڈالر کا معاشی نقصان دنیا کا مقدر بنا دیا ہے، اربوں اس کورونا کے سبب مفلوج نہ ہوتے ہوئے بھی مفلوج ہیں، لاکھوں اس بیماری سے گزر رہے ہیں اور لاکھوں میں ہی تعداد ہلاک شدگان کی ہے[55]۔

گویا جن 'کمالات' کی حد برق وبخارات تھے، زبانِ حال سے وہ تہذیب وٹیکنالوجی کہہ رہی ہے کہ ہم ان کمالات پر دعوائے کمال سے بھی دست بردار ہوتے ہیں!

پاکستانی علما کے ساتھ طالبان سے مذاکرات میں مشورہ کریں گے: اشرف غنی حکومت

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

اشرف غنی کی حکومت نے بیان دیا ہے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے پاکستانی علما کے ساتھ مشورہ کریں گے اور ان سے مدد لیں گے۔ یہاں بھی علما سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے قومی بیانیے اور پیغامِ پاکستان جیسے 'صحیفے' تخلیق کیے ہیں۔ شاید اشرف غنی کو گمان ہے کہ جیسے پیغامِ پاکستان نے ایک نام نہاد 'قومی اتفاق' پیدا کیا ہے، ان حضرات سے مشورہ کرنے کی بدولت شاید ایسا کوئی 'قومی بیانیہ' افغانستان میں بھی پیدا ہو جائے اور چونکہ یہ 'قومی اتفاق' ہو گا تو 'طالبان'، موجودہ حکمرانوں یعنی اشرف غنی اور اس کی انتظامیہ کو 'شرعی اولوالامر' مان کر قتال کی 'روش' سے باز آ جائیں گے۔

خیر اصل بات تو یہ ہے اور اس بات سے سب سے زیادہ اشرف غنی کی حکومت ہی واقف ہے کہ اس طرح کے مشوروں اور مذاکرات سے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا کہ طالبان کا ایک سیدھا سادہ مطالبہ ہے اور وہ ہے اقامتِ شریعت اور اس اصول پر طالبان پہلے امریکہ کے ساتھ بھی مذاکرات کے لیے بیٹھ چکے ہیں کہ 'دیکھو! افغانستان کا داخلی معاملہ ہم پر چھوڑ دو اور ہم ایک اسلامی حکومت قائم کریں گے جو شرعی اصولوں پر مبنی ہو گی'، اب اگر اسی فارمولے پر اشرف غنی تیار ہو جائے تو فبہا، ورنہ کوئی مشورہ اور کوئی 'پیغام ویغام' کام نہیں آنے کا! کیونکہ بقولِ ملا عمرؒ: 'ہم اپنے اقدار واصول دین سے لیتے ہیں اور بھلا کوئی دین پر بھی سودا بازی کرتا ہے؟!'۔

اغیار لکیریں کھینچ گئے، ہم لوگ فقیری کرتے ہیں

آئین وقانون، اسمبلی وپارلیمان، مقننہ وعدلیہ...... سب کچھ ہی ہم نے انگریز سے فقیری کے نتیجے میں حاصل کیا ہے۔

ہمارے یہاں کوئی ریفرنس (حوالہ) دینا ہو یا پریسیڈینس (پرانی عدالتی مثال) نقل کرنا ہو، تو گوروں کی کالی کتابوں سے رجوع کیا جاتا ہے۔ انگریز کی ایسی تقلید کی عادت ہمارے یہاں پائی جاتی ہے کہ بلاچوں چرا، ہر فعل پر سر دھنتے ہیں اور ہر قول پر عمل کرتے ہیں (حالانکہ ایسی تقلید کی مستحق تو صرف شریعتِ الٰہی ہے)۔ مشہور ہے کہ کسی انگریز افسر نے ایک دفعہ لمبا سا لطیفہ اپنے ہندوستانی مشیروں وزیروں کو سنایا جو انگریزی سے نابلد تھے۔ ہر بات سمجھانے پہنچانے کے لیے بیچ میں ایک مترجم رکھا ہوا تھا، مترجم سے لطیفہ ترجمہ کرنے کو کہا گیا اور مترجم نے ایک جملہ بولا تو سبھی مشیر ہنسنے لگے۔ انگریز افسر بڑا حیران ہوا کہ لطیفہ اتنا لمبا اور اس کا ترجمہ اتنا چھوٹا اور لوگ ہنس بھی پڑے، یہ کیا؟ افسر نے مترجم سے پوچھا کہ تم نے لوگوں کو کیا کہا ہے؟ تو وہ کہنے لگا میں نے لوگوں کو کہا کہ صاحب چاہ رہے ہیں کہ تم سب ہنسو۔

'ہماری' عدلیہ ولد انگریز کی عدلیہ میں ہر سال گرمیوں کی چھٹیاں ہوتی ہیں؟ جانتے ہیں کیا سبب ہے؟ سبب یہ ہے کہ ان عدالتوں میں براجمان ہونے والے جج پہلے انگریز تھے یعنی انگلستان سے آئے تھے۔ گھر وَر، خاندان واندان (اگر ہوتے تھے) تو یہ جج ہر سال گرمیوں کے مہینوں میں انگلستان جایا کرتے اور اس سبب سے گرمیوں کی عدالتی چھٹیاں ہوتیں۔

سچ کہا ہے......

-انگریز نے جانے سے پہلے، یاں انڈے بچے دے ہی دیے-
- اغیار لکیریں کھینچ گئے، ہم لوگ فقیری کرتے ہیں-

شیرُو!

شنید ہے کہ 'شیرُو' مر گیا ہے۔ کون شیرُو؟

سلیم صافی کی روایت ہے کہ 'پرویز مشرف' نے عمران خاں کو ایک کتا تحفے میں دیا تھا جس کا نام 'شیرُو' تھا۔ پرویز مشرف کے کتوں سے عشق کا عالَم تو مشہور ہے۔ کبھی بڑے کتوں کے ساتھ اور کبھی چھوٹے کتوں کے ساتھ...... کئی تصویریں کتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ کسی شاعر کا وہ شعر پرویز مشرف کی کتوں کے ساتھ تصویریں دیکھ کر یکایک یاد آ جاتا ہے:

کتوں سے ان کے عشق کا عالَم نہ پوچھیے
کتے تھے گود میں کبھی کتے کی گود میں

---

[55] اللہ پاک ان فوت شدگان میں اہلِ ایمان پر نظرِ رحمت وکرم فرمائیں اور شہدا کے درجے سے انہیں نوازیں، آمین۔

جیسے مشرف کی کابینہ، عمران خاں کی کابینہ ہے اور جیسے اسٹیبلشمنٹ کی بنائی حکومت مشرف کی تھی ویسی ہی عمران خاں کی بھی ہے......

اسی طرح کتوں کا شوق اور ان سے عشق بھی دونوں کا ایک جیسا ہی ہے، بلکہ عمران خاں کچھ زیادہ ہی بڑھ کر ہے۔

بنی گالا میں عمران خاں کی 'پہاڑی' کے قریب جانے والے جانتے ہیں کہ ساری پہاڑی کے گرد جنگلہ اور خار دار تاریں لگی ہیں اور جنگلے پر جا بجا لکھا ہے 'Beware of the dogs!'، 'کتوں سے ہوشیار رہیں!'، پھر مشہور ہے کہ اس پہاڑی پر کتوں کی ایک فوج موجود ہے۔

اب چونکہ 'شیرو' آرمی چیف نے دیا تھا تو یہ شیرو عمران خاں کی فوج سگاں میں 'چیف' رہا۔ اب یہ 'چیف شیرو' صاحب مرے ہیں تو 'چیف شیرو' کی محبت میں عمران خاں نے خیبر پختون خوا کی 'بہادر پولیس' کے 'بہادر' جوانوں کے متعلق کہا کہ انہیں 'شیرو' کہا جائے اور ادھر عمران خاں کے 'دہن' سے یہ قول صادر ہوا، ادھر سرکاری نوٹیفیکیشن کے ذریعے اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ خیبر پختون خوا کی پولیس کے سپاہیوں کو 'شیرو'، لکھا، پڑھا اور پکارا جائے گا (گویا تبدیلیٔ نام کا اشتہار تھا)!

خوامخواہ آئی جی نے بھی اور باقی دنیا نے بھی 'مائنڈ' کیا ہے کہ پولیس کے بہادر سپاہیوں کو 'شیرو' سے تشبیہ دے دی۔ بھئی شیرو نہ سمجھو 'چیف شیرو' سمجھو اور جانو کہ 'چیف صاب' کا دیا کتا تھا، اس کی نسبت عطا ہو رہی ہے!

کورونا: جنگلی جانوروں کے گوشت کی فروخت پر پابندی

ایک نیوز چینل کی خبر ہے کہ دنیا میں غور کیا جا رہا ہے کہ ایسی گوشت کی دکانوں پر پابندی لگا دی جائے جہاں زندہ جانور بکتے ہیں۔ اس رپورٹ میں ساتھ میں جو زندہ جانور بکتے نظر آ رہے ہیں ان میں سمندری کیڑے دکھائے گئے ہیں جو ٹوکریوں میں ایک دوسرے پر چڑھے، بھرے پڑے ہیں (کھانے والے سونڈیوں اور ان سمندری کیڑوں کو 'Hundred percent protein' کہہ کر عموماً زندہ ہی کھاتے ہیں)۔

چین سے خبر ہے کہ کورونا کی جائے افزائش 'ووہان' سے کورونا پھیلنے کے بعد چینی حکومت نے جنگلی جانوروں اور چمگادڑوں کی فروخت (برائے گوشت خوری) پر پابندی لگا دی ہے۔

ان جنگلی جانوروں میں کون کون سے جانور شامل ہیں تو ملاحظہ ہو: کتے، خنزیر، چوہے، بندر، سانپ، بچھو، چھپکلیاں، مینڈک اور چمگادڑ کا تو نام لے کر پابندی لگائی گئی ہے۔

سبحان اللہ، خالقِ انسان نے یہ سب جانور مصلحت اور فائدے کے لیے پیدا فرمائے ہیں لیکن ان کے کھانے پینے کو حرام قرار دیا ہے کہ ہر فائدہ مند چیز کا 'دائرۂ فائدہ' مخصوص ہوتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ یہ بھٹکتی 'انسانیت' فائدہ نقصان (بھلے دنیوی ہو یا اخروی) دیکھ کر فیصلے نہیں کرتی بلکہ محض 'لذت' اور 'خواہشات' کی بنا پر چیزوں کو 'حلال' یا 'حرام' قرار دیتی ہے۔

کورونا: ٹریکنگ ایپس

کورونا کے زمانے میں ہر قسم کا بزنس / کاروبار ٹھپ رہا ہے سوائے ایک کاروبار کے۔ اور یہ کاروبار ہے ٹیکنالوجی انڈسٹری کا اور اس میں بھی بالخصوص 'سمارٹ فون ایپ ڈویلپمنٹ' کا۔

دنیا میں ایسی ایپس (Apps) بنائی گئی ہیں کہ جو کورونا کے متعلق تمام ڈیٹا محفوظ رکھتی ہیں: یعنی کس کس کو کورونا ہوا اور کون مرا اور کون اس سے محفوظ ہے۔ لوگ خود بعض ممالک میں 'رضاکارانہ' طور پر ان ایپس کو اپنی معلومات دیتے ہیں اور بعض ممالک میں حکومتی طور پر لازم کیا گیا ہے کہ تمام لوگوں کا ڈیٹا ان ایپس کے ذریعے مہیا اور محفوظ کروایا جائے۔

ان ایپس کی بدولت اگر 'جان' نامی شخص کورونا سے متاثر ہے اور 'ٹونی' نامی شخص (جو کورونا سے محفوظ ہے) اگر جان کے پاس آئے گا تو ٹونی کا سمارٹ فون خود بخود 'کورونا ٹریکنگ ایپ' کے سبب 'الارم' بجانے لگے گا اور ٹونی کو متنبہ کرے گا کہ وہ جان سے 'محفوظ فاصلے' پر رہے۔

بظاہر تو یہ ٹیکنالوجی کا بہت کمال ہے لیکن دنیا میں سکیورٹی مبصرین اس بات سے خائف ہیں کہ ٹیکنالوجی کمپنیاں اور حکومتیں چوبیس گھنٹے لوگوں کو ٹریک کر رہی ہیں کہ کون کہاں ہے۔ اور جب یہ کورونا کا غلغلہ ختم ہو جائے گا تو اس کے بعد کی دنیا جس میں ہر فرد ٹریک ہو رہا ہو کیسی ہو گی؟

لہٰذا ٹیکنالوجی استعمال کیجیے، لیکن اپنی ذاتی و نجی زندگی داؤ پر لگائے بغیر!

حکومتیں اسٹیبلشمنٹ بناتی ہے!

ماہِ مئی کے اوائل میں مشہور صحافی سہیل وڑائچ کی شہباز شریف سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں شہباز شریف نے کئی معاملات کا ذکر سہیل وڑائچ سے کیا اور سہیل وڑائچ نے اس ملاقات کا احوال اگلے دن اپنے کالم میں درج کر دیا۔

اس ملاقات کا ایک نکتہ بہت ہی مشہور ہوا اور وہ یہ کہ شہباز شریف نے سہیل وڑائچ کو بتایا کہ ۲۰۱۸ء کے الیکشن سے قبل ''کچھ لوگ'' شہباز شریف کے پاس یہ خبر لے کر آئے کہ اگلے وزیرِ اعظم آپ ہوں گے اور اس ملاقات میں وزارتوں اور وزیروں اور ان کے قلم دانوں تک کی بات ہوئی۔

دیگر ذرائع سے اگلی بات یہ معلوم ہوئی کہ جس طرح کچھ لوگ شہباز شریف کے پاس گئے اسی طرح عمران خاں کے پاس بھی گئے۔ عمران خاں کی 'جادوگرنی' بشریٰ بی بی کا منتر چل گیا اور شہباز شریف کو بڑے بھائی کے بیانیے 'مجھے کیوں نکالا؟' نے مروا دیا۔

اس سب معاملے کو تحریکِ انصاف کے 'شہباز گِل' نے خوب اچھالا۔ اس کے بعد 'حامد میر' نے ایک پروگرام خاص اسی موضوع پر کیا اور سہیل وڑائچ کو بھی مدعو کیا۔ اس پروگرام میں اس سارے معاملے پر سہیل وڑائچ نے درج ذیل گفتگو کی، یہ گفتگو سیاست کے ایوانوں کے اصل مالکوں کی بھی نشاندہی کرتی ہے اور بظاہر حکمرانوں کی اصل اوقات اور جمہوریت کی حقیقت، ووٹ کی اہمیت وغیرہ کو بھی واضح کرتی ہے۔ نیز یہ گفتگو ہماری 'مذہبی سیاسی جماعتوں' کے لیے

بھی اپنا قبلہ درست کرنے کے لیے ایک اشارہ ہے کہ وہ کن بھول بھلیوں میں لگ کر اقتدار تک پہنچنا چاہتے ہیں اور پھر اقتدار میں آکر 'اسلام' نافذ کرنے کے خیال میں ہیں۔ گفتگو پڑھیے:

"میرا خیال ہے کہ دنیا بھر میں اسٹیبلشمنٹ کا یہ Standard Operating Procedure (معیاری طریقۂ کار) ہے کہ جو دونوں بڑی پارٹیاں ہوتی ہیں ان کے ساتھ مذاکرات ہوتے ہیں اور ان مذاکرات میں یہ طے ہوتا ہے کہ اگر آپ برسرِ اقتدار آئے تو آپ کی کیا پالیسیاں ہوں گی۔

اس حد تک تو (شہباز شریف کی گفتگو میں) کوئی ایسی (خاص) چیز نہیں ہے۔

ہاں حیران کن بات یہ تھی، اصل میں لوگوں کو حیرانگی اس بات پر ہوئی ہے کہ شہباز شریف صاحب بھی اسٹیبلشمنٹ سے الیکشن سے پہلے رابطے میں تھے اور مل رہے تھے؟!

میرے خیال میں اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر سیاسی پارٹی کا اسٹیبلشمنٹ سے رابطہ ہے......

ہاں اچنبھے کی بات یہ ہے کہ کیا کیبنٹ / cabinet (وزارتیں) بھی ڈسکس ہوتی ہیں؟!

تو ۱۹۸۸ء میں جب محترمہ بے نظیر بھٹو نے جنرل اسلم بیگ سے ملاقات کی تو آپ کو یاد ہے کہ کیبنٹ ڈسکس ہوئی، دو وزیر اس (کیبنٹ) کے اندر اسٹیبلشمنٹ کے آئے۔

تو یہ ماضی کی ایک continuation (تسلسل) ہے......"

یہاں مذہبی سیاسی پارٹیوں کے لیے ۱۹۸۸ء کے انتخابات، بے نظیر اور اسلم بیگ کی ملاقات میں ایک اور سبق بھی موجود ہے کہ ۱۹۸۸ء کا الیکشن وہ الیکشن ہے جب اسٹیبلشمنٹ نے براہِ راست، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل حمید گل نے اس وقت براہِ راست مسلم لیگ نواز، جماعتِ اسلامی اور دیگر دائیں بازو کی پارٹیوں (یا غلام مصطفیٰ جتوئی جیسے مفاد پرستوں) سے مل کر ان کا ایک اتحاد قائم کروایا جسے 'آئی جے آئی' یا اسلامی جمہوری اتحاد کہتے ہیں اور تادمِ آخریں جنرل حمید گل نے اس اتحاد کو تشکیل دینے کی ذمہ داری اپنے سر لیے رکھی۔

مقامِ فکر یہ ہے کہ ایک طرف اسٹیبلشمنٹ، اپنی اعلیٰ ترین انٹیلی جنس ایجنسی اپنے سربراہ حمید گل کے ذریعے آئی جے آئی بنوا رہی ہے تو دوسری طرف اسی اسٹیبلشمنٹ کا ایک بڑا مہرہ اسلم بیگ بے نظیر سے مل کر 'کیبنٹ' کی تشکیل پر بات کر رہا ہے اور اسٹیبلشمنٹ اپنے دو وزیروں کو بے نظیر کی حکومت میں شامل بھی کرواتے ہیں۔ ۸۸ء کے انتخابات میں آئی جے آئی کو شکست ہوئی (بالکل اسی طرح جس طرح تحریکِ انصاف کو ۲۰۱۳ء میں شکست ہوئی) اور پھر ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں یہی آئی جے آئی برسرِ اقتدار آئی، یعنی نواز شریف کی حکومت قائم ہو گئی اور بعد ازاں اس پارٹی کو تحلیل کر دیا گیا (۲۰۱۸ء میں تحریکِ انصاف بھی اسی طرح برسرِ اقتدار آئی دیکھیے یہ لوٹوں کا ٹھیلہ کب الٹتا ہے)۔

سنہ ۲۰۰۲ء کے الیکشن کا ذکر بھی لازمی ہے جب حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف میں دو نئی پارٹیاں موجود رہیں اور ان کی تشکیل آج بیس سال گزر جانے کے بعد اظہر من الشمس ہے کہ بالکل ویسے ہی ہوئی جس طرح:

- ایوب خان کو 'ڈیڈی' کہتے کہتے بھٹو اوپر چڑھا اور پھر اس کو یحییٰ خان کی آشیر باد حاصل ہوئی اور یہ سنہ ۱۹۷۰ء کے الیکشنز میں عوامی لیگ کی اکثریت کے باوجود (بعد اًپاکستان کو دو لخت کروا کر) اقتدار میں آیا۔ پھر بھٹو کا کانٹا بھی اسٹیبلشمنٹ نے ہی نکالا۔ بلکہ 'نظامِ مصطفیٰ تحریک' جس میں وطنِ عزیز کے غیور اہلِ ایمان نے حصہ لیا کو بھی اسٹیبلشمنٹ نے استعمال کیا اور صرف بھٹو کو اقتدار سے ہٹانا اس کا اصل مقصد رکھا اور یہ مقصد تب واضح بھی ہو گیا جب بھٹو ہٹا، بھٹو کے جاتے ہی یہ تحریک بھی دم توڑ گئی[56] (گویا نعوذ باللہ نظامِ مصطفیٰ قائم ہو گیا؟!)۔
- جس طرح ۸۸ء میں بے نظیر کے مقابلے میں آئی جے آئی بنائی اور پھر اسی سے ڈیل بھی کی۔
- ۹۰ء میں آئی جے آئی کو جتایا اور بے نظیر کو ہرایا۔ پھر آئی جے آئی اگلے انتخابات میں تحلیل کر دی گئی[57]۔

ایک طرف ایک نئی پارٹی مسلم لیگ (ق) کو اقتدار میں لایا گیا تو سرحد میں ایم ایم اے اور مرکز میں اسی ایم ایم اے کو حزبِ اختلاف میں رکھا گیا اور اسی ایم ایم اے سے سترہویں ترمیم بھی اسٹیبلشمنٹ نے منظور کروائی اور باقی 'مذہبی جماعتوں' کی موجودگی کے باوجود جو 'زنا بل'، حسبہ بل کی نامنظوری اور میراتھن ریسیں ہوتی رہیں وہ علیحدہ افسوس ناک ابواب ہیں۔

سبحان اللہ، اسی طرح کی چیز کو کہتے ہیں 'گھمن گھیریاں'، 'سراب'، 'بھول بھلیاں' اور 'غلام گردشیں'......اور ان میں جانتے بوجھتے چلنے اور بھٹکنے والوں کو کیا کہتے ہیں، وہ چلنے والے جن کے

---

[56] ڈاکٹر اسرار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ نظامِ مصطفیٰ تحریک کے موقع پر میں نے کہا کہ اس تحریک کو چلانے کا مقصد بھٹو کو ہٹانا ہے، نظامِ مصطفیٰ لانا نہیں۔ اس روایت کے کئی راوی بشمول ڈاکٹر صاحب مرحوم کے صاحب زادگان بقیدِ حیات ہیں اور ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔

[57] اس الیکشن اور اس اتحاد سے متعلق حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید کا موقف معلوم و مشہور ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ یہ خالصتاً اسٹیبلشمنٹ کی جیت تھی۔ غالباً اس کا ذکر 'خطباتِ شامزئی' میں موجود ہے۔

پاس اس جمہوری جد وجہد کا پچاس سال سے زائد کا 'ناکام تجربہ' ہے...... یہ نام وعنوان آپ خود ہی تجویز کر لیں![58]

افغانستان کے انتخابات

وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ افغانستان کے الیکشن جن کا ڈرامہ قریباً ایک سال چلا اور نتائج کے اعلان پر اشرف غنی جن میں جیتا تھا اور عبد اللہ عبد اللہ نے جن کے نتائج ماننے سے انکار کیا تھا...... اس کا اصل حل اور نتیجہ سامنے آگیا۔

کسی کو صدر بنایا گیا، کسی کو نائب صدر، کوئی 'مارشل' تو کسی کے لیے نیا 'عہدہ' بنایا گیا۔

کسی تجزیہ کار نے اچھی بات کہی۔ کہا کہ اگر یہی کرنا تھا تو الیکشن کیوں کروائے تھے۔ یہی اصل بات ہے، جمہوری تماشے سے ہر ایک کا تعلق ہے اور ہر ایک کے لیے اس میں جگہ ہے سوائے 'جمہور' کے!

ٹموتھی ویکس...... ہمیں تم سے محبت ہے!

ٹموتھی ویکس(Timothy Weeks) کون ہیں؟ یہ ایک آسٹریلوی شہری ہیں جو افغانستان میں آسٹریلوی و دیگر قابض افواج کے ساتھ آئے اور اتحادی افواج کے ساتھ مل کر اسلام اور اہلِ اسلام کی جنگ میں شامل رہے۔ افغانستان میں مجاہدین نے انہیں قید کیا، ان سے اچھا سلوک رکھا اور بعداً ان کے بدلے 'انس حقانی' سمیت کچھ اور مجاہدین کو رہا کروایا۔

یہ صاحب اپنے وطن پہنچے اور وہاں ایمان لے آئے۔

ابھی کورونا کے چرچے میں انہوں نے ایک سورۃ البقرۃ کی وہ آیات نقل کیں جن میں ذکر ہے کہ تمہیں ضرور آزمایا جائے گا، کبھی خوف سے، کبھی بھوک سے اور کبھی مالوں اور جانوں کے نقصان سے۔

ایک قیدی وہ بھی ہیں جو گوانتاناموسے باگرام تک اور اڈیالہ سے تہاڑ تک قید ہیں، جن کی چمڑیاں ادھیڑی جاتی ہیں، جن کے جسموں میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے جاتے ہیں اور جن کے جسم استریوں سے داغے جاتے ہیں۔ ایک یہ ٹموتھی جیسے بھی ہیں جو اسلام کے ماننے والوں، اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے والوں اور جو شریعت کے متبعین ہیں، ان کی جیلوں میں رہتے ہیں...... ان اللہ والوں کی جیلوں میں یہودی وارن وائن سٹائن بڑھاپے میں ان کے حسنِ سلوک اور دعوتِ اسلام سے متاثر ہو کر چچا جان اسحاق بن ابراہیم بن جاتے ہیں۔ خدا کے منکر، دہریے جیوانی لوپورتو محمد بَن جاتے ہیں اور محمد اور چاچا اسحاق پھر اہلِ صلیب ہی کی ڈرون سے کی گئی بمباری میں نو مسلم کی حیثیت سے جنتوں میں جا پہنچتے ہیں۔ انہیں اللہ والوں کی قید میں 'یووان رڈلے' مریم رڈلے بن جاتی ہیں اور ٹموتھی ویکس کل تک جس نبی اور جس نبی کے ماننے والوں کے دشمن تھے آج اسی نبی کا کلمہ اور اسی نبی کے ذکر پر صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے لگتے ہیں۔

ٹموتھی ویکس اپنے اور تمہارے اللہ کی نسبت سے...... ہمیں تم سے محبت ہے!

بقیہ: حرمین سے اقصیٰ...... ان کی حرمت کو پامال تم نے کیا!

اور یہی ہوا، الحویطی کو شہید کر دینے کے بعد حکومتِ محمد بن سلمان کی جانب سے بیان نشر کیا گیا جس میں کہا گیا کہ الحویطی ایک دہشت گرد تھا اور دہشت گردی کے خلاف ایک کارروائی میں اس کو قتل کر دیا گیا!

روند کر اہلِ ایمان کی بستیاں

کیسی جنت بسانے کے خوابوں میں؟؟؟

آج ساری دنیا کے سامنے علمان[59] کے بیٹے اور علمانیت کے علم بردار محمد بن سلمان نے کھلم کھلا وہ اقدامات اٹھائے ہیں اور اس شاہراہِ ضلالت پر سفر کر رہا ہے کہ جس کے سبب ہماری اقصیٰ تاراج ہو رہی ہے، جس کے سبب آج یہود کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ 'کورونا کے پھیلنے کا سبب یہ ہے کہ ہم نے اب تک مسجدِ اقصیٰ کو ڈھا کر ''ہیکلِ سلیمانی'' نہیں بنایا!' اور اس سب کی جرأت اور اس سب کی شہہ ان کو اسی آلِ سعود کے حکمرانوں اور جزیرۃ العرب پر باقی جگہوں پر قابض کہیں آلِ نہیان اور کہیں آلِ ثانی نے دی ہے۔

کعبے کو کل انہوں نے امریکیوں کے گھیرے میں دینے کے لیے سہولت کاری کی تھی اور آج انہوں نے کعبے کو فحاشی و عریانی کے گھیرے میں جکڑنے کی کوشش کی ہے اور حدودِ حرم میں فحاشاؤں کو لائے ہیں۔

پس اللہ کے گھر کی سرزمین اور رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن اور آپ کے روضۂ اقدس کی جا، جزیرۃ العرب کو جنہوں نے یہود و اہلِ صلیب کا گڑھ اور فحاشی و عریانی کا اڈا بنایا ہے، یہ ظالم اور اہلِ کفر کے حمایتی یاد رکھیں کہ ہم ہر قیمت پر اپنے نبیؐ کا وطن تم یہود، اہلِ صلیب اور تم یہود و اہلِ صلیب کے اعوان و مددگاروں سے بازیاب کروائیں گے چاہے اس کی قیمت ہماری جانیں، ہمارے ماں باپ کا خون یا ہماری اولاد کے سر ہی کیوں نہ ہو!

اے اللہ! تُو ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے دین کی نصرت کر سکیں اور جو وعدے ہم تیری ہی توفیق سے کرنے کے قابل ہوئے ہیں تُو ہی ہمیں ان کو وفا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!

★★★★★

[58] یہ سطور لکھتے ہوئے ہمیں کچھ خوشی نہیں، بلکہ دل روتا اور تڑپتا ہے کہ ہمارے دین کے نام لیوا حضرات دھوپ کو سایہ اور پیاس کو آسودگی سے تعبیر کرنے پر پچاس سال مار کھانے کے بعد بھی مخلصاً، دامے، درمے، قدمے، سخنے لگے ہوئے ہیں، اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه، آمین!

[59] علمان = سیکولر!

”اللہ کی قسم! اللہ ایسے لوگوں کو رسوا نہیں کرے گا......!“

ابو عمر عبد الرحمٰن

شیخ عبد الکریم الحمید فک اللہ اسرہٗ سعودیہ کے ایک بڑے عالم دین اور معروف داعئ جہاد ہیں، آپ کی عمر ستّر سال ہے اور اٹھارہ انیس سال سے آپ سعودیہ کی جیل میں قید 'خاموش' زندگی گزار رہے ہیں۔

جیل میں ان کے ساتھ ایک سعودی مجاہد 'مشعل الشدوخی' رحمہ اللہ نے بھی کچھ عرصہ گزارا جو شیخ اسامہؒ کے قافلۂ قدس کے ایک مجاہد تھے، امارت اسلامی کا مبارک دورِ اول انہوں نے افغانستان میں گزارا، پھر سقوطِ امارت کے وقت پاک فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور 'ڈالروں' کی چمک تھی کہ جس نے انہیں بھی دوسرے سیکڑوں اہل ایمان کی طرح گوانتاناموکے پنجروں میں پہنچا دیا۔ گوانتانامو میں پانچ سال گزار کر سعودی جیل ان کی منتقلی ہوئی اور یہاں پھر کچھ عرصہ گزارنے کے بعد رہا ہو گئے۔ رہائی پا کر آپ نے دوبارہ میدانِ جہاد کا رُخ کیا اور یمن میں القاعدہ جزیرۂ عرب کی صفوں میں شامل ہو گئے اور چار سال قبل ایک ڈرون حملے میں شہید ہو گئے۔

مشعل الشدوخی رحمہ اللہ نے قید سے رہائی کے بعد شیخ عبد الکریم الحمید پر ایک مضمون ”قبسات من حياة الشيخ عبد الكريم الحميد (فك الله اسرهٗ)“ کے نام سے لکھا جو آج میری نظر سے گزرا۔ اس میں انہوں نے شیخ عبد الکریم حمید کی سیرت اور ان کے ساتھ جیل میں گزرے ایام سے متعلق تفصیلی احوال لکھے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ شیخ عبد الکریم گرفتاری سے پہلے سعودیہ میں معروف و مقبول عالم تھے۔ ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ ستّر سے زائد کتب آپ کی تصنیف ہیں۔ بیانات اور صوتی دروس ان کے علاوہ ہیں۔ تحریر و تقریر میں امارت اسلامی افغانستان کی نصرت و تائید کرتے تھے اور عالم عرب کے طواغیت کی بھی شرعی حیثیت بیان کرتے تھے۔ الشدوخیؒ کے مطابق شیخ عبد الکریم چاہتے تو انہیں دنیا کی ہر نعمت بغیر کسی کوشش کے مل سکتی تھی مگر آپ نے بہ خوشی زہد و قناعت کی زندگی اپنائی اور اس حد تک کہ الشدوخی کے مطابق زُہد میں آپ بلاشبہ وقت کے امام ہیں۔ مٹی کے کچے گھر میں رہتے، کھانا خود پکاتے اور اسے گیس کے چولہے پر نہیں بلکہ لکڑیوں سے آگ جلا کر پکاتے، بجلی استعمال نہیں کرتے تھے اور گاڑی کی جگہ گھوڑے پر سواری کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ خود تو سخت اور ہر طرح کی سہولیات سے عاری زندگی گزارتے مگر دوسروں کے لیے نہ اپنے اس زہد کو تکلیف کا سبب کبھی بنایا اور نہ ہی اس سطح کے زہد کی کبھی دعوت دی۔

امارت اسلامی کا سقوط ہوا تو اس داعئ جہاد کو بھی اُدھر سعودی حکومت نے جیل میں ڈالا اور آج تک آپ قید یا نظر بندی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں اس نکتے کی طرف ہم توجہ دلاتے جائیں کہ سعودیہ کی جیلوں میں شیخ عبد الکریم کی طرح سیکڑوں یا ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں علمائے کرام، داعیان دین اور مجاہدین قید ہیں۔ اندازہ کریں کہ سرزمینِ حرمین میں آج بہترین سیرت و کردار کے حامل مؤمنین کی زندگی کیسے کٹ رہی ہے اور کس درجہ کے ذلیل، رذیل اور بد طینت لوگ یہاں حکمران بنے بیٹھے ہیں؟!

مشعل الشدوخی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جیل کی کوٹھڑی میں میں شیخ عبد الکریم کو طالبان دور کے واقعات سناتا کہ اپنے دورِ اقتدار میں انہوں نے کیسے شریعت پر عمل کیا، عدل و انصاف قائم کیا اور ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کس سطح کی متواضع اور اللہ کے دین سے محبت کرنے والی شخصیت ہیں۔ اسی طرح گوانتانامو میں گزرے بعض آنکھوں دیکھے احوال کی روداد بھی میں نے شیخ کو سنائی۔

اس سلسلے میں انہوں نے شیخ عبد الکریم کو طالبان رہنما ”ملا محمد فضل اخوند“ کا واقعہ بھی سنایا جو الشدوخیؒ کے ساتھ گوانتانامو میں قید تھے اور جن پر بدترین مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔ لکھا ہے کہ 'ملا فضل' کو بہت طویل عرصہ انتہائی بدترین حالت میں رکھا گیا تھا۔ تحقیق و تعذیب کا سلسلہ رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ چھوٹے سے پنجرے میں ضرورت کا جو تھوڑا سا سامان بھی ہو سکتا تھا، وہ بھی ان سے واپس لے لیا گیا تھا، یہاں تک کہ ٹھنڈے موسم میں فراہم کیا گیا بستر وغیرہ تک بھی بعض اوقات اٹھا لیا جاتا اور جب امریکی ان پر زیادہ غضب ناک ہو جاتے تو رات کی شدید ٹھنڈ میں یخ پانی بھی ان کے سر پر انڈیل دیا جاتا۔ ان سے ان ظالموں کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ 'سی آئی اے' کی جو فاحشائیں ان سے تفتیش کرتی ہیں، ملا فضل ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں اور وہ ان سے بدکاری کا جو مطالبہ کرتی ہیں، ملا صاحب اسے پورا کریں۔ ملا صاحب مکمل طور پر انکاری تھے اور کسی ایک مطالبہ میں بھی ان کے ساتھ تعاون نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ ایمان کو تباہ کرنے والا یہ انتہائی خطرناک حربہ بھی ناکام رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن ایک عورت تفتیشی افسر نے ملا صاحب کو بلوایا اور کہا کہ میرے ساتھ موجود دیگر افسر عورتوں کا یہاں سے تبادلہ ہونے لگا ہے، وہ تم سے رخصت لینا چاہتی ہیں مگر ان کے دل میں ایک ہی بڑی خواہش ہے، اگر تم یہ خواہش پوری کر دو تو ہم تمہاری ساری سختیاں ختم کر دیں گے اور دیگر قیدیوں سے بھی زیادہ سہولیات تمہیں دے دیں گے۔ خواہش یہ ہے کہ گزشتہ پانچ ماہ سے یہ تم سے تفتیش کر رہی ہیں مگر تم نے اس عرصہ میں ایک دفعہ بھی انہیں نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، یہ ان سے برداشت نہیں ہوتا، مجھے بھی اس پر بہت دکھ ہے، اگر تم صرف ایک دفعہ ہم سب کو تھوڑی دیر کے لیے دیکھ لو تو ہم تمہاری ساری سزائیں معاف کر دیں گے، سہولیات جو چاہو دے دیں گے اور تفتیش میں مکمل طور پر نرمی برتی جائے گی۔

الشدوخی نے لکھا ہے کہ اللہ کے اس شیر نے اس فاحشہ عورت سے کہا: ''اگر مجھے یقین ہو کہ تمہیں دیکھنے کے بدلے تم لوگ مجھے افغانستان میں میرے گھر لے جا کر چھوڑ دو گے تو اللہ کی قسم! پھر بھی میں ایک دفعہ بھی تمہیں نظر اٹھا کر نہیں دیکھوں گا!''[60]...... الشدوخی کہتے ہیں کہ میں شیخ عبد الکریم کو ملا فضل اور طالبان کے بارے میں بتا رہا تھا اور شیخ حمید کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ایسے جیسے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی ہوں۔

مشعل الشدوخیؒ نے لکھا ہے کہ تحقیق و تعذیب کے بعد محض چند گھنٹوں کے لیے ملا فضل کو پنجرے میں لایا جاتا۔ سیل میں آتے ہی وہ تھوڑی دیر بعد قرآن کھولتے اور حفظِ قرآن شروع کر دیتے۔ ہمیں ان کے اس حال پر بہت رحم آتا۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ اپنے آپ کو اس قدر تکلیف میں مت ڈالیے، یہ چند گھنٹوں کا وقفہ تو ملتا ہے اس میں آپ آرام کیا کریں، آرام کریں گے تو تفتیش کا سامنا کرنے میں پھر آسانی ہو گی۔ کہتے ہیں کہ ملا فضل ہم عربوں کا بڑا لحاظ کرتے تھے اور ہماری بات کو کبھی رد نہیں کرتے تھے، مگر اس بات کے جواب میں انہوں نے بہت حیا کے ساتھ کہا کہ ''دیکھیے! میری اتنی زندگی گزر گئی ہے، جہاد کے سبب مجھے قرآن حفظ کرنے کا موقع نہیں ملا، اب اللہ نے مجھے موقع دیا ہے اور (قید کے) انہی دنوں میں میں نے الحمدللہ تیرہ (۱۳) پارے حفظ کر لیے ہیں، اس لیے میری گزارش ہے کہ اس کو ترک کرنے پر اصرار مت کیجیے تاکہ میں اس فرصت کو استعمال کر سکوں''۔

مزید لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ عبد الکریم حمید کو بتایا کہ جب گوانتاناموسے میں رہا ہونے لگا اور نظر آیا کہ میں چند دن میں کہیں اور منتقل کر دیا جاؤں گا تو ملا فضل نے مجھ سے سعودیہ میں میرے گھر کا ٹیلی فون نمبر مانگا۔ میں نے نمبر تو فوراً دے دیا مگر ساتھ ہی ان کا یہ مطالبہ مجھے کچھ عجیب بھی لگا۔ میں نے پوچھا کہ کیا یہ نمبر آپ کو کچھ فائدہ دے گا؟ ملا صاحب نے جواب دیا کہ ''اصل میں، میرا ارادہ ہے کہ رہائی کے بعد عمرہ ادا کرنے جب آپ کی طرف آؤں گا تو ملاقات ہو''...... الشدوخی لکھتے ہیں کہ ملا فضل نے اپنی رہائی سے متعلق جس یقین کے ساتھ کہا، اسے سن کر میرے دل میں ایک زبردست کانٹا چبھا، اس لیے کہ بظاہر یہ بالکل ناممکن تھا کہ ملا محمد فضل اخوند جیسی شخصیت بھی کبھی رہا ہو سکے، ایک تو اس لیے کہ ملا صاحب طالبان کے معروف رہنما تھے اور دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ تفتیش میں امریکیوں کی طرف سے جو سختی ہو رہی تھی اور خود وہ بدلے میں جو ایمان افروز تعامل کر رہے تھے، اس سے واضح تھا کہ ملا صاحب کی رہائی ناممکن ہے۔ الشدوخیؒ لکھتے ہیں کہ مجھے دکھ اس لیے بھی ہوا کہ شاید امریکی ان کے جذبات کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور ان ظالموں میں سے کسی نے انہیں ان کی رہائی سے متعلق جھوٹی امید دلائی ہے۔ اس طرح کے جھوٹے وعدوں پر یقین کرنے سے چونکہ قیدی کی نفسیات تباہ ہو جاتی ہیں اس لیے مجھے ان پر بہت ترس آیا اور از راہِ محبت و ہمدردی میں نے ان سے کہا کہ ''شیخ! آپ کو امریکیوں نے اگر کچھ کہا ہے کہ آپ رہا ہو جائیں گے تو میری درخواست ہے کہ ان شیاطین کی باتوں پر یقین مت کریں، یہ اس طرح کر کے آپ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں''...... الشدوخی کہتے ہیں کہ ملا فضل مسکرائے اور بڑے اطمینان کے ساتھ فرمایا: ''یہ تو مجھے ہر روز نہیں بلکہ دن میں کئی بار یہ کہتے ہیں کہ یہاں سے تمہاری لاش تو نکل جائے گی لیکن تم کبھی بھی یہاں سے زندہ نہیں نکل پاؤ گے، مگر مجھے اپنے رب پر یقین ہے، اللہ پر میرا سو فیصد گمان ہے کہ وہ مجھے اِدھر سے ضرور بالضرور نکالے گا''......!!!! الشدوخی کہتے ہیں کہ میں یہ روداد شیخ عبد الکریم الحمید کو سنا رہا تھا اور شیخ کی سسکیاں تیز ہوتی گئیں، انہوں نے شہادت کی انگلی سیدھی کر دی اور یہ آواز بلند کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! اللہ ایسے لوگوں کو رسوا نہیں کرے گا''...... ''اللہ کی قسم! اللہ طالبان کو رسوا نہیں کرے گا۔ ایسی سیرتوں والوں کو اللہ کبھی بھی رسوا نہیں کرتا''......!!!!

یہ ساری روداد عجیب ہے، ایمان افروز ہے، یہ ایمان و مادیت کے اس معرکے میں فتح یاب ہونے کے اصل گُر سمجھاتی ہے مگر اس سب سے زیادہ عجیب اور ایمان کو جِلا بخشنے والی بات یہ ہے کہ الشدوخیؒ چار سال پہلے شہید ہو گئے ہیں، انہوں نے امریکیوں کی شکست اور پھر قطر میں مذاکرات کی میز پر رگڑتی امریکیوں کی متکبر ناک نہیں دیکھی ہے، وہ یہ دیکھتے تو خوشی سے نہال ہو کر چیختے، چلاتے، تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کرتے اور گڑگڑا کر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے، اس لیے کہ قطر کے ان مذاکرات میں طالبان کی طرف سے مذاکراتی ٹیم میں ایک محترم رہنما ''ملا محمد فضل اخوند حفظہ اللہ'' بھی شامل تھے۔ وہی ملا فضل کہ جو الشدوخی کے ساتھ گوانتاناموکے پنجروں میں بند تھے اور جن کی رہائی کا خیال تک دیوانے کا خواب لگتا تھا۔ وہ کہ جن کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا، کیا کیا دھمکیاں انہیں نہیں دی گئیں...... ایمان کو تباہ کرنے والے مہلک ترین حربے بھی استعمال ہوئے اور جو اس سب کچھ کے باوجود بھی ایمان کے ساتھ ڈٹے رہے، کھڑے رہے اور یقین کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ ''یہ تو مجھے میری لاش کے یہاں سے نکلنے کا کہہ رہے ہیں مگر مجھے اللہ سے قوی امید ہے کہ وہ رب مجھے یہاں سے ضرور نکالے گا!'......

جی ہاں! مذاکرات کی میز پر یہ وہی ملا محمد فضل اخوند تھے کہ جن کو امریکیوں نے جھکانے کے لیے اپنی ساری طاقت لگا دی، جن کے ایمان کے بدلے ہر طرح کی بولی لگائی گئی مگر ہر حربہ ہی ناکام، نامراد، بے کار اور فضول رہا...... یہ وہی ملا فضل ہیں کہ جن کا مستقبل انہیں بہت مایوس کن اور 'تاریک' دکھایا گیا مگر اُن تہہ در تہہ اندھیروں میں بھی ایک نور ایسا تھا جسے روکنا امریکیوں کے بس اور اختیار میں نہیں تھا...... یہ نور تقویٰ کا نور تھا، اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس سے اچھا گمان رکھنے کا نور تھا۔ ملا فضل نے جب آزمائش کی اُس بھٹی میں بھی اللہ کے ساتھ محبت کا دعویٰ سچا کر دکھایا...... تو وہ مرحلہ بھی آیا کہ امارت اسلامی کے مجاہدین کو اللہ نے ایک امریکی فوجی بطور قیدی دے دیا، اس فوجی کے بدلے امارت نے پھر ملا فضل سمیت پانچ 'انتہائی خطرناک قیدیوں' کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ یوں امریکیوں نے نہ صرف انہیں خود اپنے ہاتھ سے پنجروں سے نکالا، جہاز میں بٹھا کر قطر پہنچا دیا، بلکہ مذاکراتی ٹیم میں بطورِ طالبان رہنما قبول بھی کیا اور ان کی

[60] ملا عبد السلام ضعیف نے بھی گوانتاناموسے رہائی کے بعد اپنی کتاب میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔

عزت و تکریم کا اعتراف بھی کیا۔ مذاکرات کی میز پر ملا فضل امریکی شیاطین کے آمنے سامنے بیٹھتے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سے افغانستان سے اپنا بوریا بستر گول کرنے کا کہتے۔ جس رب کی کبریائی کے احساس سے انہیں گوانتاناموکے پنجرے میں قید ہوتے ہوئے بھی امریکی حقیر بونوں سے بھی کم تر دکھائی دیتے پھر مذاکرات کی میز پر اُسی رب قدیر کی کبریائی انہیں وقت کے ان فرعونوں کی رسوائی کی صورت میں دکھائی دی یہاں تک کہ انہوں نے اپنی شکست اور ذلت و رسوائی کے ساتھ افغانستان سے نکل جانے کے دستاویز پر دستخط بھی کر دیے۔

ذرا سوچیے......ایک درویش جو بدترین، طاقت ور ترین اور انتہائی بے رحم دشمن کا قیدی ہو، قیدی بھی گوانتاناموکے جزیرے میں کہ جہاں تا حدِ نگاہ بس دشمن ہی کی طاقت و سطوت کے مظاہر ہوں، فوج ہی فوج، قلعہ نما انتہائی مضبوط دیواریں اور نگرانی کے لیے اونچی اونچی فصیلیں، کیمرے، جہاز، ڈرون، ہیلی کاپٹر......جہاں ہر سمت بس ٹیکنالوجی ہی ٹیکنالوجی کا حصار ہو اور اپنی طاقت و اختیار کی انتہائی اعلیٰ نمائش......! دشمن کے پاس وہ سب کچھ ہو کہ جن کی محض تصاویر بھی 'ظاہر پرستوں' کو اپنی پرستش پر مجبور کر دیتی ہوں......پھر یہاں اس قید خانے میں جہاں دور دور تک بھی کوئی پکار سننے اور مدد کرنے والا نہ ہو، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں......اپنی ہر ضرورت اور ہر حاجت میں مکمل محتاجی......کھانا، پینا، سونا، وضو، غسل یہاں تک کہ قضائے حاجت تک میں بھی مکمل طور پر بے اختیار ہو......دشمن بھی ایسے ذلیل اور بے رحم ہوں کہ جب چاہیں قیدی کے کپڑے تک بھی جسم سے اتار پھینکتے ہوں اور جو ہر وہ حربہ اور ذریعہ استعمال کرتے ہوں کہ جس سے اس لاچار قیدی کو ذلیل و حقیر باور کروایا جائے اور اسے اپنے حد درجہ ضعیف ہونے کا یقین ہو جائے، مگر ظلم در ظلم، مجبوری در مجبوری اور ضعف در ضعف کی اس بدترین قید میں بھی وہ کیا چیز تھی جس نے اس بے اختیار، مظلوم، بے کس اور نہتے کمزور قیدی کو بھی اس قابل بنایا کہ اس نے اپنے گرد طاقت کے اس عالی شان حصار کو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ حیثیت نہیں دی؟

ایمان و اخلاص، تقویٰ و یقین، اللہ کے ساتھ محبت اور اس پر توکل، دعوت و جہاد، صبر و شکر اور پھر اس سارے سفر میں اللہ سے اچھا گمان، یہ وہ بیش بہا زادِ راہ ہیں جو بندے کو وہ طاقت و بصیرت عطا کرتے ہیں کہ جس کے سامنے دنیا کی کوئی بھی طاقت پھر طاقت نہیں رہتی۔ بندہ پھر اسباب کی اس دنیا کا اسیر نہیں رہتا، بلکہ اس کی ساری امیدیں اُس مسبّب رب سے وابستہ ہو جاتی ہیں جو اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں ہونے دیتا۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، "میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں"۔

اللہ سے اچھے گمان (حسن ظن) اور آرزوؤں (اَمانی) میں فرق ہے۔ یقین اور قوی امید کے ساتھ اطاعت و بندگی کی بھرپور خواہش و کوشش ہو تو یہ حسن ظن ہے جو مطلوب ہے اور اللہ اپنے بندے کے ساتھ اس گمان کے مطابق تعامل کرتا ہے، یہ اچھا ہو تو اچھا اور اگر یہ کمزور اور برا ہو تو پھر اُسی کے مطابق تعامل ہوتا ہے۔ جبکہ آرزو اور تمنا وہ امید ہوتی ہے جو بغیر عمل کے ہوتی ہے اور اس پر قرآن میں وعیدیں آئی ہیں کہ یہی یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے......اللہ رب العزت ہمیں اپنے رب سے متعلق یہی مطلوب حسن ظن عطا فرمائے اور یہ توفیق دے کہ ہم اللہ پر قوی ایمان رکھیں، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کریں گے اور پھر بس اُس کو راضی کرنے والے اعمال میں جُت جائیں اور کسی طور پر بھی غیر اللہ سے خوف کا شکار نہ ہوں۔

یا اللہ!......تو عظیم ہے، تو قادر اور قدیر ہے، تو ہی مالک المُلک ہے......یقیناً قوت و طاقت بس تیری ہی ہے، ہم سیاہ کار ہیں، ہم تیرے بارے میں بہت غلط گمان رکھنے کے مرتکب رہے ہیں، ہمیں اپنے بارے میں بہترین گمان رکھنے کی تُو توفیق دے، ہمیں وہ ایمان دے کہ غیر اللہ کی قوت و سطوت ہمیں حقیر و بے حیثیت نظر آئے چاہے جتنا بھی وہ ظاہر بینوں کو مبہوت کر رہی ہو، یا اللہ! ہمیں ایمان دے، ایمان دے، ایمان دے......بے شک تو ہی ہدایت دینے والا ہے۔

اے اللہ! ملا فضل سمیت اپنے سب ایسے بندوں کی مدد فرما، ان کے ذریعے دین و امت کی نصرت فرما۔ زندگی کی آزمائش ختم نہیں ہوئی ہے، آگے بھی انہیں اسی طرح ایمان و عمل دے، خاتمہ بالخیر عطا فرما، شیخ عبد الکریم سمیت سب ہمارے قیدی بھائی اور بہنوں کو رہائی دیجیے! اپنے کلمے کو سربلند کر یارب!......یا اللہ! وہ سر ہمیں دیجیے کہ جو تیرے سوا کسی کے سامنے نہ جھکتے ہوں، وہ دل دیجیے کہ جس میں بس تیری محبت ہو، تیری عظمت ہو، تیری جنتوں کی چاہت ہو اور اس حقیر و غلیظ دنیا کی آلائشوں سے جو پاک ہوں، ہماری مدد فرما اور ہمیں اپنے لیے خالص کیجیے یارب، تو ہی ہر چیز پر قادر ہے، آمین یارب العالمین!

بقیہ: یاد دہانی کا شکریہ...... مسز کرنل!

ہمیں ان جرنیلوں سے اس ملک کو آزاد کرانا ہو گا۔ اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہو گا جو انگریز لایا تھا جو آج تک اس ظالم فوج کی وجہ سے ہم پر مسلط ہے۔ اپنی آزادی کے لیے، اپنے اسلاف کی قربانیوں کے بچانے کے لیے جو اسلامی نظام کے لیے دی گئیں، اپنے دین کے لیے اور اپنی آنے والے نسلوں کی دینی بقا کے لیے ہمیں ان کفار کے غلاموں سے، ان ظالم جرنیلوں اور خفیہ ایجنسیوں اور ان کے محافظوں سے جہاد کرنا ہو گا!

امارتِ اسلامیہ ایک منظم عسکری قوت ہے!

جلال الدین حسن یوسف زئی

امارت اسلامیہ افغانستان کی سرزمین پر جہادی معرکے، ماضی کی مانند اس سال بھی ماہِ رمضان میں سرد نہیں پڑے بلکہ پہلے سے زیادہ خوب زور و شور کے ساتھ جاری رہے۔ کابل انتظامیہ کی طرف سے رمضان المبارک کے مہینے کو آڑ بنا کر جنگ بندی کا مطالبہ کر کے اپنی جانوں کو بچانے کی بھرپور کوشش کی گئی لیکن امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے جہادی ضربیں لگا کر دشمن پر یہ بات واضح کر دی کہ یہ مبارک مہینہ شہر القتال والفتوحات ہے۔ ہمارے اسلاف نے اس مبارک مہینے میں کفار کے ساتھ جہاد کر کے فتح پائی ہے اور ہم بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل کر اس سرزمین سے تمہارے وجود کو پاک کر دیں گے، ان شاء اللہ!

۲۷ رمضان المبارک، نمازِ فجر کے ایک گھنٹے بعد صوبہ غزنی کا مرکزی شہر اور اس سے ملحقہ علاقے ایک زوردار دھماکے سے گونج اُٹھے، صوبہ قندھار سے تعلق رکھنے والے فدائی مجاہد نے بارود سے بھری ہموی گاڑی سے استخبارات کے مرکز پر حملہ کر کے پچپن (۵۵) فوجیوں کو جہنم واصل کر کے مومنین کے دلوں کو فرحت بخشی، وللہ الحمد!

یاد رہے یہ استخبارات کی وہی خاص بریگیڈ ہے جو رات گئے مسلمانوں کے گھروں پر چھاپے مار کر معصوم بچوں، خواتین اور بوڑھوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کرتے ہیں۔

اس مبارک کارروائی میں جہاں ایک طرف دشمن کو ہزیمت زدہ دیکھ کر خوشی ہوئی تو دوسری طرف فدائی مجاہد پر بھی رشک آنے لگا جس نے رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں اس فانی دنیا میں سحری کرتے ہوئے روزے کا آغاز کیا اور افطار دو ڈھائی گھنٹے ہی بعد اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ کے ہاں عرش کے سائے تلے لٹکی ہوئے قندیلوں میں کیا۔ یقیناً ایسی ہی شہادت قابلِ رشک ہے اور ایسی ہی ہستیوں کے بارے میں عربی زبان کے وہ اشعار یاد آ گئے جنہیں یمن سے تعلق رکھنے والے مجاہد بھائی شہید خولان شوقی البعدانی رحمہ اللہ نے اپنی خوبصورت آواز میں پڑھا اور گنگنایا۔

رجال فی سبیل الله سارو

ایسے رجال جو اللہ کے راستے میں چلے

الی نیل الشهادة يتمحون

جو شہادت پانے تک اپنے آپ کو کھپاتے رہے

يذود عن حياض الدين دفعاً

دین کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے

وطلباً فی القتال الكافرون

کافروں سے قتال کی طلب میں

رجال في سبيل الله جادو

ایسے رجال جنہوں نے اللہ کے راستے میں وہ کچھ کھپا دیا

بما ملكو وراحو يبذلون

جس کے وہ مالک تھے اور جو ان کے پاس تھا

ولم تغررهم الدنيا بقمر

ان کو دنیا کی خوبصورتی نے اپنے دھوکے میں نہ ڈالا

ولافتنو بمال او بنون

اور نہ ہی وہ مال اور اولاد کے فتنے میں پڑے

رجال عاهد المولا فصدقو

ایسے رجال جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ وعدہ کیا تو اس کو سچا کر دکھایا

فنالو ما تمنوا يرزقون

پس انہوں نے وہ پالیا جس کی انہوں نے تمنا کی

بجنات الخلود بجوف طير يروح في النعيم ويسرحو

وہ ہمیشہ والی جنتوں میں پرندوں کے جوف میں گھومتے پھرتے ہیں

اللہ تعالیٰ فدائی مجاہد کی شہادت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی ایسی ہی شہادت سے نوازیں جس کے سبب دشمنانِ دین ہزیمت زدہ اور مومنین خوش ہو، آمین!

پھر عید الفطر کی مناسبت سے عالی قدر امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخوندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام نشر ہوا اس پیغام میں سیاسی، عسکری اور اجتماعیت کے موضوعات پر امارت اسلامیہ کا موقف پیش کیا گیا، امیر المومنین کا پیغام جو کہ ہر سال عید کی مناسبت سے نشر ہوتا ہے جس کو میڈیا کے علاوہ عوامی سطح پر بھی اہمیت دی جاتی ہے اور ملک کے تمام صوبوں، علاقوں، گاؤں، مساجد، تعلیمی اداروں اور عوامی اجتماعات میں اس کی تقسیم ہوتی ہے۔

عالی قدر امیر المومنین نے اپنے بیان میں ذکر کیا کہ ہمارا جہاد اور قربانیاں افغانستان کی سرزمین پر اسلامی نظام کے قیام کے لیے ہیں لہٰذا تمام مجاہدین سے گزارش ہے کہ اپنے اصل ہدف کی طرف متوجہ ہو جائیں، اپنی صفوں اور قوت کو پہلے سے زیادہ منظم کریں۔

اسی طرح آپ حفظہ اللہ نے افغانستان کے علمائے کرام، اساتذۂ کرام، مصنفین، شاعر، تجزیہ نگار اور ملک کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والے شخصیات کو اُن اہم امور کی طرف توجہ دلائی جس کی بدولت افغانستان کے عوام اسلامی نظام کے سائے تلے زندگی گزار سکیں اور ایسے افعال سے اپنی قوم و ملت کو بچا سکیں جس سے خیر کے بجائے شر کے دروازیں کھل رہے ہو۔

اسی طرح امیر المومنین حفظہ اللہ نے امریکی فوجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو بھی اجازت نہ دو کہ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان کیے ہوئے معاہدے کو رکاوٹ اور ناکامی کا شکار

بنائے۔ معاہدے کی شقوں میں ہر بات واضح طور پر لکھی گئی ہے جو دونوں ممالک کے فوائد اور مشکلات کے حل کے لیے راستہ ہموار کر رہی ہے، لہٰذا ان شقوں پر باقاعدہ عمل کیا جائے، پس آؤ اس معاہدے کی تعمیل میں آگے بڑھیں تاکہ تمہارے افواج کی انخلاء اور افغانستان میں صلح اور امن کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔

آپ حفظہ اللہ نے کورونا وائرس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح کی وبائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر اس وقت مسلط کی جاتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے دین و شریعت کی خلاف ورزی اوج تک پہنچ جائے، ہمیں چاہیے کہ اللہ کے حضور اپنی گناہوں کی مغفرت مانگیں، اپنے اعمال پر غور و فکر کریں، اللہ رب العزت کے احکام کی تعمیل کریں اور اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے سائے تلے لائیں، تاکہ اس ہلاک کرنے والے عذاب و ابتلا سے ہماری جانیں محفوظ ہو سکیں۔

اس وبا کی بابت امارت اسلامیہ کے مسئولِ صحت کو ہدایات دی گئی ہیں تاکہ وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے اپنے عوام کو طبعی سہولیات فراہم کریں۔ اسی طرح آپ نے عالمی ادارۂ صحت پر بھی زور ڈالا کہ وہ اس موقع پر ہمارے ملک کے عوام کے ساتھ مدد کریں اور انہیں طبی وسائل و سہولیات فراہم کریں۔

اسی طرح امیر المومنین حفظہ اللہ نے دشمن کی صفوں میں موجود افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مخالف صف میں کھڑے افراد اگر مخالفت سے پیچھے ہو جائیں تو ہماری طرف سے ان کو عمومی معافی کا اعلان ہے، سب کو چاہیے کہ اس عمومی معافی سے فائدہ اٹھا کر ہماری مخالفت سے پیچھے ہٹ جائیں اور اپنے ملک میں صلح اور اسلامی نظام کی حاکمیت کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں جس کے قیام کے لیے سینکڑوں افغانی شہید و زخمی ہوئے، بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوئی۔

امیر المومنین حفظہ اللہ کے اسی فرمان سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دشمن کے کئی اہلکار کابل انتظامیہ کے صف سے نکل کر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ شامل ہوگئے۔ پچھلے ہفتے افغانستان کے صوبہ فراہ، لغمان، بلخ اور بغلان میں ڈیڑھ سو سے زائد فوجی، پولیس، اربکی اور کابل انتظامیہ کے باقی اہلکار مجاہدین کے ساتھ شامل ہوگئے۔ امارت اسلامیہ نے ماضی کی مانند ان اہلکاروں کے اس اقدام کو سراہا، ان کو خوش آمدید کہا اور امن کے ساتھ زندگی گزارنے میں ان کے لیے آسانی فراہم کی۔ یہ بہت خوشی کا مقام ہے کہ امریکہ کے ڈالروں کے عوض تربیت پانے والے یہ اہلکار اصل حقائق کو جانتے ہوئے پرایوں کے اہداف کی خاطر اپنے مسلمان بھائی کے قتل اور اس پر ظلم کرنے سے اپنے ہاتھوں کو پیچھے کر رہے ہیں اور اسی عمل کو اختیار کرتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کو رسوائی سے بچا رہے ہیں۔

کابل انتظامیہ کے اہلکار یہ بات جان لیں کہ جن کی خاطر تم لوگ اپنے مسلمان بھائی اور باپ کو قتل کر رہے ہو وہ پسپائی کی حالت میں ہیں، ایسے میں تمہیں چاہیے کہ اپنی خواہش نفس اور ہوس کے بجائے عقل سے کام لیں، امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ان اہلکاروں کے لیے اپنے سینوں کو کھول کے رکھا ہے اور جب بھی یہ افراد تسلیم ہوں گے تو ان کا بہادروں کی طرح استقبال کیا جائے گا۔

کابل انتظامیہ اپنی جانوں کو بچانے کی خاطر ہر دم ان کوششوں میں پیاسا پھرتا ہے کہ کسی طرح طالبان کو جنگ بندی پر امادہ کیا جائے، جونہی عید الفطر سے ایک دن قبل امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کی طرف سے جنگ بندی کے حوالے سے اعلامیہ نشر ہوا جس میں انہوں نے فرمایا:

> ”اس مقصد کی خاطر تاکہ عوام الناس عید الفطر آرام و سکون کے ساتھ منا سکیں، امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو امیر المومنین کی طرف سے ہدایت ہے کہ عید الفطر کے تین دنوں میں عوام الناس کی حفاظت کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کی جائیں اور کسی بھی جگہ دشمن کے مراکز پر حملے نہ کیے جائیں، البتہ دشمن کی طرف سے حملہ ہو تو اس حملے کا منہ توڑ جواب دے کر دفاع کیا جائے، اس موقع پر سب مجاہدین باخبر ہوں کہ کسی کو بھی اجازت نہیں کہ وہ دشمن کے علاقوں میں جائیں اور نہ ہی دشمن کو یہ اجازت ہے کہ وہ مجاہدین کے زیرِ حکومت علاقوں میں قدم رکھے۔ عوام الناس کو ہر ممکن کوشش کرکے راحت مہیا کی جائے تاکہ وہ عید کی خوشیوں کو آسانی کے ساتھ منا سکیں، ان کی حفاظت کی خاطر اہم اقدام اُٹھائیں، شہدا اور قیدیوں کے گھرانوں کا خیال رکھا جائے اور ہر قدم پر اپنے پاکیزہ اہداف کی طرف متوجہ رہیں۔ آپ سب کو عید مبارک ہو۔
>
> والسلام
>
> امارت اسلامیہ افغانستان

کابل انتظامیہ کا سربراہ اشرف غنی جیسے پہلے سے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے یہ اعلان سنتے ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ ہمارے طرف سے بھی تین روزہ جنگ بندی ہے اور اس عرصے میں دو ہزار طالبان قیدیوں کو رہا کیا جائے گا۔ یہ امارت اسلامیہ کی حکمت و بصیرت ہے اور جنگی حکمت عملی ہے جس کی بدولت انہوں نے ایک چھوٹے اقدام سے زیادہ فوائد سمیٹے جس میں مجاہد قیدیوں کی رہائی اور فوج، پولیس اور اربکیوں کا تسلیم ہونا ہے۔

اب نظر ڈالتے ہیں دشمن کی طرف سے کیے گئے امارت اسلامیہ کے خلاف بعض پروپیگنڈوں پر، سب سے پہلے دشمن نے یہ بات مشہور کر دی کے امیر المومنین اور شوریٰ کے ارکان کورونا وائرس کا شکار ہو گئے ہیں۔ اس جھوٹی خبر کے منظر عام پر آتے ساتھ ہی امارت اسلامیہ نے اس کی تردید کی۔

اس کے بعد اس خبر کو اچھالا گیا کہ طالبان کی تحریک ایک منظم تحریک نہیں بلکہ اس میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو لڑائی چاہتا اور معاہدے اور مذاکرات کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں نیز اس طرح کی خبریں بھی افغان میڈیا نے مشہور کی کہ اس گروہ کا نام حزب ولایت ہے اور ان

کا مقصد ہے کہ امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ کو امارت سے ہٹا کر فرزندِ امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ، جنابِ مولوی یعقوب کو امارت سونپ دی جائے۔ میڈیا پر یہی خبریں گردش کر رہی تھی کہ امارت اسلامیہ کے رسمیی میڈیا ادارے الہجرہ سے ایک ویڈیو منظر عام پر آئی جس کا نام ہے "فاتح ځواک" (یعنی فاتح فوج) اس ویڈیو نے دشمن کے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا جو کچھ دنوں سے میڈیا میں زور و شور سے گردش کر رہا تھا، آیئے اس ویڈیو کا جائزہ لیتے ہیں۔

ویڈیو کے آغاز میں اعداد کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ ایک مجاہد کے لیے اعداد یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیاری کتنی اہمیت رکھتا ہے اور یہی اعداد ہے جس کے ذریعے دشمن مجاہدین سے خوفزدہ رہتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے کتراتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جس مسلمان قوم نے بھی جہاد فی سبیل اللہ اور اعداد کو چھوڑ دیا وہ ذلت اور تباہی کے اندھیروں میں بھٹکتی پھرتی رہی اور کفار ان پر غالب آ گئے۔ پس یہ جہاد فی سبیل اللہ اور اعداد ہی ہے جس کے ذریعے آج وقت کی سپر پاور امریکہ افغان مجاہد ملت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو کر پسپائی کی حالت میں ہے اور اس تیزی سے پسپائی کر رہی ہے کہ جو تعداد اس نے چار مہینوں میں کم کرنی تھی یعنی آٹھ ہزار چار سو تک لانی تھی وہ تعداد امریکہ نے دو مہینوں میں کم کر دی۔ اس ویڈیو میں امارت اسلامیہ نے اپنی منظم فوجی قوت کو پریڈ اور اعداد کرتے ہوئے دکھایا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب ملا عبد الغنی برادر حفظہ اللہ، الحاج خلیفہ سراج الدین حقانی اور مولوی محمد یعقوب مجاہد حفظہم اللہ کی تقاریر بھی نشر کی ہیں جو انہوں نے الفاتح معسکر میں فدائی مجاہدین کے سامنے کی تھیں۔ جن بیانات کے ذریعے عوام الناس اور پوری دنیا کے مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ امارت اسلامیہ ایک منظم قوت ہے۔ ان کی سیاسی و عسکری قوت میں کوئی بھی اختلاف نہیں بلکہ سب کا مقصدِ اصلی افغانستان کی سرزمین سے امریکی افواج کا انخلا اور شریعت کا قیام ہے۔ آیئے امارت اسلامیہ کے سیاسی و عسکری مسئولین کے بیانات پڑھتے ہیں کہ ان کی نظر میں امارت اسلامیہ کیا ہے؟

الحاج ملا عبد الغنی برادر حفظہ اللہ (امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب اور سیاسی دفتر کے مسؤل) نے فرمایا:

> "امارت اسلامیہ افغانستان ایک منظم سیاسی و عسکری قوت ہے۔ امارت اسلامیہ کی یہی فوجی قوت آئندہ کے لیے پورے افغانستان کی ایک مضبوط عسکری قوت ہو گی، یہی قوت اپنے دین، عقیدے اور اپنی زمین کا جیسا کہ ابھی دفاع کر رہی ہے آئندہ بھی کرے گی۔ اپنے ملک میں صلح، امن اور اسلامی نظام کے استحکام کے لیے کام کرے گی اور اپنے مسلمان عوام کی خدمت کرے گی۔ امارت اسلامی کی عسکری قوت سب افغانوں کی عسکری قوت ہے، یہ عسکری قوت ساری افغان قوم کی سچی، آزاد، دینی عقیدے سے مزین اور اپنی زمین کے لیے وفادار فوج ہے۔"

الحاج خلیفہ ملا سراج الدین حقانی حفظہ اللہ (نائب امیر امارت اسلامیہ):

> "الحمد للہ ثم الحمد للہ، میں جب بھی امارت اسلامیہ افغانستان کی عسکری قوت کو دیکھتا ہوں، تو مجھے حیرانگی ہوتی ہے، اس کا ہر ایک مجاہد ایک بطل ہے، ہر ایک مجاہد ایک عسکری مسئول ہے، اِن کی جنگی مہارت اعلیٰ ہے، الحمد للہ امارت اسلامیہ کی فوجی تشکیلات بہت منظم ہیں، اس میں مختلف کتیبے (بریگیڈیں) ہیں، جو انتہائی سرعت کے ساتھ دشمن پر حملہ کرتی ہیں اور ہر قسم کے خطرے کے ساتھ چوبیس گھنٹے نمٹنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ الحمد للہ امارت اسلامیہ جہادی بریگیڈوں کو خاص توجہ دیتی ہیں، مجاہدین کی عسکری تربیت کی طرف بھی متوجہ ہے اور فوجی وسائل کی مضبوطی کی طرف بھی متوجہ ہے اور اس معاملے میں کسی بھی فرصت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ ہم مسائل کا حل مذاکرات کے راستے سے چاہتے ہیں، نبی ﷺ کی شرعی سیاست ہمارے جہاد کا راستہ ہے، لیکن سیاست و مذاکرات سے کوئی یہ مطلب نہ لے کہ ہم اپنے جہادی مقاصد و عسکری قوت کی تقویت و پیش قدمی سے غافل ہو جائیں گے۔ ہم سب مجاہدین کو اور فدائین جو اعداد سے فارغ ہوئے ہیں مبارک باد دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ سب کو اصل معنوں میں اسلام کے حقیقی ابطال بنائے، آمین!"

مولوی محمد یعقوب مجاہد حفظہ اللہ (فرزندِ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، امارت اسلامیہ کے نائب ثانی اور امیر الحرب):

> "الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد!
>
> ہماری فوجی قوت ایک مستقل اور آزاد فوجی قوت ہے، اعلیٰ اسلامی اور ملی تربیت سے مزین ہے، الحمد للہ آئے روز ہمارے جہادی لشکر پہلے سے زیادہ منظم اور مضبوط ہو رہے ہیں، کم وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے بڑے جہادی مقاصد کو کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ ہم اللہ رب العزت کی مدد و نصرت کے سہارے ہر ممکن کوشش کریں گے کہ امارت اسلامیہ کی جہادی و فوجی قوت کو پہلے سے زیادہ منظم کریں اور اس جہادی لشکر کو اس حد تک مضبوط بنائیں تاکہ دشمن صرف دیکھنے سے مرعوب ہو جائے اور کبھی بھی ہماری پاکیزہ سرزمین پر حملہ کرنے کے لیے اپنے دلوں میں خیال بھی نہ لائے، ان شاء اللہ تعالیٰ!
>
> اپنے مجاہد بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ، دیانت، نیت کی اصلاح اور اپنے اعمال کے محاسبے کو اپنی عادت بنائیں۔ بنیان المرصوص کی مانند ایک سیسہ پلائی دیوار بن جائیں، امیر کی اطاعت میں اپنی قوت کو پہلے سے زیادہ منظم کریں۔ ہمارے لاکھوں شہدا کی آرزوئیں (باقی صفحہ نمبر 104 پر)

اس حمام میں سب ہی......

استاد احمد فاروق شہید علیہ الرحمہ

میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ بچپن میں جب وہ سکول میں پڑھتا تھا تو ایک دن اسمبلی کے دوران سکول کے پرنسپل نے آکر اعلان کیا کہ پاکستان کرپشن میں دوسرے نمبر پر آگیا ہے۔ یہ سن کر سب بچے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ بے چارے بچوں نے یہی سمجھا کہ یہ ''کرپشن'' بھی شاید کرکٹ یا ہاکی کی نسل کا کوئی کھیل ہو گا جس میں پاکستان سب کو پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ دراصل نظامِ تعلیم میں بھی تو اتنی کرپشن ہے کہ ان بچوں کو انگریزی میڈیم میں پڑھنے کے باوجود ''کرپشن'' کا مطلب نہیں پتہ چل سکا۔

آج اس واقعے کو کئی سال گزر جانے کے بعد بھی کرپشن کے کھیل میں پاکستان ہر سال دنیا کے اکثر ممالک کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ حکومت کسی بھی پارٹی کی ہو...... جمہوری دور چل رہا ہو یا فوجی...... ہر حال میں پاکستان کرپشن وبد عنوانی میں سرِ فہرست ہی نظر آتا ہے۔ عموماً جب ہمارے ملک میں کرپشن کی بات کی جاتی ہے تو وہ صرف سیاست دانوں ہی کے پس منظر میں ہوتی ہے۔ کالم نگار، اینکر پرسن، تجزیہ نگار حتیٰ کہ ملک کی عدلیہ، سبھی سیاست دانوں کی کرپشن کا رونا روتے ہیں۔ سیاست دانوں کے بدعنوان ہونے سے تو یقیناً کسی طور بھی انکار ممکن نہیں۔ ہمارے ملک کی سیاست تو کھڑی ہی رشوت ستانی اور مالی خورد برد پر ہے۔

لیکن جہاں سیاست دانوں کی کرپشن کا رونا رونا بجا ہے، وہیں اس کرپشن کو محض انہی تک محدود سمجھنا بھی ایک سنگین غلط فہمی ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ کرپشن کے معاملے میں ہماری فوج سیاست دانوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سیاست دان عموماً ذرا نچلی سطح کی اور بھونڈے طرز کی کرپشن بھونڈے انداز سے کرتے ہیں جس کے سبب وہ کئی بار پکڑے بھی جاتے ہیں، جب کہ فوجی افسران اور بالخصوص جرنیل طبقہ، ایک منظم طریقۂ کار سے، نہایت سلیقے کے ساتھ، ایک ہوش ربا حد تک بڑے پیمانے پر کرپشن کرتا ہے، جس کا اوّل تو کسی کے علم میں آنا ہی بہت مشکل ہو تا ہے؛ اور اگر کسی کے علم میں آ ہی جائے تو اس پر ہاتھ ڈالنا تو پھر بھی ناممکن رہتا ہے۔ کیونکہ آج بھی ایک فوجی پر ہاتھ ڈالنے اور ایک سویلین پر ہاتھ ڈالنے میں اتنا ہی فرق ہے جتنا قیامِ پاکستان سے قبل ایک فرنگی پر ہاتھ ڈالنے اور ایک ہندوستانی پر ہاتھ ڈالنے میں تھا۔

کچھ عرصہ قبل ذرائع ابلاغ میں آنے والی ایک خبر کو ہی اٹھالیں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ ہر سال ملک کا آڈیٹر جنرل (یہ فوج والا جنرل نہیں ہے بلکہ ایک سویلین منصب ہے) مختلف سرکاری اداروں کے مالی حسابات کا جائزہ لے کر ان میں ہونے والی بے ضابطگیوں کی رپورٹ شائع کرتا ہے۔ پچھلے سال (۲۰۱۲ء) بھی اس نے رپورٹ شائع کی جس سے پتہ چلا کہ صرف ایک سال کے اندر پاکستانی برّی فوج نے مالی معاملات میں 56 ارب 45 کروڑ روپے کی مالی بے قاعدگیاں کی ہیں۔ جی ہاں! چھپن ارب پینتالیس کروڑ روپے! اس قسم کی رپورٹ کوئی پہلی بار جاری نہیں ہو رہی، بلکہ ہر سال ہی ایسے ہوش ربا اعداد و شمار پر مشتمل رپورٹ جاری ہوتی ہے، لیکن اس ملک میں عدل و انصاف کا نظام کہاں ہے، حقیقی احتساب کہاں ہے، کہ کوئی فوجی جرنیلوں سے سوال کرنے کی جرأت کر سکے کہ بابا! لوٹ مار کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ لوگوں کے پاس کھانا پکانے کے لیے گیس نہیں اور بڑے بڑے شہروں میں لوگ لکڑی پر یا گیس کے سلنڈر پر کھانا پکا رہے ہیں، بجلی ہے کہ جاتی زیادہ اور آتی کم ہے، عوام کے پاس آٹا، چینی، چاول خریدنے کی سکت باقی نہیں بچی، دکانداروں کی دکانیں ویران پڑی ہیں، صنعتیں بند ہو رہی ہیں، قومی ادارے مقروض ہیں، اور دوسری طرف بیرونی دشمن سے ملک کے دفاع پر مامور فوج ملک کو اندر ہی اندر سے معاشی طور پر کھوکھلا کیے جا رہی ہے! عوام بھوکوں مر رہے ہیں، لیکن جرنیلوں کے فارم ہاؤسز، پلاٹوں، بنگلوں، بیرونی دوروں، مراعات، وغیرہ میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے، فوجی چھاؤنیوں میں تفریحی پارکوں، سکواش اور بیڈ منٹن کے کورٹ اور سوئمنگ پُولوں کی تعمیر جیسے اہم پراجیکٹ ابھی بھی جاری ہیں، جرنیلوں کے لیے نئے نئے گالف کلبز کی تیاری اور پرانوں کی دیکھ بھال پر خطیر رقوم آج بھی خرچ کی جا رہی ہیں۔

عوام کا منہ بند کرانے کے لیے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ روز روز دھماکے کرنے والوں نے ملکی معیشت کی کمر توڑ دی ہے، یہ سب دہشت گردوں کا کیا دھرا ہے...... لیکن اس کا ذکر تو آئی ایس پی آر کے کسی ترجمان کے منہ سے کبھی سننے کو نہیں ملتا کہ ان 'دہشت گردوں' وغیرہ کے وجود میں بھی آنے سے قبل وہ کون تھے جنہوں نے ملکی خزانے لوٹے تھے؟ جنہوں نے دفاع کے نام پر لیے جانے والے بجٹ کو اپنے گھروں کی تزئین و آرائش، اپنی گاڑیوں کے قافلے کی دیکھ بھال، اپنے عالی شان میسوں میں کی جانے والی دعوتوں کے اہتمامات، اپنی بیگمات کے (بغرضِ شاپنگ) غیر ملکی دورہ جات پر خرچ کیا تھا اور بدستور کر رہے ہیں؟ دنیا میں کتنی افواج ایسی ہیں جن کے اپنے ڈیری فارم ہیں؟ اپنے پھلوں کے باغات ہیں؟ اپنی بیکریاں اور جوتا ساز فیکٹریاں ہیں؟ اپنی دلیہ بنانے، پھلیاں بنانے، جوس بنانے کی صنعتیں ہیں؟ اپنی مسافر جہازوں کی کمپنیاں ہیں؟ اپنے ٹرانسپورٹ کے ٹرکوں کی کمپنیاں ہیں؟ اپنے پراپرٹی کے کاروبار ہیں؟ اپنے تجارتی پلازے ہیں؟ اپنی یونیورسٹیاں اور اپنے سکولوں کی لامتناہی شاخیں ہیں؟ یقین نہ آئے تو تجزیہ نگار و مصنفہ عائشہ صدیقہ کی کتاب ''ملٹری انکارپوریٹڈ'' پر ایک سرسری نگاہ ڈال لیں، سب سمجھ آجائے گا۔ کیا اس ملک کا کوئی خیر خواہ یہ سب دیکھ کر چپ رہ سکتا ہے؟ کون احمق ایسے سہولت پسند، عیش کوش، عیاش جرنیلوں پر اپنے ملک کا دفاع چھوڑ کر خود آرام کی نیند سو سکتا ہے۔ عوام تو تب آرام سے سوئیں گے جب ان کی سرحدوں کے رکھوالے جاگ

رہے ہوں، لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ امریکہ کے ہیلی کاپٹر ایبٹ آباد تک آ کر کارروائی کر کے چلے بھی گئے اور فوج کو (بظاہر) خبر تک نہ ہوئی۔

خبر ہوتی بھی کیسے؟ انہیں اپنی پراپرٹی سنبھالنے اور اپنے اثاثے سوئس بنکوں میں منتقل کرنے سے فرصت ملتی تو وہ اس طرف توجہ دیتے ناں!

خوب سمجھ لیجیے! مسئلہ صرف سیاست دانوں کا نہیں......اس حمام میں سب ہی......!

بقیہ: امارتِ اسلامیہ ایک منظم عسکری قوت ہے!

آپ کے اچھے اعداد (تیاری) اور منظم ہونے سے جڑی ہوئی ہیں۔ آپ اپنے دین و وطن کے دفاع کی خاطر دشمن کے سامنے پہلی صف میں کھڑے ہیں لہٰذا مستقبل میں آنے والی بھاری مسئولیت کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔ ہماری مسلمان عوام آپ پر فخر کرتے ہیں، اپنے عقیدے اور وطن کے دفاع کی خاطر ہر لحظہ قربانی کے لیے تیار رہیں، اپنی عوام کے ساتھ محبت کریں اور ہمیشہ کے لیے اپنے عقیدے، اپنے وطن اور عوام کے ساتھ وفاداری نبھائیں۔

میں ہر اس فدائی مجاہد کو، جو عسکری تربیت سے فارغ ہوا ہے مبارک باد دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کا یہ اعداد اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور امارت اسلامیہ کے لیے فتح اور سرخروئی کا ذریعہ بنائے، آمین!"

یہ تھی وہ ویڈیو جس کو دیکھنے والا اندازہ کر سکتا ہے کہ امارت اسلامیہ ایک منظم قوت ہے اور اس ویڈیو سے زیادہ امارت اسلامیہ کی سرزمین پر موجود افراد کو اس سے بھی بڑھ کر معلوم ہے کہ امارت اسلامیہ کیا ہے! یہ ایک منظم قوت ہے جس میں اختلاف کا کوئی نشان ہی نہیں، یہاں امیر المومنین کا امر مسئول سے لے کر ایک عام مجاہد بھی سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتا، بلاشبہ یہی صفات ہیں جس کی بدولت آج یہ قوم فاتح بن کر ابھری ہے۔ کفار اور منافقین جان لیں کہ تم جس نور کو بجھانے کی خاطر پھونکیں مار رہے ہو وہ نور صرف افغانستان نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیلے گا، تمہارے مکر تمہیں پر واپس پلٹیں گے اور عنقریب صرف افغانستان نہیں بلکہ پوری دنیا میں ظالموں کو زنجیروں میں جکڑا جائے گا اور ان سے ہر مظلوم پر ظلم کا انتقام لیا جائے گا۔

یا اللہ امارت اسلامیہ افغانستان اور پوری دنیا کے مجاہدین کی نصرت فرما اور انہی مجاہدین کے ذریعے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام عمل میں لا، جس خلافت کو دیکھنے کے لیے میری اُمت کی آنکھیں ترس رہی ہیں۔

★★★★★

گوشۂ افکارِ شاعرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ

سنیما

وہی بت فروشی، وہی بت گری ہے
سنیما ہے یا صنعتِ آزری ہے

وہ صنعت نہ تھی، شیوۂ کافری تھا
یہ صنعت نہیں، شیوۂ ساحری ہے

وہ مذہب تھا اقوامِ عہدِ کہن کا
یہ تہذیبِ حاضر کی سوداگری ہے

وہ دنیا کی مٹی، یہ دوزخ کی مٹی
وہ بت خانہ خاکی، یہ خاکستری ہے

'بالِ جبریل' میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے بلیغ انداز میں فرماتے ہیں کہ عصرِ حاضر کا سنیما، آج کا یہ میڈیا، یہ اخبارات و ابلاغیات کا طوفان...... محض 'آزر کا پراڈکشن ہاؤس' ہے۔ یہ آج کا میڈیائی طوفان آزر کی بت گری اور آزر کی بت فروشی ہے۔ پھر اس دعوے کے بعد کہتے ہیں کہ آزر جس کا معمار و منتظم تھا وہ کوئی 'فن'، کوئی 'آرٹ'، کوئی 'صنعت' نہیں تھی بلکہ کفر و شرک تھا اور یہ آج کی دنیا میں جو فن و آرٹ اور میڈیا و سنیما کے نام پر طوفانِ بدتمیزی برپا ہے؛ اس کی اصلیت محض جادوگری ہے کہ اس جادوگری سے نئے معبودانِ باطلہ تخلیق کر کے انسانیت کو پوجنے کے لیے پیش کر دیے گئے ہیں۔ آزر جن بتوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر پوجتا اور اس کی ساری قوم جن بتوں کو پوجتی تھی وہ پچھلے زمانے کا مذہبِ ضلالت تھا، دینِ باطل تھا اور آج کے جدید نظریات جو انکارِ خدا پر مبنی ہیں؛ سیکولرازم، ہیومن ازم، کیپٹل ازم، جمہوریت وغیرہ اور ان کی نام نہاد تخلیق کردہ تہذیبِ جدید؛ اس کو بیچنے کا نام میڈیا و سنیما ہے۔

آزر و ابوجہل کے تراشیدہ لات و منات تو دنیا کی مٹی تھے جبکہ 'تہذیبِ جدید' کو بیچنے اور اس کو ترویج دینے والا میڈیا و سنیما، اس کو چلانے والے اور جن کے نظریات کے یہ پرچارک ہیں...... کفر و شرک اور اللہ سے جنگ کے جرائم کے سبب جہنم میں جانے والے ہیں اور اللہ نہ کرے لیکن اگر کسی نے اپنا پیشوا و امام اس میڈیا و سنیما کو بنا لیا اور اسی راہِ ہلاکت پر چلتا رہا تو مقتدیوں کا مقدر بھی جہنم ہی کا گڑھا ہو گا۔ پچھلے زمانے کے بت خانے میں مٹی کے بت پوجے جاتے تھے جبکہ آج کے بت خانے میں انسان، اس کی خواہش اور اسی کے تراشیدہ نظام پوجے جا رہے ہیں!

یاد دِہانی کا شکریہ...... مسز کرنل!

عامر سلیم خان

یہ تحریر ایک غیرتِ ایمانی رکھنے والے، افواجِ پاکستان سے وابستہ ایک سکیورٹی آفیسر کی ہے، جنہوں نے ایمان کی پکار پر لبیک کہا اور افواجِ پاکستان کو ترک کر کے کاروانِ جہاد میں شمولیت اختیار کی۔ (ادارہ)

گزشتہ دنوں ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل (viral) ہوئی۔ ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ ایک خاتون جو اپنے آپ کو کرنل کی بیوی بتلاتی ہے، ایک ٹریفک پولیس اہل کار سے انتہائی بد تمیزی سے پیش آکر شاہراہ پر سے بیریئر ہٹا کر وہاں سے گزر جاتی ہے؛ جو اس وقت ٹریفک گزرنے کے لیے بند ہوتی ہے۔ عام عوام کی گاڑیوں کی لمبی قطار لگی ہوتی ہے اور کرنل صاب کی بیوی ٹریفک ڈیوٹی پر مامور اہل کار اور رابطے میں ایک جونیئر کمیشن آفیسر کی بے عزتی بھی (گالی دینے کی صورت میں) کرتی ہے۔

اس ویڈیو پر عوام کا ٹھیک ٹھاک ردِ عمل سامنے میں آیا۔ ردِ عمل کی وجہ سے چیف آف آرمی سٹاف کو جلد ہی ڈسپلنری ایکشن (Disciplinary Action) لینا پڑا۔ اس کے بعد معاملہ ٹھنڈا ہو گیا......رات گئی، بات گئی!

یہ پہلی مرتبہ نہیں کہ پاکستانی فوجی اہل کار یا ان کے افرادِ خانہ کا دوسرے (سویلین / civilian) شعبوں کے افراد سے اس طرح (بدتمیزی کے ساتھ) تعامل رہا ہو[61]۔ تھوڑی تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ کرنل صاب کی بیوی سے پہلے خود کرنل صاب کی بھی ایک ویڈیو منظر عام پر آئی تھی جس میں اس سے بھی زیادہ بدتہذیبی کا معاملہ پولیس اہل کاروں کے ساتھ کرنل صاب کی طرف سے کیا گیا تھا۔ خیر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی خاص فیملی کا مسئلہ ہے لیکن اسی نوعیت کے اتنے سارے واقعات روزانہ کی بنیاد پر پیش آتے ہیں کہ اس بات کا انکار کوئی نہیں کر سکتا کہ مسئلہ عمومی ہے۔ مثال کے طور پر کچھ عرصہ پہلے ہی کی ایک ویڈیو تھی کہ ایک فوجی افسر جو اسلام آباد–پشاور موٹر وے پر اوور سپیڈنگ (تیز رفتاری) کے سبب جب روکا جاتا ہے تو یہ افسر صرف اپنی گاڑی ایک سولین کی طرف سے روکنے پر فوجی سپاہیوں کو بلاتا ہے اور موٹر وے پولیس کے ایک اہل کار کی صحیح پٹائی کرتا ہے، گریبان اور کپڑے پھاڑ دیتا ہے اور gun کے بَٹ سے اس کی پٹائی کرواتا ہے۔

مسئلہ کیا ہے آخر؟

بات یہ ہے کہ پاکستان پر اصل قبضہ جرنیلوں کا ہے اور یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ حکومتی معاملات سے لے کر مذہبی معاملات تک، اجتماعی معاملات سے لے کر ذاتی معاملات تک وطن عزیز میں فوج کا آرڈر چل رہا ہے۔ تمام حکومتی بڑے عہدوں پر فوجی جرنیلوں کا قبضہ ہے۔

چند دنوں سے سوشل میڈیا پر ایک پوسٹر وائرل ہو رہا ہے جس کے مطابق فلاں فلاں شعبے پر فلاں فلاں جرنیل قابض ہے یا ماضی قریب میں رہا ہے، ان میں نام اور عہدے بعض اوپر نیچے ہوسکتے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے۔ اس پوسٹر کا متن کچھ یوں ہے:

حکومتی عہدہ	جرنیل / افسر کا نام
وزیر داخلہ	بریگیڈیئر اعجاز شاہ
سیکرٹری داخلہ	میجر سلیمان اعظم
اٹارنی جنرل	کیپٹن انور منصور خان
آئی جی پنجاب	کیپٹن عارف نواز
چیئرمین سی پیک (CPEC) اتھارٹی	لیفٹیننٹ جنرل عاصم سلیم باجوہ
معاونِ خصوصی برائے اطلاعات	لیفٹیننٹ جنرل عاصم سلیم باجوہ
چیئرمین PIA	ائیر مارشل ارشد محمود
چیئرمین WAPDA	لیفٹیننٹ جنرل مزمل حسین
چیئرمین NDMA[62]	لیفٹیننٹ جنرل محمد افضل
ڈائریکٹر سول ایوی ایشن اتھارٹی	سکواڈرن لیڈر شاہ رخ نصرت
ڈی جی اینٹی نارکو ٹکس فورس	میجر جنرل عارف ملک
ڈائریکٹر ائیر پورٹ سکیورٹی فورس	میجر جنرل ظفر الحق
چیئرمین وزیرِ اعظم ہاؤسنگ اتھارٹی	لیفٹیننٹ جنرل سید انوار علی حیدر
ڈائریکٹر SUPARCO	میجر جنرل قیصر انیس
ڈائریکٹر ERRA اتھارٹی	لیفٹیننٹ جنرل عمر محمود حیات

ہر کوئی جانتا ہے کہ ملکی خزانے کا زیادہ حصّہ دفاعی بجٹ پر لگ جاتا ہے۔ وہ کاروبار (پراپرٹی، بینکس، انڈسٹریز، سکولز، یونیورسٹیز، ہسپتال، تفریحی مقامات وغیرہ) جو فوج کے ہاتھ میں ہیں اور جس سے فوجی طبقہ مستفید ہو رہا ہے وہ اس بجٹ کے علاوہ ہے۔ جو اعلانیہ مراعات (ہوائی جہاز، ٹرین، بس وغیرہ کے سفر میں ہاف ٹکٹ، بچوں کے لیے معیاری تعلیم فری، سرکاری گھر کا ملنا، فوجی ہسپتالوں میں مفت علاج، مختلف تفریحی کلبوں و جم خانوں کی مفت ممبر شپس، مختلف

---

[61] ویسے شاید 'بلَڈی سویلینز / bloody civilians' جانتے ہی ہوں گے کہ فوج میں مشہور ہے کہ ہر آفیسر صاحب کی بیگم صاحبہ (فوجی نظم کے اعتبار سے نہیں، آرڈر دینے کے اعتبار سے) آفیسر سے ایک رینک (درجہ) سینئر ہوتی ہیں، مثلاً شوہر میجر ہے تو بیگم صاحبہ لیفٹیننٹ کرنل اور کرنل صاحب کی بیگم بریگیڈیئر۔ مولانا عطاء المہیمن شاہ صاحبؒ کے بقول 'جتنا بڑے سے بڑا جرنیل ہے ہمارے سامنے ہی بس اتنا بڑا ہے، گھر میں ''رَن'' (بیوی) ایک چھتر مارے تو ''ای ای ای'' کرنے لگتا ہے!'۔

[62] نیشنل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی

الاؤنسز وغیرہ وغیرہ) ہمارے ملک میں فوجیوں کو حاصل ہیں اس کا حساب الگ اور کرنل صاب کی بیگم صاب نے جن غیر اعلانیہ مراعات کے وجود کا اظہار کروایا وہ الگ۔ عوام کو یہ شاہی فوج کتنی مہنگی پڑ رہی ہے یہ ایک الگ مضمون طلب بلکہ کتاب طلب موضوع ہے، لیکن ان سب مراعات کے باوجود، جو ایک غریب قوم اپنی اس 'وائٹ کالر' فوج کے لیے انتہائی محنت کے بعد ٹیکسوں کی صورت میں پورا کرتی ہے ......اس فوج کا رویہ اس عوام کے ساتھ جو اس کو پال رہی کیا ہے؟ اس ایک ویڈیو میں ہی اس کا جواب موجود ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے اور کب تک رہے گا؟ اصل مسئلہ کیا ہے؟

ہم نے وہ کام جو اس فوج کا نہیں تھا اس فوج کے حوالے کیا۔ اس فوج کو ہم نے ۱۹۴۷ء کے بعد ایک غلط کام سپرد کر دیا۔ ہماری فوج کی تاریخ پڑھیے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے چوکیداروں کی ایک فوج کی بنیاد رکھتی ہے۔ وہ فوج جنگِ پلاسی سے لے کر اگلے دو سو سال تک صرف اور صرف مسلمانوں سے لڑتی ہے۔ اس کی تربیت ہی ایسی کی جاتی ہے کہ وہ انگریز کے مفادات کی حفاظت کرے، وہ کسی بھی بغاوت کو جو یہاں کے باشندے (اور ان کے ہم وطن) انگریز کے خلاف کریں، کو بزور قوت کچل دے، جو انگریز کے لیے نئے نئے علاقے فتح کرے، جو انگریز کے لیے اسلامی خلافت (عثمانیہ) سے بھی لڑے، جو انگریز کے لیے اپنے ہی ہم وطنوں کا قتل عام کرے، جس کی بنیاد انگریز نے ڈالی ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو، جس کو بنیادی بات یہ سکھائی گئی ہو کہ یہ جو تمہارے ملک کے لوگ (بلڈی سویلین) ہیں یہ بد تہذیب ہیں اور تمہاری تربیت جو ہم کر رہے ہیں یہ تہذیب کے مطابق ہے۔ ہم نے اس فوج کو، جس کو انگریز نے یہاں کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے لیے اور اس علاقے پر انگریزی قبضے کے لیے بنایا تھا، اس ملک کی حفاظت پر لگا دیا جس کو ہم نے اسلام کے نام پر، اسلامی نظام کے لیے، خالصتاً مسلمانوں کے لیے (دو قومی نظریہ کی بنیاد پر) حاصل کیا تھا۔ ہم نے اسلامی حکومت کے خلاف بنائی ہوئی فوج کو اسلامی حکومت کے لیے حاصل کیے گئے ملک پر محافظ بنا دیا۔ اس فوج کو قوت دی، طاقت دی، وسائل دیے اور مراعات دیں۔ نتیجہ کیا نکلا؟ ۴۸ء، ۶۵ء، ۷۱ء اور کارگل سب کے سامنے ہیں۔ جس کا کام ہی نہیں اور وہ کام اس کو دیا جائے تو پھر نوّے ہزار کی تعداد میں ہندوؤں کے سامنے تسلیم بھی ہوں گے اور بنگلہ دیش بھی بنے گا۔ بھلا یہ فوج کافروں سے لڑنے کے لیے تھوڑا ہی بنی تھی؟ یہ تو مشرف کا شکر یہ کہ اس نے دوبارہ اس فوج کو اپنے اصل کام، اور اپنے اصل مقصد پر لگا دیا جس کے بعد سے فوج آئے روز بلڈی سویلینز (مظلوم عوام) کے خلاف آپریشنز کرتی چلی آ رہی ہے اور تو اور اب تو یہ فوج اپنے کاز (مسلمانوں کا قتل عام کرنا اور طاغوتی نظام کی حفاظت کرنا) کی خاطر مساجد (سوات و قبائل سے لے کر لال مسجد تک) کو بھی بمبار و مسمار کرنے میں نہیں چُوکتی بلکہ جو کام انگریز کے ہوتے ہوئے یہ فوج نہ کر سکی تھی یعنی مسلمان عورتوں کا اغوا اور قتلِ عام وہ بھی یہ فوج عافیہ صدیقی اور جامعہ حفصہ کی طالبات کی صورت میں کر گزری۔

یہ ہے 'جنٹل مین' کا اصل کام اور اس فوج کو دیکھ کر اب منہ سے نکلتا ہے: 'جنٹل مین......اعوذ باللہ!'۔ انگریز نے اس کی بنیاد جس طرح ڈالی، جو تربیت اس نے دی وہی اس فوج کا کام ہے یعنی بلڈی سویلین کے ساتھ دشمنی۔ اسی وجہ سے تو کشمیر پچھلے ۷۳ سالوں سے آزاد نہ ہو سکا (ان کا کام جو نہیں ہے)۔ چاہے ادھر ہندو مشرک تاریخ کا بد ترین ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ چاہے یہ ہر جگہ کشمیر ہمارا ہے کا نعرہ کیوں نہ لگائیں اور اصل میں ان کے ہاتھوں اپنے ہی وزیرستان، مہمند، خیبر، اورکزئی، باجوڑ، سوات، دیر اور بونیر کچھ ہی عرصے میں فتح ہو گئے (فوج کے مطابق گریٹ وکٹری)۔ اگرچہ وہاں کی عوام نے صرف شریعت کی خاطر جدوجہد کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اسے کہتے ہیں جس کا کام اسی کو ساجھے۔

کرنل صاب کی بیگم کا شکریہ کہ انہوں نے ایک بار پھر ہمیں یہ بات سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کہ یہ وطن، یہ ملک صرف اور صرف ان جرنیلوں، ان کرنیلوں کا ہے، ان کی فیملیز کا ہے اور یہاں ذلت کے ساتھ اس سویلین (جیسے کہ وہ ٹریفک پولیس اہل کار جس کی بے عزتی کرنل صاب کی بیوی نے کی اور وہ دیکھتا رہا) کو بھی رہنے کی اجازت ہے جو اس فوج کو آتے جاتے سلیوٹ کرے اور جو ان کی طرح عوام کی بے عزتی کیا کریں جیسا کہ سوات سے لے کر وزیرستان تک چیک پوسٹوں پر مسلمان مرد وخواتین کے ساتھ فوجی، نیم فوجی اہل کاروں و پولیس کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ ہاں جو بلڈی سویلین یہ کرنے سے قاصر ہیں تو وہ محبِ وطن نہیں۔ اگر وہ کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو ان کے لیے خفیہ ٹارچر سیل، جیل اور فوجی عدالتیں ہیں اور اگر بات تھوڑی اور بڑھ گئی تو پھر سڑک پر لاش یا کسی ڈیم یا بیراج کے گیٹ سے کٹے پھٹے جسمانی اعضا کی برآمدگی۔

کرنل کی اہلیہ نے ہمیں عمل سے سمجھایا کہ بظاہر تم نے انگریز سے آزادی حاصل کی ہے لیکن حقیقت میں تم آزاد نہیں۔ تم تو ہمارے (انگریزوں کے غلاموں کے) غلام ہو۔ تم اس فوج کے غلام ہو جو تم پر یہ طاغوتی انگریزی نظام زبردستی مسلط کیے ہوئی ہے۔ تم نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اسلام کے لیے بنائے گئے ملک سے نیٹو کے لیے سپلائی کے کنٹینر گزریں، لیکن ہماری وجہ سے کہ ہم نے ان کی حفاظت کی وہ گزر گئے اور ہمارے جرنیلوں نے فی کنٹینر کمیشن لیا۔ تم غلام ہو، تم نہیں چاہتے تھے کہ قاتل ریمنڈ ڈیوس کو امریکہ کے حوالے کیا جائے لیکن ہم نے کیا۔ تم غلام ہو، تم نہیں چاہتے تھے کہ اسلام کے نام پر بنایا گیا ملک اپنے پڑوسی ملک امارتِ اسلامیہ افغانستان کے خلاف صلیبی لشکر کا اتحادی ہو لیکن ہم فرنٹ لائن اتحادی بنے۔ تم نہیں چاہتے تھے کہ تمہاری بہن عافیہ صدیقی کو امریکہ کو فروخت کر دیا جائے لیکن ہم نے کیا اور تم......کچھ نہ کر سکے تم غلام ہو! شکریہ مسز کرنل آپ نے ہمیں ایک بار پھر یاد دلایا کہ ہم غلام ہیں۔

ہم نے اگر واقعی آزاد ہونا ہے اور اس ملک کو اسلامی بنانا ہے تو میرے محبوب مربی شہید استاد احمد فاروقؒ کے بقول ''ہمیں تو ایک اور جنگِ آزادی سے گزرنا ہو گا، خون کا ایک اور دریا پار کرنا ہو گا''۔ (باقی صفحہ نمبر 99 پر)

میرا جہادی سفر

محمد یعقوب کشمیری

قافلۂ شریعت یا شہادت سے تعلق رکھنے والے ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا جہادی سفر (سلمہٗ اللہ)۔ (ادارہ)

عام زندگی...... دنیا میں مشغول...... نہ دنیا کی فکر نہ آخرت کا غم...... یہ بات ہے اس وقت کی جب میں سکول میں پڑھتا تھا۔ دن بھر سکول اور شام کو دینی درسگاہ میں قرآنی قاعدہ اور عمّ پارہ کی تعلیم حاصل کرتا۔ استاد بھی عمومی رواج کے مطابق ہی پڑھاتے تھے، انہوں نے خود بھی اسی طرح درسگاہوں سے پڑھا تھا اور یہ سلسلہ اسی طرح نسل در نسل جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے کہ انہوں نے ہماری دینی تربیت کی۔

میرے بڑے بھائی مجاہدین کی صفوں میں شامل تھے، لیکن اس وقت میں نہ جہاد کا علم رکھتا تھا نہ فہم۔ اس عرصے میں ایک بار بھائی سے ملاقات کا موقع ملا تو میں نے ذہن میں کلبلاتے سوال ان کے سامنے رکھ دیے۔ میں نے پوچھا، 'یہ کیسا راستہ ہے جس پر آپ چل رہے ہیں؟ کیا ہوتا ہے؟ کیا کرتے ہیں؟'۔ اس پر بھائی مسکرا کر بولے، 'آپ ابھی چھوٹے ہیں، بڑے ہو جائیں گے تو بتاؤں گا'۔ مگر ان کی اس بات نے میرے شوق کو بڑھا دیا اور میرے تجسس کو مہمیز دی۔ آخر کیا وجہ تھی جو میرے بڑے بھائی اپنا گھر چھوڑ چھاڑ کر نکل کھڑے ہوئے؟ مگر میں جب بھی بھائی جان سے یہ سوال کرتا تو وہ مسکرا کر صرف یہی بات کہنے پر اکتفا کرتے کہ 'پڑھتے جاؤ، سب سمجھ آ جائے گا'۔ ایک ہی نصیحت تھی جو وہ بار بار کرتے رہتے کہ درسگاہ جایا کرو۔

اپنے گھر والوں سے میں نے سن رکھا تھا کہ مجاہدین جنگلوں میں رہتے ہیں اور یہ اللہ کے پیارے اور محبوب لوگ ہیں۔ یہ بھی میرا مشاہدہ تھا کہ بھائی جان جب کبھی بھی گھر آتے، تو آنے جانے اور ملنے ملانے والوں سے گپ شپ اور ملاقات کا وقت نہ بھی ملتا تو بھی ہر شخص ایک بات ضرور ان سے کہتا کہ 'دعا کرنا'۔ بھائی جان جب بھی آتے میرے شوق کو ہوا دے جاتے۔ ان کے ساتھ جانے کو دل مچلتا تھا، مگر اپنے علم اور سن کی کمی کے باعث جا نہیں سکتا تھا۔ درسگاہ میں اپنے اساتذہ سے اکثر یہ پوچھتا رہتا کہ مجاہد کس کو کہتے ہیں؟ جہاد کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اور کیسے کرتے ہیں؟ مگر کفار کے خوف سے اکثر لوگ درست بات کرنے سے گھبراتے تھے۔

اللہ کا کرم تھا اور میری تڑپ سچی تھی...... اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ ساتھ آتی رہی اور راستے بھی کھلتے گئے۔ انہی دنوں بھائی جان نے گھر خط بھیجا جس میں اپنی خیریت سے مطلع کیا، اس خط کے ساتھ ایک میموری کارڈ بھی تھا جس میں جہاد سے متعلق بیانات تھے۔ ان بیانات سے مجھے الحمدللہ بہت فائدہ ہوا۔ ذہن میں جتنے سوالات تھے، ان سب کے جواب مل گئے، بہت سی گرہیں کھل گئیں اور جہاد کے معنی و مفہوم اور مقاصد و اہداف سمجھنے کے بعد دل میں عمل کا شوق پیدا ہوا۔ میرا دل اس دنیا سے اچاٹ ہو گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی اب میری محبت بن گیا تھا۔ ایک ہی بات تھی جو میرے ذہن میں گردش کر رہی تھی کہ جہاد میں کیسے شامل ہوا جائے۔

جہاد کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی تھی۔ مگر انہی دنوں ایک واقعہ اور ہو گیا جس نے عشق و محبت کی اس آگ کو مزید بھڑکا دیا۔ میرے بھائی جان، اپنے دو ساتھیوں سمیت، ہندو فوجیوں کے ایک محاصرے میں گھِر کر شہید ہو گئے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون، تقبلہم اللہ۔ جہاد کی آبیاری شہدا کے خون سے ہوتی ہے۔ ایک شہید اپنی جان لٹا کر، اپنا خون بہا کر، اپنا سر کٹوا کر، جب اس دنیا سے ناتا توڑ کر، زخموں سے چور ہو کر رب کے حضور جا پہنچتا ہے، تو اس ایک کی جگہ لینے والے کتنے ہی مزید پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کفار جان لیں کہ ایک شہید کی شہادت دل میں عشق، محبت اور اللہ کی راہ میں فدا ہونے کا کیسا جذبہ پیدا کرتی ہے اور ان کافروں کے لیے غیظ و غضب کی کیسی آگ بھڑکاتی ہے، تو شاید...... یہ ہمارے بھائیوں کو قتل کرنا ہی چھوڑ دیں۔ بھائی کی شہادت نے محض میری تڑپ میں اضافہ ہی کیا۔ ہاں! یہ نقصان ضرور ہوا کہ مجاہدین سے جو رابطہ تھا، وہ ٹوٹ گیا۔ مگر جذبات میں جو طوفان بپا تھا، اس نے شوقِ جہاد کو کم نہ ہونے دیا، مجاہدین سے جڑنے کی میری کوشش مزید بڑھ گئی۔

آخر اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے اور ایک ذریعے سے میری ملاقات بھائی برہان مظفر وانیؒ سے ہوئی۔ میں نے فوراً ان کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ دیا کہ مجھے بھی مجاہدین کی صفوں میں شامل ہونے کا موقع دیں تاکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں۔ برہان بھائی نے کہا کہ ابھی ہمیں اسلحہ کی کمی کا سامنا ہے، اس لیے آپ دعا کریں، صبر کریں اور نماز کی پابندی کریں۔ یہ وہی جواب تھا جو اللہ کے رسول ﷺ نے بدر کے موقع پر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیا تھا۔ کتنے تھے جو وسائل کی کمی کے باعث مایوس ہو کر روتے ہوئے پلٹے تھے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کو اس کسمپرسی کا سامنا نہیں جو اس دور میں صحابہ کرام کو تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں پھیلی ایک ارب سے زائد امّت کھاتی، پیتی اور خوشحال ہے۔ اپنے بال بچوں اور اپنی دنیا میں مست و مگن ہے، مگر امّت کے وہ بیٹے جو آج بھی اس امّت کی عظمتِ رفتہ لوٹانے نکلے ہیں، جو اس کے مظلومین کی دادرسی کی خاطر اپنا آج اور اپنا حال قربان کر کے نکلے ہیں، ان کے پاس اسلحہ نہیں کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں، خوراک نہیں کہ اپنے ساتھیوں کا پیٹ بھر سکیں اور چھت نہیں کہ جس کے نیچے رات بسر کر سکیں۔ اس دن کے بعد سے میں اللہ تعالیٰ سے ہر نماز کے بعد دعا کرتا تھا کہ 'اے اللہ! مجھے اپنے راستے یعنی جہاد میں قبول فرما لے'۔ یہ یقین بھی تھا

کہ ان شاءاللہ، اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن قبول کریں گے مگر ابھی یہ آزمائش کا مرحلہ ہے، بندہ اپنے دعوے پر آزمایا جاتا ہے، کبھی صبر کے ذریعہ اور کبھی مجاہدین کی شہادتوں کے ذریعے۔

پھر ایک دن میں گھر میں بیٹھا تھا کہ اچانک خبر ملی کہ برہان بھائی شہید ہو گئے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے، آمین)۔ اس دل شکن خبر کے چند دن بعد ہی ایک دن ہمارے گھر چند مجاہدین آئے جن میں سبزار احمد بھٹ بھائیؒ اور حماس بھائیؒ بھی شامل تھے۔ ان کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا اور ان کے ساتھ ملاقات بہت مفید ثابت ہوئی۔ حماس بھائیؒ حافظِ قرآن اور دین کا بھی علم رکھتے تھے، ان سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ جہاد کے بارے میں علمی دلائل، جہاد کے مسائل اور علوم، ان سب میں وہ بہترین استاد ثابت ہوئے، عسکری علوم جو ان سے سیکھے، وہ اس کے علاوہ تھے۔

ان بھائیوں کے سامنے بھی میں نے اپنی درخواست پیش کر دی کہ للہ! مجھے بھی جہاد میں شریک کریں۔ انہوں نے یہ جواب دیا کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہیں، جو کوئی کام کہا جائے وہ کرتے رہیں، ان شاءاللہ جلد ہی آپ کو فعال کر لیں گے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک نصیحت بھی کی۔ کہنے لگے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قبول کر لیتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے میدانِ جہاد سے پیچھے نہیں روک سکتی۔ اس لیے اپنا معاملہ ہمیشہ اللہ کے حضور پیش کریں اور اس سے اخلاص مانگیں۔

اس کے بعد میں حماس بھائی کے ساتھ رابطے میں رہا اور ان کے بتائے ہوئے کام کرتا رہا، الحمد للہ۔ اسی عرصے میں ایک دن ایک آڈیو پیغام ریلیز ہوا، جس میں ذاکر موسیٰ بھائیؒ نے منہجِ شریعت یا شہادت کی بنیاد پر ایک تنظیم کی تشکیل کا اعلان کیا اور نوجوانانِ اسلام کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ وہ بہت پریشانی اور کنفیوژن کا دور تھا۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے تھے۔ کوئی کہتا کہ یہ ذاکر موسیٰؒ نہیں بلکہ ہندوستان کی کوئی چال ہے۔ اتنے میں موسیٰ بھائیؒ کا ایک اور آڈیو پیغام ریلیز ہوا، جس پر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ شخص فتنہ پھیلا رہا ہے۔ اس نے ایک فتنہ کھڑا کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہے۔ اکثر لوگ تو انہیں ہندوستان کا ایجنٹ اور نجانے کیا کچھ کہتے تھے، لیکن انہوں نے اپنے خون سے اپنی سچائی کی گواہی دی۔

میں لوگوں کی باتیں سنتا اور کوئی بھی فیصلہ نہ کر پاتا۔ انہی دنوں مجھے معلوم ہوا کہ حماس بھائی نے ذاکر موسیٰ بھائی کی دعوت قبول کر لی ہے اور ان کی صفوں میں شامل ہو گئے ہیں تو میں پریشان ہو گیا کہ آخر حماس بھائی ان میں شامل کیوں ہو گئے، جبکہ اس گروہ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں۔ آخر ایک دن حماس بھائی سے ملاقات کا موقع ملا تو میں نے چھوٹتے ہی ان سے پوچھا کہ 'ذاکر موسیٰ بھائی کی دعوت کیا ہے؟'۔ انہوں نے بہت مختصر سا جواب دیا کہ 'بھائی جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا ہی نظام ہو، نہ کہ ایک طاغوتی نظام سے نکل کر دوسرے طاغوتی نظام میں داخل ہونا'۔ انہوں نے کہا کہ 'ہمارا مقصد یہ ہے کہ کشمیر بنے گا دارالاسلام!'۔ وقت کی قلّت کے سبب وہ مجھ سے تفصیلی بات تو نہ کر سکے، لیکن ان کی اتنی سی بات ہی سیدھا میرے دل کو لگی۔ اب جہاد میں شمولیت کے ساتھ اس دعا کا بھی اضافہ کر لیا کہ یا اللہ! مجھے حق والوں کے ساتھ شامل فرما۔ اس وقت انصار اور ان کی دعوت و نظریے کے بارے میں میرا علم بے حد معمولی سا تھا مگر میرا دل روزِ اوّل سے کہہ رہا تھا کہ جو موسیٰ بھائی کہہ رہے ہیں وہی حق ہے۔

پھر ایک دن میری ملاقات ایک عالم سے ہوئی جو دوستی اور پھر قریبی تعلق پر منتج ہوئی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان کے ساتھ تعلق بڑھتا گیا۔ ایک روز ان کے ساتھ گفتگو اور گپ شپ کے دوران پتہ چلا کہ وہ بھی 'شریعت یا شہادت' ہی کے متوالے ہیں۔ 'خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو' کے مصداق، ان کے ساتھ رہ کر ذاکر بھائی کے ساتھ شامل ہونے کی تڑپ مزید بڑھ گئی۔ اب ہماری گفتگو کا محور یہی ایک بات رہ گئی تھی کہ ان بھائیوں کے ساتھ کیسے شامل ہوا جائے۔ میں حماس بھائی سے بار بار کہتا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ وہ ہمیشہ ایک ہی جواب دیتے کہ اسلحہ نہیں ہے۔ جیسے ہی اسلحہ مہیا ہوگا، ہم آپ کو اس کاروان میں شامل کر لیں گے۔ مگر ایک آدھ ماہ بعد ہی خبر ملی کہ حماس بھائی دو ساتھیوں کے ساتھ بالہامہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر میرے لیے جس غم اور صدمہ کا باعث تھی وہ بیان سے باہر ہے، اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر میرا ساتھیوں کے ساتھ رابطہ منقطع ہو گیا۔

اب میں سوچنے لگا کہ میرا ان بھائیوں کے ساتھ شامل ہونا تقریباً ناممکن ہی ہے۔ مایوسی بڑھتی جا رہی تھی اور کہیں کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو جو مطلوب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ میں ہر روز نماز کے بعد یہ دعا کرتا کہ اے اللہ! مجھے کسی طرح جہاد کی صفوں میں شامل فرما دے۔ یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے جو دعا کی جائے، وہ رائیگاں نہیں جاتی، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول کرتے ہیں۔ ایک دن میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور پورے خلوص سے دعا کی کہ اے اللہ! میرا کسی طرح مجاہدین کے ساتھ رابطہ کرا دے۔ نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ کوئی دروازے پر آ گیا۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا اور مہمان کو اندر لا کر بٹھایا۔ چند منٹ کی بات چیت سے معلوم ہوا کہ میرے لیے ابو دجانہ بھائی (یعنی شاکر بھائی) کی طرف سے پیغام آیا ہے۔

ایک بار پھر رابطہ بحال ہونے پر میرا رواں رواں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔ ایک موقع اور ملا تھا، میں نے ابو دجانہ بھائی کے سامنے بھی اپنا دامن پھیلا دیا کہ مجھے بھی اس عظیم جہاد میں شامل کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو ابھی یہ منظور نہ تھا، انہوں نے بھی یہی کہا کہ 'ابھی آپ کو صبر کرنا پڑے گا'۔ حالات خراب ہونے کی وجہ سے ابو دجانہ بھائی کے ساتھ میرا رابطہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ ایک بار پھر سب چھوٹ گئے، صرف دعا کا در ہی کھلا تھا، اور میں اسی در پر اپنا سر جھکاتا رہا۔

پھر ایک دن میں مغرب کی نماز کے بعد گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں جلدی سے حالات معلوم کرنے گھر سے باہر نکلا تو پتہ چلا کہ مجاہدین نے فوج پر حملہ کر دیا ہے۔ میں بہت خوش ہوا اور دعا بھی کی کہ اے اللہ! مجاہدین کی نصرت فرما۔ اگلی صبح میں کسی کام سے گھر سے باہر نکلا تو میں نے بہت سارے لوگوں کو ایک جگہ جمع ہوا دیکھا۔ معلوم کرنے پر پتہ

چلا کہ ابو دجانہ بھائیؒ ایک معرکے میں بھارتی فوج سے لڑتے لڑتے، دن کے تین بجے شہادت پا گئے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے، آمین)۔ میرے سگے بھائی جان اور حماس بھائی کے بعد دجانہ بھائی بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے، اکیلے ہی جنت کی جانب پرواز کر گئے اور میں ایک بار پھر راستہ ڈھونڈتا ہی رہ گیا۔

ابو دجانہ بھائی شہادت سے پہلے اپنے ساتھیوں کو مجھے فعال کرنے کی وصیت کر گئے تھے مگر اس وقت مجھے اس وصیّت کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ کچھ اور وقت گزرا اور آخر ایک دن انصار غزوۃ الہند کے نائب امیر ریحان خان بھائی نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا کہ 'ہم آپ کو اپنے ساتھ جہاد میں شامل کریں گے ان شاءاللہ، مگر آپ کو اس سے پہلے ایک کام کرنا ہوگا'۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، میں فوراً تیار ہو گیا۔ ریحان بھائی کہنے لگے کہ میں زیادہ تر مصروف رہتا ہوں، اس لیے آپ طلحہ بھائی سے رابطہ رکھیں۔ میں طلحہ بھائی کے ربط میں آ گیا۔ آخر وہ دن بھی آیا کہ انہوں نے کارروائی کے لیے چلنے کو کہا۔ میں تیار تھا، مگر انہوں نے کہا کہ جب موقع آئے گا تو میں آپ کو اطلاع دے دوں گا، آپ تیار رہیے گا۔ مگر اس سے پہلے ہی یہ اطلاع ملی کہ انصار کے چھ مجاہدین شہادت کے رتبے سے سرفراز ہو گئے ہیں۔ ان میں ریحان بھائی اور طلحہ بھائی بھی شامل تھے۔

دنیا کی زندگی، پیدائش کے لمحے سے لے کر موت تک، ایک مسلسل آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں بار بار اپنے بندوں کو آزماتے رہتے ہیں۔ یہ میری آزمائش تھی کہ ہر بار ہی جب یہ محسوس ہوتا کہ اب منزل دور نہیں، اب میں اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچ گیا ہوں، تو منزل ہاتھ سے پھسل کر کچھ اور دور ہو جاتی۔ ہر بار ہی لبِ بام پہنچ کر منزل مجھ سے کھو جاتی۔ نجانے اللہ کو کیا منظور تھا۔ شاید صرف میرے صبر کا ہی امتحان تھا کہ کیا اب بھی میرا بندہ اس راستے پر ثابت قدم رہتا ہے؟ اپنی طلب میں سچا ہے، یا اب اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جائے گا اور یہ اپنے ربّ سے ناامید ہو جائے گا۔ یہ اللہ کا خصوصی فضل اور کرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آزمائش میں بھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ ورنہ بندہ کمزور ذات ہے، اس کی بساط ہی کیا ہے اگر اللہ تعالی اپنے فضل سے صبر وثبات عطا نہ کریں تو۔ بے شک آزماتا بھی وہی ہے اور آزمائش سہارنے کا حوصلہ بھی وہی عطا کرتا ہے۔

مجھے اندیشہ تھا کہ ایک بار پھر میرا رابطہ ٹوٹ گیا۔ لیکن چند دنوں بعد ہی مجاہدین نے خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کر لیا۔ میں بہت خوش ہوا اور اللہ کا شکر ادا کرتا رہا۔ ایک دن میں گھر میں بیٹھا تھا، وہ جمعے کا دن تھا، ساتھی کا پیغام آیا۔ سلام دعا کے بعد میں نے ساتھی سے پوچھا کہ اب مزید کتنا وقت لگے گا؟ ساتھی نے جواب دیا کہ 'آپ صبر کریں، بس اب دو تین دنوں میں آپ ان شاءاللہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جمعے کی تیاری میں لگ گیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میں نے اللہ سے خصوصی دعا کی کہ 'اے اللہ! میں بے شک بہت گناہ گار ہوں لیکن تیری رحمت وسیع ہے، میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے اپنے راستے یعنی جہاد میں قبول فرما'۔ وہ شاید قبولیت کا وقت تھا، ایسے جیسے ربّ منتظر ہو کہ کب میرا بندہ مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں۔ مسجد سے نکل کر ابھی میں گھر پہنچا ہی تھا کہ ساتھی نے دوبارہ رابطہ کیا۔ اتنی جلدی دوبارہ رابطہ غیر متوقع تھا، میں گھبرایا کہ کہیں کوئی پریشانی کی بات نہ ہو۔ سلام دعا کے بعد ساتھی حالات معلوم کرنے لگے، فوج کی نقل وحرکت اور علاقہ کی صورتحال کے بارے میں سوالات کرنے لگے، میں نے بتایا کہ سب ٹھیک ہے تو انہوں نے ایک صوتی پیغام بھیجا، جب میں نے وہ کھول کر سنا تو معلوم ہوا کہ وہ برہان مجید بھائی (ابو بکر شوپیانی) کا پیغام تھا۔

ابو بکر بھائی کا پیغام بے حد مختصر تھا۔ ایک جملے میں بس یہ ہدایت تھی کہ تیار رہیے، ہم شام کو آپ کو ریسیو کریں گے۔ ایک عرصہ کے انتظار کے بعد آخر کار میرے خواب کو تعبیر مل رہی تھی۔ میں خوشی سے نہال ہو رہا تھا، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بے صبری سے شام کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ مغرب کی نماز کے بعد میں درسگاہ چلا گیا۔ درس ختم ہونے کے بعد ساتھی کا میسج وصول ہوا جس میں انہوں نے ایک جگہ کا نام بتایا اور کہا کہ آپ وہاں پہنچ جائیں، ہم بھی وہیں آ رہے ہیں۔ میں اللہ کا نام لے کر گھر سے چل پڑا اور دعائیں اور اذکار کرتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا۔ مجھے شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہا ہوں۔ ساتھیوں نے جو جگہ بتائی تھی وہاں پہنچ کر میں ان کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ساتھی بھی پہنچ گئے۔ ساتھیوں سے مل کر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ میں نے ساتھیوں سے اسلحے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ایک چھوٹا ہتھیار ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ آج رات یہی آپ کا اسلحہ ہے۔ پھر ہم اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ رات کا سفر تھا، بنا کسی روشنی کے چلنا تھا مگر اللہ کی مدد ساتھ تھی، ہم اندھیرے میں بھی بڑی اچھی طرح اپنا سفر طے کر رہے تھے۔

کچھ رات سفر میں کٹ گئی تو ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ آج رات جنگل میں ہی گزاریں اور کل پھر ان شاءاللہ باقی سفر طے کریں۔ میں بہت خوش تھا اور بار بار اللہ کا شکر ادا کرتا تھا۔ ساتھیوں سے ملنے کی خوشی اپنی جگہ تھی مگر وہ سب تھے بھی ایسے کہ ان جیسے لوگ روئے زمین پر ڈھونڈنا مشکل ہے...... ایسی ملنساری، محبت اور ایثار سے پیش آتے کہ مجھے گھر بار، دوست احباب، رشتہ دار...... سب کچھ بھول گیا۔ یاد تھا تو بس جو کچھ آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں ان کے درمیان ایسے رچ بس گیا جیسے کبھی کسی دوسرے ماحول میں رہا ہی نہ ہوں بلکہ ہمیشہ سے ان کے ساتھ ہی رہتا بستا آیا ہوں۔ اس رات بہت سردی تھی۔ جنگل میں اکثر موسم سرد ہی ہوتا ہے۔ سب ساتھیوں کو سردی لگ گئی لیکن اس رات میری کیفیت کچھ ایسی تھی کہ مجھے سردی کا احساس ہی نہ ہوا۔ رات کیسے گزری، کچھ پتہ نہیں چلا۔ صبح ہوتے ہی ہم نے آگ جلائی اور سب ساتھی آگ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر ایک بھائی مجھ سے میری زندگی کے بارے میں پوچھنے لگے، میرے شہید بھائی کے بارے میں بھی پوچھا کہ کب شہید ہوئے اور کہاں شہید ہوئے؟ سورج طلوع ہونے کے بعد ہم نے آگ بجھا دی اور اپنا باقی ماندہ سفر طے کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سفر طویل بھی تھا اور مشکل بھی۔ خطرات اپنی جگہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آسانی کا معاملہ فرمایا اور ہم حفاظت کے ساتھ منزل پر پہنچ گئے۔ (باقی صفحہ نمبر 111 پر)

میں فدائی حملہ کرنا چاہتی ہوں!

وادیٔ کشمیر سے تعلق رکھنے والی ایک بہن کا امرائے جہاد کے نام ایک خط پیش کیا جا رہا ہے۔ اس خط میں ان کشمیری بہن نے مشرک ہندوؤں پر فدائی حملہ کرنے کی آرزو کا اظہار کیا ہے۔ ہم مجاہدین یہ سمجھتے ہیں کہ 'قتال فی سبیل اللہ' اور خصوصاً 'فدائی/استشہادی حملے' کہ ہم مسلمان مرد کافی ہیں اور دعا گو ہیں کہ امتِ مسلمہ پر ایسا وقت نہ آئے کہ ہماری عفت مآب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو اپنے گھروں سے قدم میادینِ قتال کی طرف نکالنے پڑیں۔ لیکن اس خط کو شائع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جو 'مرد' اب تک جہاد و قتال کے لیے بیدار و ہوشیار نہیں ہوئے، وہ صدائے اِنفِروا پر لبیک کہیں اور اپنے قدم گھروں سے نکالیں۔ پھر کشمیر سے ایک 'بہن' کا یوں امرائے جہاد کو خط لکھنا اس بات کی بھی غماضی کرتا ہے کہ ستّر سال سے زائد کشمیر اور جہادِ کشمیر کے 'محسنوں' نے اہلِ کشمیر اور تحریکِ جہادِ کشمیر کے ساتھ جو 'خیانتیں' کی ہیں اور جو چالیں چلی ہیں تو وہ سب رائیگاں گئی ہیں کہ جذبۂ جہادِ کشمیر کے اہلِ ایمان میں ایک ذرے کے برابر بھی کم نہیں ہوا۔ اللہ پاک کشمیر سے فلسطین تک ایمان بادِ بہاری چلائے، اپنے کلمے کا جھنڈا بلند کرے اور اہلِ کفر و نفاق کو خاک چٹائے، آمین! (ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور ہمارے تمام مجاہد بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور آپ کے راستے فتح و نصرت کے نور سے سجا دے، آمین۔

آپ نے جو راستہ چنا ہے، یہ وہ راستہ ہے کہ جس سے ہر مسلمان کو محبت ہے، اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ محبت ایک مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا بھی ہے۔ ایک مجاہد سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا کہ دین میں جہاد کی کیا اہمیت ہے، بالخصوص ایسے وقت میں جب کفر نے امّت کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہو۔ یقیناً آپ نے بھی یہ راستہ دین اسلام کی محبت اور امت کے درد کو محسوس کرتے ہوئے چنا ہو گا۔ میرے مجاہدین! آپ پر سلام، کہ آپ نے دنیا کی ہر شے پسِ پشت ڈال کر اللہ کا حکم سب سے آگے رکھا، اور سب کچھ چھوڑ کر محض اسلام کے لیے جینے اور مرنے کا عہد کر لیا۔

امیر محترم! میں نے بچپن سے آج تک، محض ظلم و جبر کی کہانیاں سنی ہیں۔ عمر اور شعور میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دکھ سے بھی آشنا ہوتی گئی اور کشمیر میں جاری تحریکِ آزادی میں بھی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ وقت کے ساتھ یہ ادراک بھی ہوا کہ مسلمان صرف کشمیر میں نہیں، بلکہ دنیا کہ ہر کونے میں ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ مگر پہلے پہل تو ہمیں یہ تسلّی دے کر بہلا دیا جاتا تھا کہ ہم ایسے کمزور نہیں۔ ہمارے پاس بھی طاقت موجود ہے اور اسی کے بل بوتے پر دنیا کے تمام مسلمان، بالخصوص مسلمانانِ کشمیر آزاد ہوں گے۔ وہ طاقت، ہمارے ایمان کی طاقت نہیں بلکہ پاکستان کی فوج اور حکمران تھے۔ میرے دل و دماغ میں بھی یہ بات بیٹھ گئی کہ ایک دن آئے گا جب پاکستانی فوج آخر کار آ کر ہمیں ظالم ہندوؤں سے نجات دلائے گی اور آزاد کرائے گی۔ مگر وقت گزرتا گیا، کشمیر میں روز نئے حادثے ہوتے، نئے سانحے رونما ہوتے، روزانہ کشمیری نوجوان جان کی بازی ہارتے رہے، مگر سرحد پار سے کوئی نہ آیا۔ لاحاصل انتظار کے بعد میرا دل مایوس ہوتا گیا کہ آخر کوئی کیوں نہیں کچھ کرتا۔ تسلّیاں اور دلاسے دیے جاتے کہ پاکستان ہماری مدد کر رہا ہے، چھپ چھپ کے سرحد پار سے مجاہد بھیج رہا ہے، مگر نجانے کیوں اب ان تسلّیوں سے دل نہیں بہلتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ تو اس امّت کو ایک جسم کی مانند فرما گئے ہیں۔ پھر آخر اپنی امّت کے لیے، اپنے جسم کے ایک ٹکڑے کے لیے، یہ حکمران اور یہ افواج کیوں نہیں کچھ کرتے؟ یہ ہمارا ساتھ دینے سے کیوں کتراتے ہیں، حتیٰ کہ دنیا کے سامنے ہمارے حق میں آواز بھی نہیں اٹھاتے!؟ اگر ان کی حکمت عملیاں اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، یہی درست اقدام ہے تو پھر ماضی میں عمر فاروقؓ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ خالد بن ولیدؓ نے کیوں ان کی طرح کبھی پیچھے ہٹنا قبول نہیں کیا؟ محمد بن قاسمؒ اور صلاح الدین ایوبیؒ کیوں اپنے دور کے مظلوم مسلمانوں کی خاطر لشکروں پہ لشکر لے لے کر نکلتے رہے؟ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب تھا۔ اور وہ یہ کہ درحقیقت یہ افواج تو کبھی مسلمانوں کی افواج تھیں ہی نہیں۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کی خاطر بنی ہی نہ تھیں۔ ان کا نظام، ان کے رسم و رواج، ان کے مقاصد و اہداف، سب کچھ اسلام سے بے حد مختلف ہیں۔ ان کی طاقت اور قوت محض ان کے اپنے مفاد کے لیے ہے۔ امت کے لیے یہ اقوامِ متحدہ میں محض چند منٹ کا ڈرامہ رچا سکتے ہیں۔ ان کی حقیقت دیکھ کر طاغوت کے ہر چہرے سے نفرت ہو گئی۔

بے شک ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور ہمارے لیے بس جہاد ہی ایک راستہ ہے۔

میرے محترم امیر! آپ نے اور آپ کے مجاہدین نے جو راستہ چنا، یہ کامیاب لوگوں کا راستہ ہے۔ میں بھی اس راستے کی راہی بننا چاہتی ہوں اور آپ سے اجازت چاہتی ہوں کہ اس راہ میں اپنا کردار ادا کر سکوں۔ میں اپنی زندگی اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے دلوں میں بس ایک ہی منزل کی چاہت ہے، اور وہ یہ کہ کشمیر سمیت پوری دنیا میں اللہ کا قانون نافذ ہو۔

میرے امیر! آج تک میری آنکھوں نے جو بھی ظلم دیکھا ہے، وہ دل میں ایک زخم کی طرح موجود ہے۔ کنن پوشپورہ سے لے کر آسیہ، نیلوفر اور آصفہ پر جو مظالم ڈھائے گئے، واللہ! وہ میرے دل کو بہت تڑپاتے ہیں۔ امیر محترم! میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی لیکن یہ درد برداشت نہیں ہوتا۔ میرا دل ان ماؤں کے لیے تڑپتا ہے جنہیں آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کے بیٹے زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ میرا دل بابری مسجد کی شہادت پر روتا ہے، زندانوں میں زندہ درگور ہوئے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کے لیے تڑپتا ہے۔ کنن پوشپورہ میں جو کچھ ہوا، اس پر ڈاکومنٹریز بنیں، جلسے ہوئے، ہندوستانی عدالت میں مقدمے بھی چلے، مگر انصاف نہ ملا۔ سب

مظلومین کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ انصاف کی امید کر بھی کیسے سکتے ہیں کہ جب نظام ہی قصوروار ہو۔ انصاف تو تب ملے گا جب یہ دشمن ذلیل وخوار ہو کر اس پاک سرزمین سے نکلے گا اور یہاں اسلام نافذ ہو گا۔

ایسے کتنے واقعات ہوئے کہ کشمیر میں دشمن نے اسلام کی بیٹی کو کمزور سمجھا اور اس کی عفت و عصمت پر بری نگاہ ڈالی۔ اے کاش کہ ہمیں یہ سکھایا جاتا کہ وقت آنے پر خولہؓ بن جانا اور اپنی اور اسلام کی عزت کی حفاظت کے لیے جان لڑا دینا۔ کشمیر میں عورتوں نے جو قربانیاں دی ہیں، وہ شمار سے باہر ہیں۔ کتنی ہی مائیں اور بہنیں جان سے گزر گئیں اور کتنی ہندوؤں کے ہاتھوں اپنی عزت و آبرو لٹوا بیٹھیں۔ کوئی ان کی دادرسی کرنے نہیں آیا۔ اسی لیے ہندو انہیں اور بھی کمزور سمجھتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے اے امیر! کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس دشمنِ دین، بزدل ہندو تک یہ پیغام پہنچا سکوں کہ اسلام کی بیٹی اگر فاطمہؓ کی سی حیا اور معصومیت رکھتی ہے تو وقت آنے پر امّ عمارةؓ، صفیہؓ اور خولہؓ کی مانند دشمن کے لیے موت کی تلوار بھی ثابت ہوتی ہے۔

امیر محترم! میں جانتی ہوں کہ راہِ جہاد میں حصّہ ڈالنے کے بہت سے راستے اور طریقے ہیں، لیکن دنیا کے رشتے میرے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور اللہ کی قسم! یہ وہ واحد طریقہ ہے جو مجھے نظر آتا ہے۔ میں اللہ کے راستے میں کٹ کر اللہ سے محبت کا ثبوت دینا چاہتی ہوں، اپنے لہو سے اسلام کی شان بڑھانا چاہتی ہوں اور شہادت پا کر اپنے دل میں موجود امت کے اس درد کا علاج کرنا چاہتی ہوں جس سے میرا دل بے قرار ہے۔ میں دشمن کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ ہم وہ نہیں ہیں جو ان کے تہواروں پر ان کے سامنے ناچتی ہیں، بلکہ ہم وہ ہیں جو اسلام پر فدا ہوتی ہیں دشمن کی تباہی و بربادی کا باعث بن جاتی ہیں۔

امیر محترم! میں نے جب بھی دنیا کے سامنے اپنے خیالات رکھے تو لوگوں نے مجھے اپنی تعلیم پر توجہ دینے کو کہا۔ کسی نے کہا کہ کچھ بن کے امّت کی خدمت کرو تو کسی نے پڑھ لکھ کر دنیا سے آزادی کی بھیک مانگنے کو درست راستہ قرار دیا۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ پاگل نہ بنو، بلکہ اپنے مستقبل کا سوچو، یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ میں انہیں کیسے سمجھاؤں کہ مسئلہ صرف کشمیر کا نہیں بلکہ مسئلہ تو میرے دین کا ہے، جو کفر کے لیے تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ آج آپ کو یہ سطور اس لیے لکھ رہی ہوں کہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوں، کہ کیا میرا یہ فرض نہیں بنتا کہ امت کے زخموں کے لیے مرہم بن جاؤں؟!

ہم مسلمان ہیں، وہ جو کبھی دشمن کی کثرت دیکھ کر پیچھے ہٹے نہ ان کی طاقت دیکھ کر مرعوب ہوئے کہ یہ ہماری شان کے خلاف ہے۔ ہم نے ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کیا اور حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہہ کر ہر جنگ میں اترے۔ بے شک ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ ہمارے پاس اسلحہ کی کمی ہے، لیکن یہ چیز تو کسی زمانے میں بھی ہمیں نہ روک سکی اور مسلمان تاریخ رقم کرتے گئے۔

میرے امیر! مجھے ڈر ہے کہ دنیا کے رنگارنگ فتنے مجھے اپنی جانب نہ کھینچ لیں اور میں ان میں ڈوب کر خود غرضی کی زندگی جینا شروع کر دوں۔ اسی لیے میں اپنی زندگی اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں دشمن پر فدائی حملہ کروں اور میرا خون بھی شریعت یا شہادت کے اس کارواں میں شامل ہو جائے، اپنا لہو بہا کر میں اسلام کی ایک اور سمیہؓ بن جاؤں۔ اسلام کے دشمنوں کے لیے ایک کڑا سبق بن جاؤں اور خود حیاتِ جاوداں پاؤں۔

میں اللہ سے ہر پل یہی دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے اپنی راہ میں قبول فرمائیں، آپ کے نام لکھے ان الفاظ کو اس راہ پر اپنا پہلا قدم سمجھتی ہوں۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے اور ہم سب سے اپنے دین کی خدمت لے لے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو جائے، آمین۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شہدا کو قبول فرمائیں اور ہمیں بھی شہادت کی نعمت سے سرفراز کریں، آمین۔

بقیہ: میرا جہادی سفر

وہاں ایک اور ساتھی سے ملاقات ہوئی (اب وہ بھی شہید ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بھی شہادت قبول فرمائے)۔ انہوں نے ایک جگہ پر بٹھایا اور کہا کہ ہم آج کا دن یہیں گزاریں گے اور شام کو اپنے مرکز کی طرف جائیں گے۔

دن بہت مشکل سے گزرا، گرمی بہت تھی اور جس جگہ ہم بیٹھے تھے وہاں کوئی درخت نہیں تھا جس کا ہم سایہ لے سکتے۔ خیر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور دن جلد گزر گیا۔ شام ہوتے ہی ہم اپنے مرکز کی طرف چل پڑے۔ مجاہدین کے مرکز پہنچ کر مجھے ایسا لگا جیسے میں اپنے گھر پہنچ گیا ہوں۔ اب یہ مرکز ہی میرا گھر ہے اور یہ مختلف علاقوں سے اللہ کی خاطر اکٹھے ہونے والے بھائی ہی میرا خاندان ہیں۔ ایک صبر آزما انتظار کے بعد آخر کار میں قافلۂ شریعت یا شہادت میں شامل ہو گیا تھا۔ آج میں بفضل اللہ، غزوۂ ہند کا ایک سپاہی ہوں۔ اس غزوے کا کہ جس میں خیر ہی خیر ہے۔ جس میں فتح و نصرت کی پیشین گوئی، نبی صادق و امین ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے فرما دی ہے۔ جس میں حصّہ لینے والے کے لیے ہر طرح سے خیر کا وعدہ ہے۔ غازیوں کے لیے ہند کی فتح اور شہدا کے لیے جہنم سے آزادی اور جنت میں اونچے مرتبے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے تمام اعمال قبول فرما لے۔ اس سفر کو میرے لیے نارِ جہنم سے آزادی کا سبب بنا دے اور میرا خاتمہ مقبول شہادت پر کرے، آمین!

آیئے...... غزوۂ ہند کے سپاہی بنیں!

میر محب اللہ

برادرِ محترم 'میر محب اللہ' ایک مجاہد فی سبیل اللہ ہیں اور آپ کا تعلق مقبوضہ کشمیر کے ضلع بڈگام سے ہے۔ آپ نے ۲۰۰۱ء میں جہاد میں شمولیت اور تربیت کی غرض سے ہجرت کی اور ایک کشمیری تنظیم سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں جہادی نظم پر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے تسلط کو دیکھتے ہوئے اور ایجنسیوں کی ماتحتی سے آزاد جہاد کی غرض سے آپ جماعت القاعدہ میں شامل ہو گئے۔ (ادارہ)

...... فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ○ (سورۃ التوبۃ:۵)

"...پس مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور گھیر و اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ در گزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ (RSS) بھارت کی ایک دہشت گرد تنظیم، جس کی بنیاد ۱۹۲۵ء میں بھارت کی ریاست مہاراشٹر کے مشہور شہر ناگپور میں 'کیشوا بلی رام ہیڈ گیوار' نے رکھی۔ یہ دہشت گرد تنظیم نہ صرف بھارت بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں ہندو سوائم سیوک سنگھ کے نام سے سرگرم ہے۔

سنگھ پریوار (یعنی سنگھ کا خاندان)

سنگھ پریوار کی ارکان تنظیمیں یعنی آر ایس ایس کے نظریات کے مطابق سرگرم تنظیموں کو عام طور پر سنگھ پریوار کہتے ہیں۔ سنگھ پریوار کی بعض تنظیمیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

1. بھارتیہ جنتا پارٹی "BJP" (یہ سنگھ پریوار کی سیاسی تنظیم ہے)۔
2. وشوا ہندو پریشد۔
3. ون ہندو پریشد۔
4. راشٹریہ سیوکا سمتی۔
5. سیوا بھارتی۔
6. اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد۔
7. ونواسی کلیان آشرم۔
8. بھارتیہ مزدور سنگھ۔
9. ودیا بھارتی وغیرہ۔

آر ایس ایس کا مشن

ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلام کا خاتمہ ۔ پاکستان ، بنگلہ دیش، نیپال، تبت ، کشمیر، گلگت بلتستان پر قبضہ کر کے اکھنڈ بھارت اور ہندو راشٹر بنانے کا مشن۔ یہ مشن ہندوؤں کو آر ایس ایس کے بانی 'کیشوا بلی رام ہیڈ گیوار' نے دیا، جو اس تنظیم کا تقریباً ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۰ء تک سربراہ رہا۔ ہیڈ گیوار نے ۱۹۳۵ء میں ایک تقریر میں کہا کہ مسلمان اس شرط کے ساتھ بھارت میں رہ سکتے ہیں کہ وہ شریعت سے دور رہیں۔ راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ بھارت سے مسلمانوں کا خاتمہ اور اکھنڈ بھارت کا صرف نظریہ ہی نہیں رکھتی، بلکہ مسلسل اس کی تکمیل کے لیے تیاری بھی کرتی ہے۔ جب ایک آشرم کے "گرو" سے انٹرویو میں یہ سوال پوچھا گیا کہ آپ اس مشن کی تکمیل کیسے کر پائیں گے؟ تو اس کا جواب تھا کہ پورے ملک میں ہمارے ہزاروں آشرم ہیں، جہاں ہم اس مشن کے لیے ہندوؤں کو نظریہ دیتے ہیں۔ یعنی بھارت میں ہزاروں آشرم ہیں جہاں پر آر ایس ایس ہندوؤں کا نظریہ بناتے اور ساتھ ساتھ عسکری تربیت بھی کراتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھارت میں کوئی ایسا چھوٹا بڑا حکومتی ادارہ نہیں جہاں پر آر ایس ایس کے لوگ چھوٹی اور بڑی پوسٹوں پر نہ ہوں۔ پھر اس دہشت گرد تنظیم کی تیاری، محض تیاری کی حد تک ہی نہیں ہے بلکہ یہ وقتاً فوقتاً کارسیوکوں کو عملی مشقیں بھی کراتے ہیں، جس سے آر ایس ایس اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی حالت کا بھی اندازہ لگاتی ہے۔ وہ گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام ہو یا آسام کے اینٹی مسلم دنگے، بابری مسجد کو شہید کرانے والی مہم ہو یا موب لنچنگ کے واقعات، یہ ساری کارروائیاں مسلمانوں کے خاتمے کے لیے آر ایس ایس کی عملی مشقیں ہی تو ہیں۔ راجشور سنگھ کی وہ ویڈیو کانفرنس کس نے نہیں دیکھی ہو گی جس میں وہ اعلان کرتا ہے کہ ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ء تک ہم ہندوستان میں اسلام اور عیسائیت کا خاتمہ کر دیں گے۔ اسی طرح ایک ہندو دہشت گرد گروپ کے لیڈر "راجا سنگھ" نے نعرہ لگایا کہ "اس دیش کا ہر بچہ سیاءرام کہے گا۔ اس دیو بھومی پر نہیں اسلام رہے گا"۔

آر ایس ایس کے اینٹی مسلم فسادات کے چند واقعات

بھارت کی ریاست گجرات میں فروری، مارچ 2002ء میں گودھرا ریل آتش زدگی کا جھوٹا الزام مسلمانوں پر لگا کر آر ایس ایس کے لیڈران نے خوب ہندوؤں کو بھڑکایا۔ یہ وہ وقت تھا جب گجرات میں آر ایس ایس کی سیاسی جماعت بی جے پی کی حکومت تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گجرات کے اُس وقت کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کی درپردہ سرپرستی میں مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ 2500 مسلمانوں کو خاک و خون اور نارِ تپیدہ میں جھلسایا گیا۔ عفت مآب خواتین کی عصمتیں تار تار کی گئیں، پھولوں کو کھلنے سے پہلے ہی غنچوں میں ہی مسل دیا گیا۔ مسلمان

بستیوں سے املاک کو لوٹنے کے بعد گھروں کو خاکستر کیا گیا۔اس طرح ہزاروں مسلمانوں کو بے چھت اور دربدر کیا گیا۔یہ مسلمانوں کی نسل کشی کا گجرات میں کوئی پہلا واقعہ نہیں۔1960ء میں کروڑوں معبودوں کے پجاریوں نے دنگے کر کے 660 مسلمانوں کو قتل کیا،ہزار سے زیادہ زخمی ہوئے۔48000 مسلمانوں کو لوٹ کر ان کی جمع پونجی سے محروم کیا گیا۔

آسام

18 فروری 1969ء میں ہندو غنڈوں نے ریاست آسام میں 5000 مسلمانوں کو اذیتیں دے دے کر خون میں نہلا دیا اور جو مسلمان بھاگے ان کی ایک بڑی تعداد دریا میں ڈوب کر شہید ہو گئی۔

ہاشم پور اترپردیش

ہاشم پور اترپردیش میں 1987ء کو ہندو انتہا پسند پولیس اہل کاروں نے 42 مسلمان نوجوانوں کو اٹھایا اور ندی میں لے جا کر گولیاں مار کر شہید کیا۔

بابری مسجد

راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ کی سیاسی تنظیم بی جے پی نے ''ایل کے ایڈوانی'' کی قیادت میں آر ایس ایس کی اراکین تنظیموں اور بھارت کی دوسری انتہا پسند تنظیم شیو سینا نے بابری مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے کے لیے تحریک چلائی۔اس تحریک کے دوران 6 دسمبر 1992ء کے دن 2 لاکھ کارسیوکوں نے بی جے پی اور بجرنگ دل کے اعلیٰ رہنماؤں اور نیم فوجی دستوں کے سیکڑوں مسلح اہل کاروں کی موجودگی میں تاریخی بابری مسجد کو شہید کیا۔اس اندوہ ناک ظلم و ستم کے بعد دنگے کر کے 3000 مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور اربوں روپے مالیت کی مسلمانوں کی املاک کو لوٹا،یا نذر آتش کیا گیا۔اور اب جب سنگھ پریوار کی رکن تنظیم بی جے پی مسلسل دوسری مرتبہ اقتدار میں آئی،تو فوراً عدالت کے ذریعے یہ فیصلہ سنایا گیا کہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کیا جائے گا۔اور اب ہندو دہشت گردوں کی تقریروں سے پتہ چلتا ہے کہ بھارت میں 40 ہزار مساجد آر ایس ایس کے نشانے پر ہیں۔ان مساجد کو بھی آر ایس ایس گرانے کا منصوبہ رکھتی ہے اور یہ کہہ کر ہندوؤں کو بھڑکا رہی ہے کہ یہ مساجد مسلمانوں نے مندر گرا کر تعمیر کی ہیں،اس لیے ہندو یہ حق رکھتے ہیں مساجد کو گرا کر ان جگہوں پر مندر تعمیر کریں۔اور یوپی کے وزیر اعلیٰ ''یوگی آدتیہ ناتھ'' نے اعلان کیا کہ اترپردیش کی ہر مسجد میں مورتی رکھی جائے گی۔

گھر واپسی کی ارتدادی مہم

چونکہ راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ کا مشن ہے کہ بھارت میں صرف ہندو رہے گا،اس بنیاد پر وہ مختلف حربے آزما کر مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے۔آر ایس ایس کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں مغلوں کے آنے سے پہلے بھارت کے تمام باشندے ہندو تھے۔جب مغل آئے تو انہوں نے تلوار کے زور پر جبراً ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔اب جب کہ مغل اقتدار میں نہیں بلکہ ہندو اقتدار میں ہیں،تو ہندو جو تلوار کے زور پر مسلمان ہوئے تھے ان کو اب بلا خوف و خطر واپس اپنے مذہب کی طرف پلٹ آنا چاہیے۔یعنی گھر واپسی کرنی چاہیے۔اور آر ایس ایس کے ایک دہشت گرد ''پروین توگادیہ'' نے کہا 'اسلام غیر ملکی ہے اور لوگ ہمارے ہیں۔اس لیے ہم نے اسلام کو دور کرنا ہے لوگ گھر واپسی کریں گے'۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمان ہندو تھے،باہر سے آئے مسلمانوں کے ڈر سے اسلام قبول کیا،تو اب یا تو اسلام چھوڑ کر گھر واپسی کر کے پوِتّر (پاک) ہو جائیں یا ہم ان کا خون بہا کر ان کو پوِتّر کریں گے۔اور شہریت ترمیمی بل اسی مشن کی تکمیل کی ایک کوشش ہے۔

مختلف بہانوں سے مسلمانوں کا قتل عام

آر ایس ایس مستقل اپنے غنڈوں اور ہندوؤں کو مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے قتل پر تیار کرتی ہے۔گائے کو ذبح کرنے کا الزام لگاؤ اور قتل کرو۔ہندوؤں کے علاقے سے کوئی مسلمان ٹوپی پہن کر گزرے تو قتل کر دو۔کوئی داڑھی والا نظر آئے تو قتل کر دو۔آئے روز موب لنچنگ کے واقعات ہوتے ہیں۔موب کے ذریعے کوئی بہانہ کر کے مسلمانوں کو قتل کروایا جاتا ہے۔

اکھنڈ بھارت کی تکمیل میں کشمیر کی جہادی تحریک سب سے بڑی رکاوٹ

آر ایس ایس کے نزدیک اکھنڈ بھارت کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ کشمیر کی مسلح تحریک،خصوصاً خلافت کا نظریہ رکھنے والی تحریک ہے۔اور جب سے کشمیر میں عالمی جہادی سوچ بیدار ہوئی تب سے تو مودی سرکار کو جان کے لالے پڑ گئے۔اسی لیے راشٹریہ سوائم سیوک سنگھ کی مودی سرکار نے دوسری مرتبہ اقتدار میں آتے ہی اسرائیل کے فلسطین میں اور چین کے مشرقی ترکستان میں اپنائے ہوئے طرزِ عمل کو کشمیر میں لاگو کرنا شروع کیا۔جس کے لیے مودی سرکار نے دفعہ 370 اور 35A شقوں کو ختم کر کے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر دی،جس کے تحت کوئی غیر کشمیری باشندہ کشمیر میں زمین وغیرہ خرید نہیں سکتا تھا۔ان شقوں کے خاتمے پر مودی سرکار نے کشمیریوں کی طرف سے سخت مزاحمت ہونے کے ڈر سے اس سے پہلے ہی ہزاروں کشمیریوں کو گرفتار کر کے ٹارچر سیلوں اور کال کوٹھڑیوں میں ڈالا،حریت رہنماؤں کے علاوہ ہندنواز لیڈروں کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔انٹرنیٹ اور فون سروسز کو بند کیا گیا اور کشمیر کو بدترین کرفیو لگا کر جیل خانہ بنا دیا گیا۔اور آج پورے 10 ماہ سے کشمیری خوف وہراس اور جیل کے سماں میں زندگی گزار رہے ہیں،زندگی کی کوئی سہولت انہیں میسر نہیں۔آئے روز کشمیریوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔اسی بدترین لاک ڈاؤن کی حالت میں کشمیری مسلمانوں کے رمضان المبارک کے روزے اور عید گزری۔اور اب ڈومیسائل قانون لایا گیا

ہے تاکہ آر ایس ایس کے غنڈے کشمیر میں پہلے زمین خرید کر اور پھر اسرائیل کے طرز پر جبراً زمین، باغات اور گھر چھین کر رہائش اختیار کریں تاکہ کشمیر کی آبادی کا فطری تناسب تبدیل کیا جائے۔ تاکہ آر ایس ایس جب چاہے گجرات طرز پر کشمیری مسلمانوں کا قتل عام کر سکے، ان کے اقتصادی و معاشی ذرائع تباہ کر سکے جو بہت حد تک پہلے ہی ہزاروں کنال پر مشتمل زعفران، سیب، اخروٹ، بادام اور دیگر پھلوں کے باغات و سبز سونے سے بھرے جنگلات پر جبراً قبضہ کر کے بیٹھی 8 لاکھ غاصب فوج برباد کر چکی ہے۔ باقی بچی کھچی اراضی کے لیے آر ایس ایس کے غنڈوں کو لایا جا رہا ہے۔ پہلے ہی لاکھوں تعلیم یافتہ نوجوان بے روزگار بیٹھے ہیں، اب جب ہندوؤں کو یہاں بسایا جائے گا تو ان کی باقی ماندہ امیدیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ جو لوگ سرکاری یا غیر سرکاری نوکریاں کر رہے ہیں ان سب کو ہٹا کر ہندوؤں کو لایا جائے گا۔ اس چیز کا مشاہدہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ مسلح تحریک سے پہلے ہندو بھی کشمیر میں رہتے تھے جو اگرچہ اقلیت میں تھے لیکن وادی میں چھوٹی اور بڑی پوسٹوں پر ہندو ہی نظر آتے تھے۔

جو طرزِ عمل چین نے مشرقی ترکستان میں اپنایا، وہی بھارت کشمیر میں اپنا رہا ہے

ماؤزے تنگ کی زیرِ قیادت آنے والے کمیونسٹ انقلاب کے دوران چین نے مشرقی ترکستان پر غاصبانہ قبضہ کیا، اور چین کی اسلام دشمن حکومت نے مشرقی ترکستان کا نام تبدیل کر کے ''سنکیانگ'' رکھ دیا، جس کا مطلب ہے: ''نئی سرزمین''۔ مشرقی ترکستان کا سنکیانگ میں بدل جانا محض نام کی تبدیلی نہ تھا، بلکہ ایک باقاعدہ منشور اور منظّم منصوبے کا اعلان تھا، جس کے تحت اس سرزمین اور اس کے باشندوں سے ان کی ''اسلامی'' شناخت چھین کر اس علاقے کو ایک یکسر ''نئی سرزمین'' میں تبدیل کیا جانا تھا۔ چنانچہ یہ اسی منظّم منصوبے کا نتیجہ ہے کہ وہی مشرقی ترکستان جس کی ۹۰ فیصد آبادی ۱۹۴۹ء میں خالصتاً سنی مسلمانوں پر مشتمل تھی اور ان کی تعداد تقریباً ڈھائی کروڑ کے قریب بنتی تھی، آج اسی خطے میں مسلمانوں کی کل تعداد محض ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے جو کہ مقبوضہ مشرقی ترکستان کی کل آبادی کا محض ۴۰ فیصد بنتا ہے۔ مسلم آبادی میں اس غیر معمولی کمی کے متعدد اسباب ہیں، جن میں سب سے نمایاں سبب شاید یہ ہے کہ چینی نسل کے باشندوں کو بہت سی مراعات دے کر مشرقی ترکستان منتقل کیا جاتا ہے۔ یوں چند دہائیوں کے اندر اندر اس خطے کی آبادی کا فطری تناسب تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو، بالخصوص مسلم خواتین کو، نوکریوں کے بہانے جبراً مشرقی ترکستان سے چین کے دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پھر چین کے علاقوں میں لے جائے جانے والی مسلم خواتین سے مختلف فیکٹریوں میں جبری مشقت لی جاتی ہے اور ان کی عزت و عصمت بھی چینی کافروں کے ہاتھوں مستقل خطرے میں رہتی ہے۔ نتیجتاً ایغور نسل کے مسلمانوں کے لیے اپنا تشخص برقرار رکھنا، اپنے نسب کی حفاظت کرنا اور اپنے وجود کو چینی نسل میں گم ہونے سے روکنا دن بدن مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ ایغور مسلمانوں کا تشخص مٹانے کے لیے چینی حکومت نے سنکیانگ کے تعلیمی اداروں میں ایغور زبان پر پابندی عائد کر کے تمام مضامین چینی زبان میں پڑھانے کے احکامات بھی جاری کر دیے ہیں۔

اس خطے میں مسلم آبادی میں کمی آنے کا ایک اور اہم سبب والدین کے لیے ایک سے زائد بچوں کی پیدائش پر قانونی پابندی ہے، جسے چینی حکومت جبراً نافذ کرتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو قتل کرنے اور ایغور نسل کے وجود کو غیر محسوس انداز میں مٹانے کے لیے چینی حکومت طویل المیعاد منصوبوں پر بھی عمل کر رہی ہے۔ مشرقی ترکستان کی سرزمین کو چین ہر قسم کے ایٹمی، حیاتیاتی اور کیمیائی ہتھیاروں کی تجربہ گاہ کے طور پر استعمال کرتا ہے جس کے نتیجے میں سالانہ بہت سے بچے ناقابلِ فہم امراض میں مبتلا ہو کر موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سن ۱۹۶۲ء سے لے کر آج تک چین اس علاقے میں ۳۵ سے زائد ایٹمی تجربات کر چکا ہے، جس کے منفی اثرات اس خطے کے باشندے اور اس کی زرعی پیداوار، دونوں ہی بھگت رہے ہیں۔ پھر وہ مسلم نوجوان جو دعوتی یا جہادی سرگرمیوں کے ''الزام'' میں گرفتار کر کے قتل کیے جاتے ہیں، ان کے صحیح اعداد و شمار سے تو شاید ہی کوئی واقف ہو۔

نہ صرف یہ کہ مسلمانوں پر مظالم توڑے گئے بلکہ وہ مظالم جن کا ہدف بذاتِ خود اسلام ہے، تو ان کی فہرست بھی کچھ کم طویل نہیں۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں چین نے اسلامی شعائر، مساجد و مدارس وغیرہ کو براہِ راست ہدف بنانا شروع کیا۔ بہت سے مدارس پر پابندیاں عائد ہوئیں، کئی مساجد مسمار کی گئیں، کتب خانے جلائے گئے، اور ہر قسم کی دینی و دعوتی سرگرمیوں کو بند یا محدود کرنے کی کوشش کی گئی۔ ماضی قریب میں ایک مرتبہ پھر چین کی اسلام دشمنی نے انگڑائی لی اور سن ۲۰۰۸ء میں داڑھی اور پردے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ یوں اسلام کے اساسی شعائر میں سے کم ہی امور ایسے بچے ہیں جنھیں بجا لانا چین میں قانوناً جائز ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ چینی حکومت نے آہستہ آہستہ ہر وہ دروازہ بند کیا جس کے ذریعے کسی ایغور مسلمان کے لیے چین سے باہر نکلنا اور کسی ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کرنا ممکن ہو سکے جہاں اسلام پر عمل کرنے کی آزادی ہو۔ آج کسی ایغور مسلمان کے لیے چین سے باہر سفر کا ویزہ حاصل کرنا، بالخصوص حج و عمرے کی ادائیگی یا پاکستان اور سعودیہ جیسے ممالک کے سفر کی غرض سے ویزہ لینا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! یہ تھی آر ایس ایس کے مشن، تکمیلِ مشن کی تیاری اور اس مشن کے لیے ان کا نمونۂ عمل۔ یہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے مظالم کی ہلکی سی جھلک تھی ورنہ اگر آر ایس ایس کے عزائم و مظالم کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو سیکڑوں صفحوں پر مشتمل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

ہند میں بسنے والی میری محبوب امتِ مسلمہ! جب بندہ ہندوؤں کے ''کیشو ابلی رام ہیڈگیوار'' کے دیے ہوئے مشن کے لیے دعوت، تیاری اور عمل دیکھتا ہے تو بندے کے رونگٹے کھڑے

ہو جاتے ہیں کہ ایک وہ مشن ہے جو آر ایس ایس کو "ہیڈگیوار" نے دیا ہے۔ اور ایک وہ مشن ہے جو ہمیں ہمارے رب نے دیا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ...... (سورۃ الأنفال:٦٠)

"اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو، تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعدا کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔"

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (سورۃ التوبۃ:٣٨)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سر و سامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔"

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (سورۃ التوبۃ:٤١)

"نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانو۔"

اللہ رب العزت نے ہمیں دعوت، اعداد اور قتال کا جو مشن دیا ہے، جب ہم مسلمانانِ ہند کی دعوت، اعداد اور قتال، اور ہندوؤں کی اپنے شیطانی مشن کے لیے دعوت، تیاری اور عمل کا تقابل کرتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کہیں ہم مسلمانانِ ہند نے اللہ رب العزت اور نبی اکرم ﷺ کے دیے ہوئے مشن کو پس پشت تو نہیں ڈال دیا۔ اور خوف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ہمارے لیے اس مشن کا انتخاب کیا ہے وہاں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ (سورۃ طہ:١٢٤)

"اور جو میرے 'ذکر' (دین) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں زندگی تنگ ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔"

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جو شخص اللہ کے دین سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس عملِ بد کا یہ بدلہ دیتا ہے کہ ہر چہار جانب سے اسے تنگی گھیر لیتی ہے اور روزی کی کشادگی کے باوجود اس کا سکون و اطمینان چھن جاتا ہے، اور مرنے کے بعد اس کی قبر بھی اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اور اس کی برزخ کی طویل زندگی شقاوت و بدبختی سے عبارت ہوتی ہے، اور قیامت کے دن اسے اندھا اٹھایا جائے گا اور جب اپنی اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں بنا دیا ہے میں تو دنیا میں اور قبر سے اٹھنے تک آنکھوں والا تھا؟ تو اللہ پاک اس سے کہیں گے کہ تم دنیا میں اسی طرح آنکھیں رکھنے کے باوجود دل کے اندھے تھے اور ہماری آیتوں کو ٹھکراتے تھے اس لیے آج تم جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے، اور کوئی تمہارا پرسان حال نہ ہو گا۔"

یعنی جو لوگ اپنی شہوتوں میں منہمک ہو کر اللہ کے دین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اللہ انہیں دنیا و آخرت میں ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اور آخرت کا عذاب بڑا ہی دردناک اور بہت ہی طویل ہو گا۔

رونگٹے اس وجہ سے بھی کھڑے ہوتے ہیں کہ کہیں ہم ہند کے مسلمان اللہ رب العزت کے حبیب، تلوار کے ساتھ مبعوث ہوئے، نبی الملحمہ ﷺ کے ان جہنم سے خلاصی اور فتح کی خوش خبری والے فرامین کو بھلا تو نہیں بیٹھے:

"مخبر صادق محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں: میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ ایک گروہ ہند پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو عیسیٰؑ کے ساتھ ہو گا۔" (صحیح حدیث بحوالہ مسند احمدؒ)

اور آپؐ نے فرمایا:

"میری امت کے کچھ لوگ ہند کے خلاف جنگ کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو فتح عطا فرمائے گا، حتیٰ کہ وہ ہند کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پائیں گے، اللہ ان مجاہدین کی مغفرت فرمائے گا۔ (اور) جب شام کی طرف پلٹیں گے تو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو وہاں پائیں گے۔" (الفتن از امام نعیم بن حمادؒ)

اے کشمیر و ہند میں بسنے والی غیور امت مسلمہ! آیئے اس سے پہلے کہ گائے کا پجاری اپنے مشن کی تکمیل تک پہنچ جائے، ہم اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ ہم اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں اور مبارک غزوۂ ہند کا ہر اول دستہ بنیں۔ آیئے ہم اپنے آپ کو یقین، دین و شریعت اور حرب و ضرب کی تعلیم سے اور حرب کے زیور سے آراستہ کریں...... (باقی صفحہ نمبر 119 پر)

اسلاموفوبیا

محمد راشد دہلوی

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

”ہندوستان میں اسلام اپنی حاکمیت چاہتا ہے۔ دینِ محمد مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان دارالکفر ہے اور اس کو دارالاسلام بنانا ہو گا۔ تو کیا آپ لوگ اس پر راضی ہو جائیں گے کہ آپ کے پیارے وطن کو دارالاسلام بنا دیا جائے؟ ہمارا قانون، ہماری عدالتیں، ہمارا نظام، ہماری تہذیب و تمدن سب کچھ ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ قرآن و سنت لے لیں؟ کیسی بات کرتے ہیں آپ؟“ (ایک پریس کانفرنس میں ہندوؤں اور ہندوستانی میڈیا سے ملک کے وزیرِ اعظم نریندر مودی کا خطاب)

”قرآن پاک سے جہادی آیات (خصوصاً سورۃ التوبہ) کو (نعوذ باللہ) نکالا جائے!“

”مسلمانوں کو اسلام سے اور اسلام کی تعلیمات سے رشتہ ناتا توڑنا ہو گا، کیوں کہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کا بھی وہی کلمہ ہے جو ان کے آبا (فاتح حکمراں) کا تھا۔ یہ ابھی تک اسی کتاب کو پڑھتے ہیں اور اس کے ایک ایک نقطے پر اٹل ہیں جس پر ان کے پوروج تھے، مسلمانوں کا وہی کلمہ، وہی نبی (ﷺ)، وہی طریق ہے جو ہندوستان کے فاتح حکمرانوں کا تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں نے مغلوں سے ڈر کر اپنا مذہب تبدیل کیا تھا (اور ہندو سے مسلمان ہوئے تھے)۔ اسلام ایک غیر ملکی مذہب ہے، اس لیے اگر اب مسلمان توبہ کر لیں اور اپنے دین سے رشتہ توڑ کر، گھر واپسی کرتے ہیں تو یہ ہمارے بھائی ہیں۔“ **(آر۔ایس۔ایس، سنگھ پریوار)**

حقیقت تو یہ ہے!!!

چہرے پر سنت کے مطابق نورانی داڑھی، سر پر ٹوپی اور پاجامہ ٹخنوں سے اوپر...... یہ وہ چیزیں ہیں جو ہندوستان میں کسی بھی مسلمان کے لیے محبت و نفرت کا سبب بنتی ہیں۔ محبت کے تقاضے وہ پورے کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے دین سے محبت رکھتے ہیں اور نفرت وہ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کے لیے بغض ہوتا ہے۔ یہ تو ایک سادہ سا فارمولا ہے جو دنیا کے کسی بھی خطے میں انسانوں کو پرکھنے کے لیے آزمایا جا سکتا ہے۔ انہی میں کچھ ایسے لوگ بھی دیکھے جا سکتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بھئی یہ تو پرانے دور کی چیزیں تھیں، اب زمانہ بدل چکا ہے۔ اب ہمیں تعلیم و ترقی اور جدیدیت کی طرف جانا چاہیے۔ محض بظاہر اسلامی حلیہ دیکھ کر انھیں آتنک وادی کہنا، انھیں نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا، انھیں ظالم اور سنگ دل سمجھنا اور حد تو یہ ہے کہ انھیں تکلیف دینے کی کوششیں کرنا نہایت غیر اخلاقی عمل ہے۔ جبکہ انھوں نے ایسا کچھ کیا ہی نہ ہو جس کے سبب ان کے ساتھ ایسا رویہ رکھا جا رہا ہے۔ انسان سے یہ نفرت و محبت دین کے مطابق حلیہ رکھنے کی وجہ سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل دشمنی دینِ محمد ﷺ سے ہے۔

اسلاموفوبیا کے نام پر مسلمانوں کو اپنی نفرت کا نشانہ بنانا اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کرنا تو جیسے ہندوستان کے آئین و قانون کا خلاصہ بن گیا ہے۔ ایسا بچہ جس کے ابھی دودھ کے دانت بھی نہ ٹوٹے ہوں، اسے ایک یا دو بار بے وقوف بنانے کے بعد، دوبارہ بے وقوف بنانا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن یہ کیا کہ پچھلے ۷۳ سالوں کی غلامی کے بعد بھی ہم ہیں کہ ہمیں اپنے کفریہ آئین پر پورا اعتماد ہے، ہم اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی حفاظت کرنا ہم اپنا کر تو یہ (فرض) جانتے ہیں!! ایسا قانون جس کے سپاہی... امن اور حفاظت تو دور کی بات، مسلمانوں پر ایسے جھپٹتے ہیں جیسے بھیڑیے، بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کرتے ہیں۔ اور ہم یہ ماننے کو بھی تیار نہیں کہ یہ پولیس، پولیس نہیں بلکہ وردی پہنے سنگھ پریوار کے غنڈے ہیں جو اب تک تعصب کی آگ میں جل رہے ہیں۔ مودی حکومت کے دور میں انھیں اپنی نفرت اگلنے کا موقع مل گیا ہے۔

ذرا بات سنیے!!!

اس مضمون کا مقصود یہ بتانا ہے کہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمان، چاہے بظاہر مسلمان لگیں یا نہ لگیں... چاہے وہ اسلام کے احکامات کو پورا کریں یا نہ کریں... چاہے وہ حرام، حلال کی پروا کریں یا نہ کریں، چاہے مسلمان صرف نام ہی کے مسلمان کیوں نہ ہوں اور ان کا عمل بالکل ہندوؤں جیسا ہو... پھر بھی انھیں اسلاموفوبیا کے نتیجے میں تعصب و ظلم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ ہندو مسلمانوں کو اسی عینک سے دیکھتے ہیں جس سے ان کے آبا کو دیکھتے تھے جو ان کے بتوں و نظام کے خاتمے کا باعث بنے تھے۔ الّا یہ کہ آپ نعوذ باللہ اپنے دین سے ہی پھر جائیں اور اس کا اعلان کر کے ہندوؤں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔ ہندو اس لیے مسلمانوں سے ڈرتے ہیں کہ ایک عرصہ انھوں نے مسلمانوں کی حکمرانی میں گزارا ہے، جس کے نتیجے میں لاکھوں کی تعداد میں ہندو جہالت کے اندھیرے کو خیر باد کہہ کر اسلام کی روشنی میں داخل ہوئے۔ اب جو انسانیت کے دشمن ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ ایک بار پھر ہندوستان میں دینِ محمد کا بول بالا ہو، اس لیے وہ مسلمانوں کو ہر طرح سے دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ صرف حلیہ میں ہی اسلامیت دیکھ کر یہ لوگ ڈر جاتے ہیں چاہے اسلام روح میں اترا ہو یا نہ۔ پھر ہندو کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے شان دار ماضی سے کاٹ کر حال کی غلامی سے ہی جوڑا جائے اور انھیں

(مسلمانوں کو) یہ سمجھایا جائے کہ یہی اب تمہارا مقدر ہے۔ جس طرح فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو قتل کروادیا تھا جب اسے پتہ چلا کہ اس کی سلطنت کا تختہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا بچہ ہی الٹے گا، اسی طرح ہندو اسلام سے اس قدر ڈرے ہوئے ہیں کہ کہیں یہ لوگ اپنے آباء کی طرح دینِ محمد پر مر مٹنے کے لیے تیار ہو گئے تو ہمیں ہندوستان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

میرے عزیزو! جب آپ دن میں کم از کم پانچ مرتبہ لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت سب سے بڑے ہیں اور پھر یہ گمان کرتے ہیں کہ ہندو ان کلمات کو ہلکا سمجھیں گے، جب کہ وہ ۸۰۰ سال تک انہی کلمات کو بلند کرنے والوں کے محکوم رہے ہیں! الحمد للہ نہ ہم نے اپنی اذان بدلی ہے اور نہ ہی اپنے رب کو سب سے بڑا کہنا چھوڑا ہے۔ جب آج تک ہم نے اپنے دین کے کسی حصے کو نہیں بدلا تو ہندوؤں کا یہ خوف بجا ہے کہ کہیں ہم اپنے آبا کے نقشِ قدم پر نہ چل پڑیں کہ جس سے ان کے بتوں کی خدائی خطرے میں پڑ جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان دینِ محمد کا حق ادا نہیں کر رہے لیکن اس کے باوجود ہندوؤں پر لرزہ طاری ہے۔ دودھ کا جلا، چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ جب آپ نے دل و جان سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو بھئی! کروڑوں کی تعداد میں بتوں کو پوجنے والے کیسے آپ کو برداشت کریں گے؟ چند روز پہلے سنگھ پریوار کی ایک ویڈیو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ ویڈیو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہندو کس قدر اسلام کے مخالف ہیں اور کتنے چوکنّے ہیں۔ ایک ہندو خاتون یہ تقریر کرتی ہے کہ "**یہ مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور ہمارے بتوں کا انکار کرتے ہیں، یہ مسلمان روزہ رکھتے ہیں تاکہ یہ اپنے جسموں کو جنگ کے لیے تیار کریں، یہ حج کرتے ہیں تاکہ اپنے نظریے کو ہمارے خلاف اور مضبوط کر سکیں**"۔ یہ ہے ہندوؤں کی سوچ و فکر، اور حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت اس سے غافل ہے۔ آپ جانے یا انجانے میں جو کہہ رہے ہیں وہ دنیا کے سبھی ادیان کی نفی ہے۔ اب یہ ادیان آپ کو اپنا دشمن ہی تصور کریں گے، آپ چاہیں یا نہ چاہیں۔ یہ ہماری امت کی کمزوری ہے کہ وہ ہر خطرے کو نظر انداز کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ جب آپ نے اللہ رب العزت کو سب سے بڑا مان لیا ہے، پھر اس بات کا اعلان بھی کرتے ہیں تو اب زندگی کے ہر شعبے میں اس بڑے کا حکم چلے گا۔ لیکن افسوس! یہ بات ہندوستان میں بسنے والی ہندو قوم کے دماغ میں تو بیٹھ چکی ہے کہ مسلمانوں کا رب اپنے بندوں سے کیا کہہ رہا ہے، اسی لیے وہ پورے لاؤ لشکر سمیت اسلام اور اہلِ اسلام کو مٹانے پر لگے ہوئے ہیں، لیکن مسلمان اس بات سے غافل ہیں کہ بھئی آپ سب سے بڑا تو اللہ کو کہتے ہیں، لیکن اپنے فیصلے کفریہ عدالتوں سے کرواتے ہیں! آپ سب سے پہلے جس کلمے کو سیکھتے ہیں، جس کا ہر روز ورد کرتے ہیں، جو آپ کو ہر بت کی مخالفت سکھاتا ہے، عملاً اس کو بھلا کر آپ بھائی چارگی کی آڑ میں ایک باطل دین کو اسلام کے ساتھ کھڑا کرتے ہیں!!

مندرجہ ذیل مثالیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا، جن کا مقصد یہ بتانا ہے کہ وہ مسلمان جو دینِ اسلام سے کوسوں دور ہیں، جو ہندوؤں سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہیں، جمہوری نظام میں شمولیت اختیار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو غلام بنائے رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں یا پھر یوں کہیں کہ وہ لوگ جو اسلام کا مذاق تک اڑاتے ہیں، ایسے لوگوں کو بھی ہندوؤں کے تعصب کا سامنا ہے تو ہم اور آپ اس بات کا اندازہ بآسانی لگا سکتے ہیں کہ وہ مسلمان جو اپنے رب کو ہی سب سے بڑا مانتے ہیں، جن کے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت سمائی ہوئی ہے۔ جو اپنے نبی ﷺ کی سنتیں پوری کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ جو حرام و حلال میں فرق کرتے ہیں۔ تو ایسے مسلمانوں کو دیکھ کر ہندو ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ مسلمان جو اپنے دین سے محبت کرتے ہیں، اپنے آبا کی طرح جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند نہ کر دیں، تو ایسوں کے لیے ان ہندوؤں کے دلوں میں بغض و نفرت کا عالم کیا ہو گا۔

احسان جعفری جن کا تعلق کانگریس پارٹی سے تھا اور وہ لوک سبھا کے ممبر بھی تھے۔ ۲۰۰۲ء گجرات گلبرگ سوسائٹی قتلِ عام میں ہندوؤں نے انہیں قتل کر دیا۔ باوجود اس کے کہ پولیس اسٹیشن جعفری کے گھر سے شاید ایک کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور پولیس کمشنر کا آفس بھی ۲ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ گجرات کے پولیس کمشنر (پی۔سی۔پانڈے) نے خود جعفری کے گھر کا دورہ کر کے اسے یہ یقین دلایا کہ ۵ گھنٹے کے اندر پولیس یہاں پہنچ جائے گی اور دنگائیوں کو تتر بتر کر دے گی۔ لیکن جب ہندو فسادیوں نے گلبرگ سوسائٹی پر حملہ کیا تو جعفری پولیس کمشنر، ڈی۔آئی۔جی اور میئر کو ٹیلی فون کرتے ہی رہ گئے، مگر ان کی مدد کو کوئی نہیں آیا۔ ان کے گھر میں دوسرے مسلمانوں نے بھی پناہ لے رکھی تھی۔ آخر دنگائیوں نے جعفری کو قتل کر دیا، ان کی بیوی نے ان کی موت کا ذمہ دار اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ نریندر مودی کو ٹھہرایا۔ لیکن سپریم کورٹ نے اس معاملے کے لیے ایک اسپیشل ٹیم بنائی جس میں (سی۔بی۔آئی) کا سابق چیف بھی شامل تھا۔ یہ کہا گیا کہ گلبرگ قتلِ عام میں مودی شامل نہیں تھا اور نہ اس نے یہ کہا کہ جاؤ اور جا کر لوگوں کو قتل کرو۔ اس اسپیشل ٹیم نے یہ بھی کہا کہ جعفری نے بھیڑ پر فائر بھی کیا تھا جس کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کس شخص کو قتل کرنے کی سازش رچائی جا رہی ہے؟ ایسا شخص جو لوک سبھا کا ممبر ہو۔ جسے پولیس کمشنر، ڈی۔آئی۔جی اور میئر یہ یقین دلا رہے ہوں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ لیکن پھر اس کا انجام کیا ہوا اور قتل کے بعد بھی اس کے گھر والے در در انصاف کے لیے پھرتے رہے لیکن حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ ہے اپنے آپ کو سیکولر کہنے والی پولیس کا متعصب چہرہ۔

اس قسم کے برائے نام مسلمانوں کا تذکرہ اس لیے کر رہا ہوں تاکہ یہ بتا سکوں کہ آخر ہندوؤں کی نفرت اسلام سے کس حد تک ہے۔ بالی وُوڈ میں کام کرنے والا ایک اداکار عمران ہاشمی (جو اپنی فحش حرکات کے سبب مشہور ہے)، اس کا ماموں مہیش بھٹ ایک کشمیری پنڈت ہے۔ جس کا آدھا خاندان ہندو اور آدھا مسلمان ہے۔ آپ ایسے شخص کی صورتِ حال سمجھ سکتے ہیں جو ہر لحاظ سے اسلام سے دور اور ہندوؤں سے قریب ہے۔ ایسا شخص ممبئی میں ایک سوسائٹی میں ایک فلیٹ خریدنے کی عرضی دیتا ہے۔ جس کے جواب میں اسے کہا جاتا ہے کہ جناب آپ اس

سوسائٹی میں فلیٹ نہیں خرید سکتے کیوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں اور ہم نے اس سوسائٹی میں کسی مسلمان کو جگہ نہیں دینی۔ عمران صاحب کہتے ہیں کہ بمبئی میں ایک ہندوستانی ہوں اور میں تو آپ ہی کی طرح کا ہوں۔ جو آپ کرتے ہیں وہ میں کرتا ہوں۔ جہاں آپ ماتھا ٹیکتے ہیں وہیں میں بھی جھکتا ہوں۔ بس میرا نام مسلمانوں کا سا ہے، وہ بھی میری فلموں کی وجہ سے، تاکہ ان کی شہرت پر کوئی اثر نہ پڑے۔ ورنہ ایسے لوگوں کے لیے اسلام و کفر میں کیا فرق۔

آپ اندازہ کیجیے کہ صرف نام مسلمانوں جیسا ہونا بھی ہندوؤں کو پسند نہیں، چاہے آپ کا عمل پورا ہندوؤں جیسا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ہے ہندوؤں کے تعصب کا پیمانہ جس سے اسلام کے احکامات پر چلنے والا اور اسلام کے احکامات کو پس پشت ڈالنے والا، دونوں نہیں بچتے۔ عمران ہاشمی کا تعلق کہیں سے بھی اسلام سے نہیں ہے، نہ جانے کتنے ہی بتوں کو یہ لوگ سجدہ کرتے ہیں، حرام کام کرتے ہیں، ہندوؤں سے رشتے ناتے جوڑنے کو فخر سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی صرف نام عمران ہونے کی وجہ سے اسے ہندوؤں نے ذلیل کیا۔

اسی طرح ایک ٹی۔وی انٹرویو میں ایک اور اداکار اعجاز خان ذلت کے کٹہرے میں کھڑا نظر آتا ہے، جہاں اسے پریم شکلا (جو سامنا، شیو سینا کے زیرِ اثر چلنے والے اخبار کا ایڈیٹر ہے) گائے کا گوشت کھانے کی حمایت میں اپنے تعصب کا نشانہ بنا رہا ہے۔ انہی کے درمیان رہ کر، انہی کے ساتھ کام کر کے، انہی کے سُر میں سُر ملا کر، دیش بھگتی کے گیت گانے کے باوجود بھی، اسے مسلم شدت پسند، پاکستانی اور نہ جانے کیا کیا کہا جا رہا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ شکلا طاقت کے نشے میں چور، کس دلیری سے غنڈوں جیسی زبان کا استعمال کر رہا ہے جبکہ خان صاحب کو یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ آخر کہوں تو کیا کہوں۔ پھر جھنجھلا کر خان صاحب سیکولرازم کی بات شروع کر دیتا ہے۔

ان دونوں واقعات سے ایک بات تو بالکل صاف ہے کہ چاہے آپ اچھے مسلمان ہیں یا برے مسلمان، ہندو بہر حال اچھے ہندو ہیں، اپنے مذہب سے وفادار اور اپنے بتوں کی محبت میں مسلمانوں کے کٹر دشمن۔ لہٰذا مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے پر، مسلمان جیسا نام رکھنے پر ہی آپ کو ذلت و تعصب جھیلنا ہو گا۔

یاد رکھنے کی بات

ہندوستان میں چند ایک مسلمانوں کو ترقی کرتے دیکھ کر آپ دھوکا نہ کھائیے گا، کیوں کہ یہ ہندوؤں کی پالیسی کا ہی ایک حصہ ہے کہ قوم کے چند لوگوں کو نمونے کے طور پر اوپر لائیے تاکہ کروڑوں مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیسا جا سکے اور یہ کہا جا سکے کہ دیکھیں ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا، ہندوستان میں مسلمان ترقی کر رہے ہیں۔ اے۔ پی۔ جے عبدالکلام بھی ہندوستان کا صدر رہا ہے۔ بولی ؤوڈ کے کالے ستارے بھی مسلمان ہیں۔ اسی طرح چند مسلمانوں کا نام گنوا کر مسلمان اور دنیا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایک واقعہ ہمارے ایک عزیز بھائی نے ہمیں بتایا، جن کا تعلق جمشید پور، جھارکھنڈ سے تھا۔ ۹۰ء کی دہائی میں جمشید پور کے ایک ہندو اکثریت والے اسکول میں مسلمان استاد پڑھایا کرتے تھے جنھیں اپنے ہندو شاگردوں سے بہت محبت اور لگاؤ تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے یہ شاگرد بھی ان سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ جمشید پور میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان عید الاضحیٰ کے موقع پر حالات کشیدہ ہو گئے۔ کئی علاقوں میں حالات بہت زیادہ خراب تھے۔ انہی میں سے ایک علاقے میں وہ استاد صاحب رہا کرتے تھے۔ موقع کی نزاکت کو بھانپ کر اس اسکول میں پڑھنے والے مسلم شاگرد استاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سر! حالات بہت خراب ہیں، ہندو کبھی بھی کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ آپ اور آپ کے گھر والوں کے لیے بہتر ہو گا کہ آپ ہمارے علاقوں میں منتقل ہو جائیں، جو نسبتاً اس علاقے سے محفوظ ہیں۔ استاد صاحب یہ سن کر بہت غصہ میں آئے اور فرمایا، 'یہ حالات آپ لوگوں کے لیے خراب ہوں گے، میں تو یہاں پڑھاتا ہوں اور یہ ہندو میرے عزیز شاگرد ہیں۔ تم لوگ مجھے ان سے دور کر کے ان کے خلاف کرنا چاہتے ہو؟'۔ مسلمانوں نے شیخ صاحب کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن بات تھی کہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ پھر بھی مسلمانوں نے زور دے کر ان کی فیملی کو وہاں سے شفٹ کر دیا۔ لیکن استاد وہیں پر جمے رہے۔ ۲۰، ۲۵ دنوں بعد جب حالات کچھ بہتر ہو گئے تو مسلمان وہاں پہنچے، لیکن استاد صاحب کو گھر پر نہ پا کر بہت پریشان ہوئے اور انھیں ڈھونڈنے لگے۔ بہت مشقت کے بعد، استاد صاحب کے گھر کے پاس ایک کنواں تھا، اس میں سے استاد صاحب کی لاش ٹکڑوں میں برآمد ہوئی۔ بعد میں یہ پتہ چلا کہ انہی دنوں استاد صاحب کے کچھ بااعتماد و عزیز و محبوب ہندو شاگرد رات کو گھر آئے اور استاد صاحب کا کام تمام کر کے چلے گئے۔

جب کبھی بھی ہم اپنے نبی ﷺ کے طریق کو چھوڑ کر کسی مشرک بھیم راؤ امبیڈکر کے بتائے راستے پر چلے ہیں تو ہمارا انجام اسی طرح ہوا ہے۔ مسلمانوں سے نفرت، انھیں ان پڑھ، جاہل سمجھنا، جبکہ ہندوؤں سے محبت اور ان سے اور ان کی ترقی سے متاثر ہونا انتہائی خطرناک بات ہے۔ اگر ہم زہر کو زہر نہ سمجھیں اور امرت کہیں اور پی بھی لیں تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟

مندرجہ بالا واقعات ذکر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلاموفوبیا کے نام پر ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان ستائے جا رہے ہیں۔ کبھی ایک دین دار مسلمان کو قتل کیا جاتا ہے، تو کبھی ایک کاروباری مسلمان کو ستایا جاتا ہے، کبھی تو ایسے مسلمانوں پر گاج گرتی ہے جو انہی میں سے ہیں یعنی سیکولر مسلمان۔ ایسے مسلمان جن کے اندر تھوڑی بھی غیرت باقی ہے، جو اپنی ماؤں، بیٹیوں و بہنوں کی عزت و آبرو کا خیال دل میں رکھتے ہیں، ایسے مسلمان جو اپنے رب کے دین کی مدد کرنا چاہتے ہیں، ایسے مسلمان جو اپنے رب کے گھروں کو شہید ہوتے نہیں دیکھ سکتے، وہ سوال کرتے ہیں کہ آخر ہم کریں تو کیا کریں، تقسیم ہند سے لے کر اب تک ہم نے ہر طریق کو اپنا کر دیکھ لیا۔ جمہوریت، انسانی حقوق کے ادارے، عدلیہ، پولیس و فوج، سیاسی جماعتیں۔ لیکن ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک سکّے کے دو پہلو ہیں، جب کہ

دوسرا پہلو ہندو دہشت گردوں کی شکل میں ہمارے اوپر مسلط ہے۔ مسلمانوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف تو ان اداروں کی شکل میں ایسے لوگ ہیں جو ہمدردی کا جھوٹا چہرہ ہمیں دکھاتے ہیں، تو دوسری طرف ہندو ہارڈلائنز مسلمانوں کا جینا دوبھر کیے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی مشکلات کا حل صرف اور صرف اس میں ہے کہ وہ قرآن و سنت کو اپنا طریق بنالیں۔ اگر ان کے لیے یقین کرنا مشکل ہو تو ہندوستانی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو دیکھیں کہ کس طرح انھوں نے اللہ کے دین کی مدد کی اور اللہ رب العزت نے ان کی مدد کی اور فتح المبین عطا فرمائی۔

ایک پیغام

اے میرے ہندوستانی بھائیو! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کیا سیکولرازم کی حمایت کرنے سے ہماری زندگی بڑھ جائے گی؟ کیا وطن پرستی کرکے ہم زیادہ جی سکتے ہیں؟ مرنا تو ایک دن ضرور ہے تو کیوں نہ مردوں کی طرح موت کو گلے لگایا جائے۔ ہمیں ایک بزدل قوم کا سامنا ہے، کیا ان کے **چار ہاتھ اور آٹھ پاؤں ہیں**؟ کیا ان کے دس سر ہیں؟ کیا وہ بہت بہادر ہیں؟ آپ یقین جانیے کہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ کبھی شاملی کے میدان میں، کبھی سندھ کے صحراؤں میں اور کبھی ہندوستان کے میدانوں میں، ہم ہی نے اپنے سے زیادہ طاقت رکھنے والے ہندوؤں کو دھول چٹائی ہے۔ ہم ہی نے ان بزدل ہندوؤں کو محض اللہ کے فضل سے دن میں تارے دکھائے ہیں۔ بہادری و شجاعت ہمارے اندر تھی۔ بزدلی و چاپلوسی ان کے اندر پائی جاتی تھی۔ لیکن جب سے ہم نے جہاد کو چھوڑا ہے تب سے رسوائی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ آج ایک بار پھر کشمیر میں میدان گرم ہے، محاذوں کی مٹی ہندوستانی مجاہدین کے خون سے تر ہونے کو بے قرار ہے۔ کشمیر کے شجر ایک بار پھر سے ہندوستانی مجاہدین کی بہادری و شجاعت کے جوہر دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں۔ چھوڑو یہ رونا، ہمارا کام ڈر کر آنسو بہانا نہیں، بلکہ میدان میں رب کی خاطر اپنا خون بہانا ہے۔ اللہ کی قسم ہم بہادر بنیں، مردانگی کے ساتھ موت سے گفتگو کریں، کمبل اوڑھ کر زخموں سے ڈر کر کہیں ہم دبک نہ جائیں۔ بدر و حنین کے رب کی قسم! دہلی، ممبئی، حیدرآباد، آسام، بنگال اور ہندوستان کے ہر ہر خطے میں ایسے نوجوان موجود ہیں جن میں ایک ایک مسلم نوجوان دس دس ہندوؤں پر بھاری ہے۔ پھر کشمیر کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں ۲ یا ۳ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں مسلح بھارتی فوج کو گھنٹوں گھنٹوں جنگ کرکے یہ پیغام دیتے ہیں کہ مردانگی ہمارے اندر پائی جاتی ہے جبکہ بزدلی تمہاری گھٹی میں پڑی ہے۔

★★★★★

بقیہ: آیئے غزوۂ ہند کے سپاہی بنیں!

چاہے چھری میسر ہو یا کلاشن اور اللہ پاک سے نصرت مانگتے ہوئے سرزمین ہند و کشمیر میں بھرپور طریقے سے جہاد و قتال کریں۔ جان لیجیے مسلمانانِ کشمیر کا جہاد و قتال مسلمانانِ ہند اور مسلمانانِ ہند کا جہاد و قتال مسلمانانِ کشمیر کی فتح کی نوید ہے۔ آیئے ایک دوسرے کا سہارا بنیں، اور نبی اکرم ﷺ کی بشارت کے مستحق ٹھہریں۔

اے ہند، کشمیر، اور برِ صغیر میں بسنے والی ہماری محبوب امتِ مسلمہ! آیئے اس ربِ کریم سے گڑگڑا کر دعا مانگیں، جس نے مریم علیہا السلام کے لیے بے موسم پھلوں سے رزق کا انتظام کیا۔ جس ربِ کریم نے زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں بیٹے کی خوش خبری دی۔ اے ربِ کریم! بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، ہم تجھ سے بس یہ مانگتے ہیں کہ ہمیں اُس غزوۂ ہند کا سپاہی بنا جس مبارک غزوے کے سپاہیوں کے لیے تیرے حبیب ﷺ نے جہنم سے خلاصی اور فتح کا مژدہ سنایا ہے۔ آمین ثمّ آمین۔

وما علینا الا البلاغ!

بقیہ: شہید سیّد فائز شاہ

اسی دوران آپ کے ایک کزن نے خواب دیکھا کہ آپ کے چہرے پہ گھنی اور لمبی داڑھی ہے تو اس نے قریبی مجاہد سے معلوم کیا تو اس مجاہد نے ان کے کزن کو پورا واقعہ سنایا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے شہدا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور ہمیں بھی اپنی راہ میں مقبول شہادت سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

بقیہ: سحر ہونے کو ہو

تیزی سے کمنٹ ٹائپ کرکے اس نے اینٹر کا بٹن دبایا اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کافی دیر انتظار کے بعد بھی جب مومنہ نے جواب نہ دیا تو اس نے کمپیوٹر بند کر دیا اور سٹڈی سے باہر نکل آیا۔ اماں اٹھ چکی تھیں اور کام والی سے صفائی کروا رہی تھیں۔ ابو بکر کو باہر آتا دیکھ کر محبت سے مسکرا دیں۔ ابو بکر بھی مسکرا دیا اور وہیں اماں کے ساتھ کھڑا ہو کر گھر کے کام کاج ہوتے دیکھنے لگا۔

(جاری ہے ان شاء اللہ)

قدم بڑھاؤ مسلمانانِ ہند...... خدا ہمارے ساتھ ہے!

محمد علی پرتاپ گڑھی

قرآن کریم اللہ رب العزت کی وہ عظیم کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ زمانہ کتنی ہی کروٹیں کیوں نہ لے اور حالات کیسے ہی بدلے ہوئے نظر کیوں نہ آئیں، ایمان والے جب بھی قرآن پاک کو رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کھولتے ہیں اور کھولیں گے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوے میں اپنے تمام مسائل کا حل اور اپنے لیے ہر ہدایت اور رہنمائی پائیں گے۔

اللہ کا دین اتنا پیارا ہے اور اللہ کی کتاب اتنی عظیم ہے کہ زندگی کا کوئی پہلو بھی اس میں تشنہ نہیں چھوڑا گیا۔ ایمانیات، عقائد، معاملات، معاشرت، حلال و حرام، دوستی و دشمنی کے اصول اور دوستوں و دشمنوں کی پہچان سب ہی کچھ تو اللہ رب العزت نے سکھا دیا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا......

(سورۃ المائدۃ:۸۲)

”تم یہ بات ضرور محسوس کرلو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔“

یہود و مشرکین کی دشمنی چھپائے نہیں چھپتی۔ ان کے دلوں کا بغض ان کے مونہوں سے ابلتا رہتا ہے اور وہ اہل ایمان کو دیکھ دیکھ کر انگارے چباتے ہیں۔ یہود کی مسلم دشمنی تو کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں اور روزانہ کی بنیاد پر فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیل کے بڑھتے ہوئے مظالم سے کون واقف نہیں۔ اور ماضی قریب میں مشرک ہندوؤں کے تعصب، بغض اور دشمنی کی بہت واضح مثالیں برما میں بدھ مت کے پیروکاروں کی جانب سے روہنگیا مسلمانوں پر ڈھائے گئے انتہا درجے مظالم، کشمیر میں قریباً نصف صدی سے جاری ہندوؤں کے ظلم و ستم اور پھر ہندوستان میں شہریت ترمیمی بل کے نام پر مسلمانوں کا زبردست استحصال اور احتجاج کرنے والے مسلمانوں پر تشدد اور بعد ازاں مسلم اکثریتی علاقوں میں باقاعدہ کریک ڈاؤن کر کر کے مسلمانوں کے قتل عام کی صورت میں نظر آتی ہیں۔

اب مسلمانوں پر تشدد اور ظلم کے تازہ واقعات کورونا وائرس کے پھیلنے کے بعد سامنے آرہے ہیں۔ ہم مسلمان ویسے ہی ہندوستانی معاشرے کا نہایت کم زور اور غریب طبقہ ہیں پھر ہندو انھیں زمین سے لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے بھی نہیں دیتے۔ اب کورونا وائرس کے پھیلنے کے بعد ہندوستانی میڈیا بحکم مودی بھارتی حکومت ہی کی ترجمانی کررہا ہے اور محض وہی خبریں میڈیا سے نشر کی جارہی ہیں جنھیں حکومتی آشیر باد حاصل ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ بغل میں چھری منہ میں رام رام کے مصداق مودی نے بیان بھی جاری کر دیا کہ کورونا رنگ نسل اور مذہب کو نہیں دیکھتا!! مگر ہندوستان بھر میں مسلمانوں کی حالتِ زار کی عملی تصویر یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں پروپیگنڈا مہم زوروں پر ہے کہ یہ مسلمان ہیں کہ جو کورونا وائرس پھیلا رہے ہیں اور یہی معاشرے کی گندگی ہیں لہٰذا انھیں ہمارے معاشروں سے نکالا جائے۔ مسلمان ٹھیلے والوں سے سبزی پھل خریدنے کی ممانعت ہے کہ یہ ان میں کورونا وائرس کی آمیزش کررہے ہیں، مسلمانوں کے چائے اور کھانے کے کھوکھوں سے بھیڑ چھٹ گئی ہے اور پہلے سے معاشی اور معاشرتی طور پر پسماندہ مسلمانوں کو کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی۔ جن مسلمانوں نے لاک ڈاؤن کے نفاذ سے چند روز قبل نظام الدین کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کی انھیں پورے معاشرے میں اس حد تک نکّو بنا دیا گیا کہ اس اجتماع سے واپس آنے والے ایک مسلمان نے معاشرتی مقاطعہ سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کرلی۔ انھیں ہی وائرس کے پھیلاؤ کا اصل ذمہ دار قرار دیا گیا۔ جب کہ لاک ڈاؤن کے نفاذ کے بعد یوپی (اترپردیش) اور ایم پی (مدھیا پردیش) سمیت کئی علاقوں میں بڑے بڑے ہندو اجتماعات ہوئے جن میں سے ایک میں شرکا کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچی، ایک میں چالیس ہزار، ایک میں پچیس ہزار اور باقی اجتماعات میں بھی شرکا کی تعداد ہزاروں میں رہی۔ مگر نہ تو ان اجتماعات پر پابندی لگی، نہ ان کے شرکا میں کورونا وائرس کا کوئی کیس رپورٹ ہونے کی خبر نشر ہوئی اور نہ ہی اجتماع کے ذمہ داران اور شرکا کو حراست میں لیا گیا نہ ہی انھیں قرنطینہ میں ڈالا گیا۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ مسلمان کسی بھی بیماری کے لیے ہسپتالوں کا رخ کریں تو انھیں ہسپتال میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا اور ہر قسم کے علاج معالجے کی سہولت فراہم کرنے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی ایسا رویہ کیوں اختیار کیا جارہا ہے؟ صرف مسلمان ہی اس بدترین فاشزم کا شکار کیوں ہو رہے ہیں؟ ہندوستان میں کئی دیگر مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں اور وہ بھی نہایت چھوٹی چھوٹی اقلیتوں کی صورت میں، جب کہ مسلمان تو ہندوستان کی دوسری بڑی اکثریت ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس نہ کوئی قوت ہے نہ طاقت، نہ ان کی کوئی آواز ہے اور نہ ہی حمایت؟

تمام اقلیتوں کو چھوڑ کر اہلِ اسلام کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ جانے کی وجہ ان مسلمانوں کا دین اسلام ہے۔ مشرک ہندو نفسِ دینِ اسلام ہی سے خائف ہیں کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو ہر قسم کے شرک و کفر پر ضرب لگاتا ہے اور دین کو فقط اللہ رب العزت کے لیے خالص چاہتا ہے۔ اللہ رب العزت کا اصول ہے کہ اللہ چاہے تو ہر قسم کے گناہ کو معاف فرما سکتا ہے، مگر شرک وہ چیز ہے کہ جسے اللہ رب العزت کبھی معاف نہیں فرماتا۔ اہل شرک و کفر کو اگر خطرہ ہے تو اسلام سے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ جب بھی اہل اسلام بیدار ہوئے اور جب بھی وہ اپنے عظیم دین کی جانب واپس لوٹے تو کفر و شرک کی کوئی قوت اپنے لیے جائے پناہ نہ پا سکے گی۔

پھر دوسری یہ بات کہ ہندوستان میں ہم مسلمان اس قدر کم زور کیوں ہیں؟ ہمارے پاس کوئی قوت اور طاقت کیوں نہیں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آج ہم مسلمان محض نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ امت مسلمہ نے اللہ اور اللہ کے رسول کی غلامی چھوڑ کر غیر قوموں کی غلامی اختیار کر لی اور کفار کے رسوم و رواج اور عادات و اطوار میں عزت تلاشنی چاہی، نتیجتاً مسلمان اپنے دین پر عمل چھوڑ بیٹھے اور انھوں نے کفار و مشرکین کی سی خصلتیں بھی اپنا لیں، وہ اپنی دینی غیرت اور دینی تشخص کو بھول بیٹھے اور بحیثیت مسلمان انھوں نے اپنی پہچان کھو دی لہٰذا ان کی شناخت ان سے چھین لی گئی اور وہ خس و خاشاک کی مانند ہو کر رہ گئے۔ وہ تمام آداب و اخلاق، معاشرت و معاملات کے اصول جو اللہ رب العزت نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سکھائے تھے، مسلمان انھیں چھوڑ بیٹھے اور کفار نے ان کو اختیار کر لیا اور مسلمان یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ سب دراصل کفار ہی کا ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ تقسیم ہند سے پہلے کے دور میں جامع مسجد دہلی کے پاس ایک انگریز رہتا تھا، وہ مسلمان ہو گیا، اب وہ مسجد میں نماز کے لیے آنے لگا۔ جب اس کو وضو کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ وضو خانے میں وضو کرتا۔ اس نے دیکھا کہ یہ وضو خانہ بہت گندا ہو رہا ہے، اس کی نالیاں بہت خراب ہو رہی ہیں، کہیں کائی جم رہی ہے، کہیں ناک کی ریزش پڑی ہوئی ہے، کہیں کچھ پڑا ہے، کہیں کچھ۔ کچھ دن تک تو دیکھتا رہا، ایک دن اس نے سوچا کہ جب کوئی اور آدمی اس کی صفائی نہیں کر رہا ہے تو چلو میں ہی اس کی صفائی کر دوں۔ چناں چہ اس نے جھاڑو لے کر وضو خانے کی نالیوں کو صاف کرنا شروع کر دیا، کسی شخص نے دیکھا کہ یہ انگریز نالیاں صاف کر رہا ہے تو اس نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ یہ انگریز مسلمان تو ہو گیا ہے لیکن 'انگریزیت کی خو بو' اس کے دماغ سے اب تک نہیں گئی۔ مسلمانوں نے اپنے دینی اقدار کو غیروں کا سمجھ کر چھوڑ دیا اور غیروں کے طور طریقوں کو عزت کا معیار سمجھ کر اپنا لیا۔ مسلمان اگر اپنے دین پر عمل کرتے، اپنے رب کے احکامات اور اپنے نبی کی سنتوں سے چمٹے رہتے تو اعداد یعنی کفار و مشرکین سے مقابلے کی تیاری کے الٰہی حکم اور نبوی سنت کو زندہ رکھتے۔ یوں اللہ کے اور ان کے دشمنوں پر ان کا رعب و دبدبہ قائم رہتا، ان کی مذہبی آزادی سلب نہ ہوتی اور ان کا وقار یوں مجروح نہ کیا جاتا۔

اب بھی وقت گزرا نہیں۔ ابھی بھی کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ بالخصوص ہم ہندوستانی مسلمانوں کی بات اگر کی جائے تو ہم تو گویا بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہیں اور چہار اطراف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمن بھی ایسا کہ جو آج یا کل ضرور ہمیں نقصان پہنچائے گا اور ہمیں اپنانا تو دور کی بات یہ ہمیں کبھی بھی زندہ نہیں دیکھنا چاہے گا، لہٰذا اگر ہم مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ہم ہندوستان میں ایک مرتبہ پھر عزت و وقار کے ساتھ جئیں اور پھر سے فاتح بن کر ابھریں تو ہمیں اپنے دین کی جانب لوٹنا ہو گا۔ دین کا علم ہو گا تو اس پر عمل ہو گا۔ اپنے دین کو دانتوں سے تھامیں گے تو یہ دین ہمیں سربلندی عطا کرے گا۔ مسلمانانِ ہند پر واجب ہے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں، وہ علم جو خالی خولی اسناد پر مشتمل نہ ہو بلکہ عمل میں مدد و معاون ہو، دین کا وہ علم جو ہمیں اپنی دینی غیرت و حمیت سے آگاہ کرے، جو ہم میں وہ سوئی ہوئی جرأت بیدار کرے جس کے مقابل دشمن ٹک نہیں سکتے۔ دین پر عمل ہی دراصل وہ کنجی ہے جو مسلمانوں کو اپنی موجودہ حالت پر مطمئن نہیں رہنے دے گی اور انھیں مشرکین و کفار سے مقابلے پر ابھارے گی، انھیں اعداد کی جرأت و توفیق عطا کرے گی اور دشمنوں کے دلوں پر ان کا رعب بٹھائے گی۔

مسلمانانِ ہند کا نوجوان طبقہ خاص طور پر ہمارا مخاطب ہے کہ یہ وہ آتش فشاں ہے جو اگر اپنے دین کی نصرت کے لیے پھٹ پڑا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور یہی وہ طبقہ ہے جو عشروں سے جاری ظلم و ستم پر راضی رہنے کی بجائے اس کے خلاف سینے تان کر کھڑا ہو سکتا ہے۔ قابل صد احترام علمائے کرام سے بھی التجا ہے کہ کمزوری اور ضعف کے اس وقت میں مسلمانوں کے اندر اسلامی بیداری پیدا کریں، انھیں ان کے دین کی حقیقی روح سے روشناس کروائیں اور کفار و مشرکین کے خلاف دفاعی جہاد کے لیے اعداد و تیاری میں ان کی رہنمائی اور امامت کریں۔

آیئے قدم بڑھاتے ہیں، ان شاء اللہ ہم اہلِ ہند اللہ کی مدد و نصرت کو اپنے ہم رکاب پائیں گے!

★★★★★

بڑی مصیبت!

''ہمارا مسئلہ صرف یہی نہیں کہ ہمارے حکمران غیروں کے ایجنٹ ہیں بلکہ اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہماری دینی تحریکیں ان طاغوتوں کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین ہیں لہٰذا ان کا احترام کیا جائے۔ بعض ان کو کشتیٔ نوح قرار دیتے ہیں حالاں کہ اس کشتی میں بیٹھنے والے کا انجام غرق ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ دین کے نام پر اس سے بڑا جھوٹ اور دھوکہ ممکن نہیں۔ میں ان جماعتوں میں موجود مخلص لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی تحریکوں کو ایسے افراد اور ایسے افکار سے پاک رکھیں۔''

(محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ)

(بحوالہ: 'اے اللہ! صرف تیرے لیے')

کچھ یادیں 3

ابرار احمد

اس تحریر میں کچھ ایسے واقعات ہیں جو مجھے کبھی نہیں بھولتے ان میں سے کچھ تو میرے ساتھ پیش آئے یعنی میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کچھ دوسروں سے سنے۔ یہ واقعات کسی خاص موضوع سے تعلق نہیں رکھتے؛ ان میں مجاہدین کے ایثار، بہادری، تقویٰ وغیرہ کے واقعات ہیں، کچھ انصار کے مہاجر مجاہدین کے ساتھ محبت کے قصے ہیں اور کچھ کافروں کے مظالم کی داستانیں بھی۔ بس ملے جلے واقعات ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنے حضور قبول فرما لے، آمین۔ (ابرار احمد)

ایک نیا ساتھی

''اِس کو دھکا لگاؤ یار کیونکہ اِس میں پٹرول ختم ہو گیا ہے۔ اُس ساتھی نے بائیک کو دھکا لگانا شروع کر دیا اور میں بائیک کو آگے کھینچنے لگا۔ پہاڑی علاقہ تھا اور تھی بھی چڑھائی، اِس لیے تھوڑی دیر میں ہی ہم کافی تھک گئے میری تو بالکل بس ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے اُس بیچارے کا بھی یہی حال تھا۔ اوپر سے گرمی اتنی شدید تھی کہ ہم دونوں پسینے سے شرابور تھے حالانکہ مجھے کماندان طارق بنگالی بھائی نے کہا بھی تھا کہ اِس کا پٹرول چیک کر لو اور میرے خیال میں یہ تھا کہ اِس میں ابھی پٹرول ہے اور ابھی جب ہم نے سفر شروع کیا تو درمیان میں آ کے اِس کا پٹرول ختم ہو گیا۔''

قارئین یہ واقعہ سنانے والے مولوی اسد اللہ بلوچ بھائی ہیں جو کافی عرصہ قندھار میں مجاہدین کو لانے اور لے جانے یعنی رہبری کا کام سرانجام دیتے رہے۔ اِن کی قندھار کے علاقے شر اوک میں پڑنے والے مشہور چھاپے میں ایک آنکھ بھی شہید ہوئی اور ابھی دوسری آنکھ کے ساتھ ہمارے ساتھ شریک جہاد ہیں، تو وہ اپنے ایک سفر کی روداد مجھے سنا رہے تھے حالانکہ میں بھی اس وقت مرکز میں موجود تھا مگر یہ کہانی انہوں نے مجھے بہت عرصہ بعد سنائی جو آگے آنے کو ہے۔

اب میں تھا اور یہ بائیک اور میرے ساتھ ایک ساتھی تھا جو اپنے حلیے سے نیا لگ رہا تھا سر پہ اُس نے پٹو (چادر) باندھا ہوا تھا اور چُپ چاپ تھا۔ میں بھی دل میں سوچ رہا تھا یار اِس بیچارے کو بھی میں نے ایسے تنگ کیا، مجھے پٹرول چیک کر لینا چاہیے تھا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب ہم دونوں اس بائیک کو کھینچ رہے تھے اس ساتھی نے مجھے ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ یار آپ نے پٹرول نکلتے ہوئے کیوں چیک نہیں کر لیا۔ اس کی تھکاوٹ دیکھ کے میں نے سوچا یار نیا ساتھی ہے ایسے نہ ہو بیچارہ پریشان ہو جائے، اس لیے میں نے اس کو جہاد کے فضائل سنانے شروع کر دیے کہ جہاد کی مشکلات پر اللہ نے کیا کیا اجر رکھے ہیں۔ وہ ساتھی بہت توجہ سے میری ساری باتیں سن رہا تھا شاید یہ باتیں اس کے لیے نئی تھیں، وہ کچھ بول نہیں رہا تھا بس چپ کر کے بائیک کو دھکا لگا رہا تھا اور ساتھ ساتھ میری باتیں بھی سن رہا تھا۔

اسی طرح ہم گرتے پڑتے ایک خانہ بدوش کے خیمے پر پہنچے۔ ہماری حالت دیکھ کے وہ خانہ بدوش ہمارے لیے پانی لے آیا، تھوڑی دیر بعد وہ دودھ والی چائے بھی لے آیا۔ ہم چائے پی ہی رہے تھے کے سامنے سے ایک بائیک آتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے اس کو اشارہ کیا، وہ بھی ایک مجاہد تھا، میں اس کے پاس گیا اور اس سے ایک بوتل میں پٹرول لے کے آیا۔ مرکز بھی قریب ہی تھا مگر جو آگے کا راستہ تھا وہ بہت خراب تھا۔ اِس پہ ایک بندہ ہی جا سکتا تھا، اس ساتھی کو پھر پیدل چلنا تھا۔ میں نے جب اس سے کہا کہ آگے آپ کو پیدل جانا ہے وہ کچھ بھی نہیں بولا، چُپ چاپ تیار ہو گیا۔ ہم نے چائے پی کے سفر شروع کیا۔ پیدل تقریباً ایک گھنٹے کا سفر تھا، ہم تقریباً ایک گھنٹے بعد مرکز پہنچے۔

مرکز پہنچ کر میں ساتھیوں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہو گیا، وہ ساتھی بھی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ساتھی اس نئے ساتھی کو جو میرے ساتھ ابھی آیا تھا ذمہ داران سے ملوانے کے لیے لے گیا۔ خیر میں بھی مرکز میں اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو گیا لیکن اس ساتھی کے صبر نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اگلے دن یا کچھ دن بعد ہم ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے بیٹھے تھے، وہ نیا ساتھی بھی دوسرے مرکز سے آیا تھا۔ ہم نے نماز پڑھی، نماز کے بعد وہ نیا ساتھی امام کی جگہ پہ آ کے بیٹھا اور تمام ساتھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور میرا خیال ہے سب ساتھی اس کو جانتے تھے۔ اس ساتھی نے جب درس شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا......ارے یہ کیا یہ تو عالم ہیں؛ درس سورۂ حجرات کا تھا۔ اب مجھے وہ ساری باتیں یاد آنے لگیں کہ یار میں نے تو ان کو نیا ساتھی سمجھ کے پتا نہیں کیا کیا تقریریں جھاڑیں ہیں اور یہ اتنے بڑے عالم ہیں۔

یہ عالم دین میرے محبوب استاد مولانا خبیب شہیدؒ (مفتی اشتیاق اعظمی) رکن لجنہ شرعیہ القاعدہ برصغیر تھے جو اپنے سادے سے حلیے سے بالکل بھی نہیں پہچانے جاتے تھے۔ مولانا صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ اتنی سادگی سے رہتے تھے کہ ایک دو ملاقاتوں میں تو کسی کو بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ مولانا اتنی بڑی شخصیت ہیں۔ مولوی اسد اللہ کہتے ہیں کہ مولانا خبیبؒ نے پھر کبھی اس سفر کے متعلق تذکرہ بھی نہیں کیا جو میرا ان کے ساتھ ہوا تھا۔

اللہ پاک انہی لوگوں سے اپنے دین کا کام لیتے ہیں جو تواضع اور عاجزی کا پیکر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا صبر عطا فرمائیں، آمین۔

ایک اجنبی افغانی

ہم لوگ ایک بار مرکز سے نکلے ہم چھ ساتھی تھے۔ دو موٹر بائیکوں پر، بائیکیں بہت پرانی تھیں اور افغانستان میں پرانی بائیک چلانا وہ بھی تین ساتھیوں کے ساتھ کافی مشکل ہوتا ہے مگر اللہ کی عجیب شان ہے اس نے کس طرح ٹوٹی بندوقوں اور کھٹارہ موٹر سائیکلوں کے ساتھ ٹیکنالوجی سے لیس دنیائے کفر کو شکست دلوائی۔ یہ اللہ کی رحمت ہی ہے کہ مجاہدین وسائل کے بالکل نہ

ہونے کے باوجود کفر کے آگے ڈٹے رہے اور آخر کار پوری دنیا نے دیکھا کہ مست ہاتھیوں کا لشکر اللہ کے ابابیلوں سے شکست کھا گیا اور رہتی دنیا تک میں یہ یاد رکھا جائے گا کہ جنگیں اسلحے سے نہیں بلکہ اللہ کی مدد سے لڑی جاتی ہیں۔

تو ہم نے اپنی پرانی بائیکوں پہ سفر شروع کیا۔ ہم تھوڑا سا ہی چلے تھے کہ ایک بائیک کی چین ٹوٹ گئی۔ قریب ہی ایک گھر تھا، اس گھر والے سے جا کے پوچھا کہ کوئی سامان جس سے ہم نٹ کھول کے چین جوڑنے کی کوشش کریں۔ ان کے پاس بھی کچھ نہ تھا۔ ہم نے سوچا کہ نماز پڑھتے ہیں شاید کوئی آجائے اور اُس کے پاس سامان ہوگا تو اُس سے مدد لیں گے۔ عصر کا وقت ہو گیا تھا، ہم نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک بائیک آئی اور ہمارے قریب آ کے رک گئی۔ ہم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک تقریباً چالیس سالہ افغانی جنہوں نے سفید کپڑے اور سفید پاج (پگڑی) پہنی تھی ہمارے منتظر تھے۔ سفید پاج ادھر اکثر علما پہنتے ہیں اور افغانستان میں کافی مہنگی مہنگی پگڑیاں پہنی جاتی ہیں اور اس سنت پہ افغان قوم بہت پابندی کے ساتھ عمل کرتی ہے۔

ہم اُن سے ملے تو وہ پوچھنے لگے کہ کیا مسئلہ ہے، لگتا ہے آپ لوگوں کی موٹر سائیکل خراب ہے۔ وہ موٹر سائیکل سے اُترا سامان دیکھ چکے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ جی ہماری بائیک کی چین ٹوٹ گئی ہے اور ہمارے پاس سامان بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے چلو میں دیکھتا ہوں۔ اُن کے پاس ایک پلاس تھا، انہوں نے پلاس نکالا، میں نے کہا مجھے دے دیں ہم کر لیتے ہیں لیکن وہ کہنے لگے نہیں نہیں مجھے آتا ہے، بس مجھے کرنے دو۔ ہم میں سے ویسے بھی کسی کا خاص تجربہ نہیں تھا اس لیے ہم نے اُنہی کو ہی کرنے دیا۔ انہوں نے چین کَوَر کھولا مگر چین کو وہ جیسے ہی آگے والی گراری میں ڈالنے کی کوشش کرتے وہ پھر گر جاتی، ہمارے ایک ساتھی نے کہا کیوں نہ اس چین کو کسی لکڑی کے ساتھ اس طرف گھسائیں تو چھڑی نہیں ٹوٹے گی اور چین بھی اُس طرف چلی جائے گی۔ انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے، ہم لوگ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کوئی کپڑے کا ٹکڑا ملے جس سے چین کو چھڑی کے ساتھ باندھیں۔ اتنے میں انہوں نے اپنی پگڑی کو پکڑا اور اس سے ایک ٹکڑا پھاڑ لیا۔ اُنہوں نے سوچا تک نہیں کہ ان کی اتنی اچھی پگڑی خراب ہو جائے گی۔ ہم ساتھی ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے کہ یہ انہوں نے کیا کیا، پر وہ چین کو اپنی پگڑی کے ٹکڑے سے باندھ کے گراری میں ڈال بھی چکے تھے، اُن کو کوئی فکر نہیں تھی کہ اُن کو کوئی دیکھ بھی رہا ہے یا نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے رب نے ان کا یہ عمل ضرور دیکھا ہوگا اور اللہ پاک جنت الفردوس میں ان کو ضرور نور کا تاج پہنائے گا، ان شاء اللہ!

ہماری بائیک کی چین بن چکی تھی۔ وہ مجھ سے کہنے لگے ایسا کریں دو ساتھی میرے ساتھ آجائیں کیونکہ آپ لوگوں کی بائیک پھر نہ خراب ہو جائے آگے قریب ہی ایک بازار ہے میں آپ لوگوں کو وہاں تک چھوڑ آتا ہوں۔ جب آپ لوگ بائیک بنوا لیں تو میرے ساتھ میرے گھر چلیں، آپ لوگوں کی دعوت ہے آج میرے گھر پہ۔ میں نے اُن سے کہا آپ ہمیں بس بازار تک چھوڑ دیں، ہم بائیک بنوا کے جائیں گے کیونکہ آگے ساتھی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں آپ لوگ میرے ساتھ ضرور جائیں گے۔ میں نے کہا، چلیں بازار تو چلیں پھر دیکھتے ہیں۔ ہم بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بائیک بن گئی تو وہ پھر کہنے لگے کہ اب چلیں۔ میں نے بہت مشکل سے ان کو راضی کیا کہ ہمارے ساتھی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، بہت مشکل سے وہ مانے پھر ہم سے انتہائی محبت سے ملتے ہوئے جیسے ہمیں سالوں سے جانتے ہوں رخصت ہوئے، ہم نے بھی اپنا سفر پھر سے شروع کیا۔

ایک ساتھی جو کہ نیا تھا اور حال میں ہی آیا تھا مجھ سے کہنے لگا مجھے ابھی یقین آگیا کہ افغان قوم ہی ہے جن کو اللہ نے مسلمانوں کی قیادت کے لیے تیار کیا ہے۔

انتخاب: مہتاب یاور جالندھری

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمانی تکمیل

”جب شیطان کے اثرات ان کے نفوس سے دھل گئے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جب ان کے نفوس کے اثرات ان کے نفوس سے زائل ہو گئے، نفسانیت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ لوگ اپنے نفسوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنے لگے جیسا کہ وہ دوسرے سے کرتے تھے، دنیا میں رہتے ہوئے مردانِ آخرت، اور نقد سودے کے بازار میں آخرت کے قرض کو دنیا کے نقد پر ترجیح دینے والے بن گئے، نہ کسی مصیبت سے گھبراتے نہ کسی نعمت پر اتراتے، فقر ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکتا، دولت سرکشی پیدا نہ کر سکتی، تجارت غافل نہ کرتی، کسی طاقت سے نہ دبتے، اللہ کی زمین پر اکڑنے کا خیال بھی نہ آتا، بگاڑ اور تخریب کا وہم بھی نہ ہو سکتا، لوگوں کے لیے وہ میزانِ عدل تھے، وہ انصاف کے علم بردار تھے، اللہ تعالیٰ کے گواہ تھے، خواہ ان کو اپنے نفس کے خلاف گواہی دینی پڑے خواہ والدین اور اعزہ کے مخالف جانا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کو ان کے قدموں میں ڈال دیا، اور دنیا کو ان کے لیے مسخر کر دیا، وہ اس وقت عالم کے محافظ اور اللہ کے دین کے داعی بن گئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنا جانشیں بنایا، اور آپ خود ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ رسالت اور امت کی طرف سے اطمینان لے کر رفیقِ اعلیٰ کی طرف سفر کر گئے۔“

(مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

تم اپنی عید منا کر ہم کو بھول نہ جانا دعاؤں میں

قاری اصیرم خان

یہ ماہ شوال ہے اس ماہ کی پہلی تاریخ کو تمام اہل ایمان عید الفطر کے نام سے جانتے اور مناتے ہیں اور ایک دوسرے کو ان الفاظ سے مبارک باد دیتے ہیں:

تقبل الله منا ومنكم

اس سے پہلے والا مہینہ ماہ صیام کا ہوتا ہے، اس ماہ میں شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، مسلمان دن کو روزے رکھتے ہیں تو رات کو قیام الیل تراویح کی صورت میں کرتے ہیں۔ حفاظ کرام قرآن سناتے ہیں اور لوگ سنتے ہیں۔ الغرض نور کی بارش ہوتی ہے اس ماہ کے اختتام پر تمام لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور چاند دیکھنے کے بعد اگلے دن عید الفطر مناتے ہیں۔ جگہ جگہ پر عید کی نماز کے اجتماعات کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں۔ اپنی ہجرت کے راستے میں گزری عید کی روداد شروع کرنے سے قبل تمام امت مسلمہ بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کو ہماری طرف سے گزشتہ عید مبارک ہو تقبل الله منا ومنكم ۔

جہاں تمام اہل ایمان خوشیاں منا رہے ہیں وہیں محاذوں پر موجود کچھ لوگوں نے بھی عید منائی، ان میں کتنے ایسے ہیں جن کی نامعلوم کتنی عیدیں اس حال میں گزر گئیں کہ پیشانیاں ممتا کے بوسے سے محروم ہیں اور دل ہر عید پہ یہ سوچ کر تڑپ جاتا ہے کہ پتا نہیں وہ دن کب آئے گا کہ ایک بار پھر اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ مل کر عید کی نماز کے اجتماع کی طرف چل کر جائیں گے۔ حقیقت میں تو بہنیں بھائیوں کو اور بھائی بہنوں کو دیکھ کر عید گزارتے ہیں مگر یہ اجنبی لوگ ان سب چیزوں سے بے نیاز ہیں؛ اس طرح نہیں کہ ان کے سینوں میں دل نہیں یا انہوں نے کبھی اپنی زندگی میں عید کی خوشیاں نہیں دیکھیں، مگر معاملہ یہ ہے کہ یہ اس دنیا میں ہی اس حقیقت کو پا گئے جس حقیقت کی ترجمانی شیخ ابو مصعب زرقاوی رحمہ اللہ نے اپنے اِن تاریخی کلمات میں کی ہے:

> ”اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اور آپ کے نیک اعمال کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خیر وعافیت سے رکھے۔ پس اے مجاہدین! آپ کو عید کی خاص مبارک ہو کہ آپ کو ایسی عید نصیب ہوئی جیسی کسی اور کو نہیں ہوئی، کیونکہ اصل عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے پہنے بلکہ عید تو اس کے لیے ہے کہ جس نے ببانگ دہل توحید کو بیان کیا۔ اصل عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے پہنے بلکہ عید تو اس کی ہے جس نے شرک وکفر کا انکار کیا۔ اصل عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے پہنے بلکہ عید تو اس کے لیے ہے جس نے مشرکین اور طواغیت سے جہاد کیا!“

پس ہم نے بھی عید گزاری۔ آیئے شروع کرتے ہیں۔ میں نے عید ایک مرکز میں اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ گزاری۔ چاند رات کو ہم نے پلاننگ شروع کر دی کہ اگلی صبح بیٹھے میں کیا بنایا جائے۔ ہر بھائی اپنی اپنی رائے پیش کر رہا تھا۔ طے یہ پایا کہ افضل بھائی اور حکیم بھائی رات کو کھیر پکائیں گے تاکہ صبح ٹھنڈی کھیر مل سکے اور مولانا صاحب اپنے گھر سے کیک لائیں گے۔ عید کی خریداری ہم نے پہلے ہی قریبی بازار سے کر لی تھی، جس کی مسافت چار گھنٹے ہے۔ اب چاند رات کو عشاء کی نماز کے بعد افضل بھائی نے کھیر پکانی شروع کر دی۔ افضل بھائی کھیر پکا رہے تھے اور کچھ ساتھی ان کی مدد میں لگے ہوئے بادام ساتھ ساتھ چھیل رہے تھے، بلکہ چھیل کم اور کھا زیادہ رہے تھے اور افضل بھائی اپنے مہاجری سٹائل میں گپ لگا رہے تھے، سبز چائے کا دور بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا، کافی دیر بعد کھیر بالآخر تیار ہو ہی گئی۔ اب اس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ساتھیوں نے رکھ دیا۔ رات کافی گزر گئی تھی، ساتھیوں نے سونے کی تیاری کی، پہرہ لگانے کا وقت آیا تو یہ اعزاز بھی افضل بھائی کے حصے میں آ گیا۔

صبح نماز فجر کے بعد افضل بھائی سب سے پہلے نہا کر آ گئے۔ اب تمام ساتھی ان کے ساتھ مذاق کرنے لگ گئے، یار افضل بھیا! لگتا ہے عید والے دن بھی آپ نے صرف منہ دھویا ہے۔ افضل بھیا کہنے لگے: ابے بھیا! نہایا ہوں یقین نہیں آتا کیا؟! لیکن کیا کروں لگتا نہیں۔ گپ شپ کرتے کرتے کچھ بھائیوں نے دستر خوان لگا کر کھیر پیش کر دی۔ تمام ساتھیوں نے کھیر کھائی جو بہت مزے دار تھی۔ اتنے میں مولانا صاحب اپنے گھر سے کیک بھی لے آئے وہ بھی بہت مزے دار تھا۔ گپ شپ میں وہ بھی کھایا گیا۔ اب آہستہ آہستہ ساتھی ایک ایک کر کے نہانے لگے۔ جو ساتھی بھی نہا دھو کر آتا ایک دوسرے سے گلے مل کر ان الفاظ کے ساتھ مبارک باد دیتا:

تقبل الله منا ومنكم!

اپنے گھروں سے دور یہ ماؤں کے جگر کے ٹکڑے، محاذ پہ رہنے والے یہ لوگ ہی ایک دوسرے کا خوشی اور غم ہیں۔ ان کا قوم قبیلہ بھی یہی ہے اور اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں بھی یہی لوگ آپس میں شریک ہیں۔ جب ان میں کوئی اپنی منزل پوری کر جاتا ہے تو یہ اس کو خاک کے سپرد کر کے آگے چل دیتے ہیں۔ عجیب طرز زندگی اور طرز بندگی ہے اور یہ اسی پر شاداں و فرحاں ہیں۔

بات چل رہی تھی عید کی، تھی تو چھوٹی عید لیکن دو ساتھی بکرا لینے کے لیے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بکرا لے کر آ گئے۔ اب وقاص بھائی نے نئے کپڑے اتار کر پرانے کپڑے پہن کر قصابوں والا کام سنبھال لیا۔ یعنی کہ اس کو ذبح کیا۔ ایک دو اور ساتھی بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگ گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے تک بکرے کا گوشت تیار ہو گیا اور کلیجی پکانے کے لیے میرے حوالے کر دی۔ کیونکہ عید والے دن ان ساتھیوں کو کھانا پکانے کی چھٹی دے دی گئی تھی جو پورا

سال ساتھیوں پہ تجربہ کرتے رہتے ہیں......اوہ معذرت! میں کہنا چاہتا تھا کہ......یعنی جو بھائی مجاہد ساتھیوں کی خدمت میں سب سے آگے رہتے ہیں۔

کلیجی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اس کو پکنے کے لیے چڑھادیا جو تھوڑی دیر بعد پک گئی، تمام ساتھیوں نے مل کر کلیجی کھائی۔ کلیجی کھانے کے بعد یہ فرمائش بھی آگئی کہ گوشت کے ساتھ کوئی سائیڈ ڈش بنائی جائے۔ طے یہ پایا کہ چناچاٹ بناتے ہیں۔ لیکن ہم نے چناچاٹ کی بجائے لوبیاچاٹ بنائی، کیونکہ مرکز میں چنے ختم ہو چکے تھے لہٰذا ان کی جگہ لوبیا استعمال کیا گیا کیونکہ مجاہدین اس طرح کے جگاڑ میں ماہر ہوتے ہیں۔ اب اتنے میں مہمان بھی اور دوسرے مراکز سے آنے والے مجاہدین بھی آتے رہے اور عید بھی ملتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ کھانا پکانے کا بھی سلسلہ چلتا رہا۔ اتنے میں کھانا بھی پک گیا اور لوبیاچاٹ بھی، وہ تمام ساتھیوں نے مزے لے لے کر کھائی۔ کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کیا گیا۔ ظہر کی نماز کے بعد، ساتھیوں کی دو ٹیمیں بنا کر کرکٹ کھیلی اور ہارنے والی ٹیم کے لیے یہ 'انعام' رکھا کہ وہ ٹیم کھیل کے میدان سے مرکز تک بھاگتے ہوئے جائے گی۔ کھیل سے فارغ ہونے کے بعد اگلے کھانے کی پلاننگ کی گئی کہ اب کیا چیز بنائی جائے۔ نظرِ انتخاب مولانا صاحب پہ جاکر ٹھہر گئی کہ وہ اپنے گھر سے بریانی بنوا کر لائیں گے۔ بریانی کا تمام سامان ان کے حوالے کر دیا گیا۔ رات کو مفتی صاحب زبردست ذائقے والی بریانی لے آئے جو کہ ساتھیوں کے زیادہ کھانے کی وجہ سے کم پڑ گئی۔ اب اصل پروگرام دوسرے دن تھا۔ امیر صاحب نے ساتھیوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ عید کے دن تمام ساتھی اکٹھے ہوں گے اور نشانہ بازی کا مقابلہ کریں گے۔ دوسرے دن تمام ساتھی نو بجے صبح مرکز پہنچنا شروع ہو گئے۔ جو خاندان والے مہاجر ساتھی تھے وہ اپنی فیملیوں کو دوسری فیملیوں کے پاس چھوڑ کر آئے ہوئے تھے تاکہ وہ اللہ کی بندیاں بھی اپنی دوسری بہنوں کے ساتھ مل کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ واللہ یہ بہت بڑی قربانی ہے ان کمزور بندیوں کی جو ان پہاڑوں میں پُر رونق شہروں کو چھوڑ کر رہ رہی ہیں اور وہ فریضہ ادا کر رہی ہیں جو ان پر فرض ہی نہیں ہے۔ بعض ان میں ایسی بھی ہیں جو ایک دفعہ اور بعض دو دو دفعہ بیوہ بھی ہو چکی ہیں مگر پھر بھی اپنے یتیم بچوں کو ساتھ لیے رہ رہی ہیں۔ واللہ ہم ان کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا جو کہ اس موضوع کی مناسبت سے نہیں ہے مگر اس کا تذکرہ ہرگز فائدے سے خالی نہیں ہو گا۔

راقم، ایک شہید ساتھی ابو بکر گرنیڈی رحمہ اللہ کے ساتھ انتہائی دور سفر کر کے ایک بھائی کے گھر کام سے گیا مگر وہ بھائی شدید ڈرون اور چھاپوں کی وجہ سے گھر پر نہیں تھے۔ ہم نے کھانا کھایا اور ارادہ یہ کیا کہ تھکے ہوئے بہت ہیں رات کو کہاں جائیں گے ادھر ہی سو جاتے ہیں۔ ابھی سونے کا ارادہ کر ہی رہے تھے باہر خواتین آگئیں اور کہا آپ یہاں سے چلے جائیں، یہاں حالات بہت سخت خراب ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ ہم ڈر رہی ہیں، ہم صرف اس لیے کہہ رہی ہیں کہ آپ کی جان ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے، آپ جب شہید ہو جاتے ہیں تو ہمیں بہت دکھ ہوتا ہے۔

تو بات چل رہی تھی عید کی، ظہر کی نماز کے بعد رمایہ (نشانہ بازی) کے لیے ہم تمام ساتھی میدان میں پہنچ گئے۔ رمایہ بورڈ گھی کے ایک خالی ٹِکّے کی صورت میں رکھ دیا گیا جس کا تقریباً فاصلہ ڈیڑھ سو میٹر ہو گا۔ دو ٹیمیں بنادی گئیں؛ ایک شادی شدہ بھائیوں کی اور دوسری کنواروں کی۔ ہر ہر ساتھی میں گولیاں تقسیم کر دی گئیں اور ایک بھائی کو ریفری مقرر کیا گیا تاکہ وہ ہر بھائی کا اسکور لکھتا رہے اور کچھ بھائیوں کو نشانہ چیک کرنے کے لیے بٹھایا گیا۔ اب رمایہ شروع ہو گیا۔ ایک بھائی ایک ٹیم سے آتا وہ فائر کرتا اور اس کا نشانہ چیک کیا جاتا۔ اگر اس کا فائر لگتا تو تکبیر کے نعروں کے ساتھ اس کی ٹیم استقبال کرتی پھر دوسری ٹیم کا ایک بندہ آتا اور فائر کرتا اس طرح کے ایمانی ماحول میں یہ کھیل پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ مہمان ساتھی اپنے چھوٹے بچوں کو بھی ساتھ لائے ہوئے تھے۔ بالخصوص چھوٹے چار سالہ مصعب کے 'ماشاءاللہ' کے نعروں نے خوب ماحول بنایا۔ ان چھوٹے بچوں کو بھی ساتھ بٹھادیا تاکہ یہ بھی دیکھ سکیں اور ان کے دل سے فائرنگ کا خوف نکل جائے۔ جب تمام ساتھیوں کے فائر مکمل ہو گئے تو گنتی شروع کی گئی اور معلوم ہوا کہ شادی شدہ ساتھیوں کی ٹیم دو نمبروں کی برتری سے جیت گئی۔ بار بار گنتی کے باوجود نتیجہ پھر بھی شادی شدہ بھائیوں کے حق میں ہی نکلتا رہا۔ نتیجے کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی رمایہ کرایا گیا اور آخر میں مولانا صاحب نے تمام ساتھیوں کو رمایہ اور اس کی اہمیت کے بارے میں مختصر درس دیا "کہ بے شک قوت نشانہ بازی میں ہے!"۔

رات کو ترانوں کی محفل سجائی گئی جس میں کچھ بھائیوں نے محفل کو چار چاند لگا دیے جن میں درویش بھائی نے ترانہ 'شہیدی حملے ہیں لاجواب'......پڑھا اور عمر یوسف بھائی نے 'میرے دوستو مجھے بھیج دو جہاں خوں بہے جہاں سر کٹے......مجھے میرے رب کی رضا ملے رگِ جاں یہ میری اگر کٹے'، ایک نئی رجزیہ طرز میں پڑھا۔

راقم نے پچھلے سال کی عید میں دریا میں ڈوب کر شہید ہونے والے ایک محبوب ساتھی سیف الرحمان بھائی کی یاد میں یہ ترانہ پڑھا 'تھی خبر ایسی کہ سن کر دل مضطر ڈوبا......اک جو اس سال جنوں کیش ہنر ور ڈوبا'۔ کافی دیر تک تمام ساتھی ایک دوسرے کے جذبات کو گرماتے رہے اور اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے، بالآخر یہ مجلس عمر یوسف بھائی کے اس ترانے کے ساتھ اختتام پذیر ہو گئی:

جو گزری تری یاد میں زندگی ہے
وہی زندگی بس مری زندگی ہے

جو غفلت میں گزری وہ کیا زندگی ہے
وہ جینا نہیں بلکہ شرمندگی ہے

اور اگلی صبح تمام ساتھی اپنی اپنی جگہوں کو لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی عید نصیب فرمائے اور امت مسلمہ کو دوبارہ عزت بالخصوص مسلمانانِ برصغیر کو پہلے والی شان و شوکت اور تمکین نصیب فرمائے اور تمام اسیروں کو رہائی عطا فرمائے، آمین!

داعش کے خلاف جنگ کی روداد

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے دستوں میں شامل ایک مہاجر مجاہد کے قلم سے

حافظ معاذ بدر

واٹ سر کی فتح

الحمدللہ بالآخر مجاہدین کی قربانیاں رنگ لے آئیں، وہ علاقہ مستقل جنگ کے بعد فتح ہو گیا۔ داعشی اس علاقے سے زاوہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ رات کو اس علاقے میں بالکل جنگ نہیں ہوئی تھی۔ حاجی الیاس بھائی کہتے ہیں رات کو میں نے رات والی دور بین سے بھاگتے ہوئے دیکھا اور ان پر فائر کیا، وہ وہیں مارے گئے۔ صبح جب طالبان واپس آئے تو داعشیوں کی لگائی ہوئی سولہ سترہ مائنیں بھی اپنے ساتھ لائے تھے جن کو انہوں نے پٹاخیاں دور کر کے بے ضرر بنا دیا تھا۔ اب بھوک بھی صحیح لگ رہی تھی کہ کل سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ رات کو طالبان ہمارے لیے کھانا لائے تھے مگر ہم پر پورے دن کی تھکن اتنی غالب تھی کہ ہم سو چکے تھے، انہوں نے ہمیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ صبح جب ہم بیدار ہوئے تو رات والا ہمارا حصہ رکھا ہوا تھا، وہ ہم نے پتھروں سے عارضی چولہا بنا کر گرم کیا اور کھالیا۔ کھانا کھا کے آدھی تھکن تو اتر گئی۔ واٹ سر کے بالکل نیچے ایک تنگ درہ تھا۔ وہاں پر ان کا مدرسہ تھا اور وہاں پر بھی ان کے ساتھی رہتے تھے، اس پر ابھی بھی جنگ چل رہی تھی۔ ہمیں ادھر آئے ایک دن ایک رات ہو چکا تھا سو امیر صاحب نے ہمیں مرکز بھیج دیا۔ ہم گاڑی میں بیٹھ کر واپس مرکز آ گئے۔ مرکز میں آ کر جو سب سے پہلا کام کیا وہ نیند کا تھا۔ ہم ایسے گھوڑے بیچ کر سوئے کہ تقریباً ظہر کے قریب آنکھ کھلی۔ سو کر اٹھا تو دل نہانے کا چاہ رہا تھا، لہٰذا نہا دھو کر تازہ دم ہو گیا اور اب پوری تھکن اتر چکی تھی۔ شام کو اطلاع آ گئی کہ مدرسہ بھی فتح ہو گیا ہے۔

مفتوحہ علاقے کا آپریشن

عصر سے تھوڑا پہلے امر آ گیا کہ ساتھی تیار ہو جائیں، داعشی جن گھروں کو چھوڑ کر گئے ہیں اس علاقے کا تصفیہ (تلاشی) ہے۔ عصر کے وقت مجاہدین چلے گئے جن میں ہمارے تین ساتھی، ہمارے امیر صاحب، حاجی الیاس بھائی اور درویش بھائی بھی شامل تھے۔ داعشی علاقہ چھوڑ کر زاوہ کی طرف بھاگ گئے تھے اس لیے مقابلے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ یوں طالبان رات کو جلدی واپس آ گئے تھے۔ رات کو جب طالبان تلاشی کے لیے پہنچے تو تلاشی ایک مشکل کام تھا کیونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ انہوں نے گھروں میں مائنیں ضرور بچھائی ہوں گی۔ لیکن ایک طالب کی فداکاری نے سارا مسئلہ حل کر دیا۔ وہ پہلے اندر گرنیڈ پھینکتا پھر فائر کرتا ہوا اندر داخل ہو جاتا۔ اس طرح ایک ایک کر کے تمام گھروں کی تلاشی مکمل ہو گئی۔ تلاشی کے دوران ایک لطیفہ یہ پیش آیا ایک گھر میں تلاشی کے دوران طالبان باہر رک گئے اور پریشان بھی ہو گئے کہ اندر سے زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ طالبان نے سمجھا اندر کوئی زخمی ہے اور جب ہم اندر داخل ہوں گے تو وہ اپنے آپ کو اڑا دے گا۔ کافی دیر گزرنے کے بعد جب طالبان مکان کے اندر داخل ہوئے تو گدھے اور خچر زخمی حالت میں پڑے تھے۔ بے رحم داعشی جاتے جاتے ان بے زبان جانوروں کو زخمی کر گئے تھے تاکہ یہ طالبان کے ہاتھ نہ لگیں اور وہ ان کو استعمال نہ کر سکیں۔

واٹ سر میں مجاہدین کو جو غنیمت ملی اس کی تفصیل یہ ہے:

- ستتر(۷۷)راکٹ کے گولے
- تین(۳)راکٹ لانچر
- ایک(۱)سنائپر
- دو(۲)امریکی چھرے دار بندوقیں
- ایک(۱)کلاشنکوف
- تین(۳)مخابرے(وائرلیس سیٹ)
- بے تحاشا مخابرے کے سیل(بیٹریاں)
- مختلف قسم کی مائنیں
- مائن ڈھونڈنے والا آلہ(مائن پال)
- عام نوعیت کی دور بین
- قسم قسم کے موبائل فون

ایک اور جگہ سے

- پانچ پیکا(روسی لائٹ مشین گن/LMG)
- دوشکا(اینٹی ایئر کرافٹ گن)کی گولیاں
- امریکی ایم-16 بندوقیں
- اور کچھ بوٹ وغیرہ

مدرسے سے

- زیکویک(اینٹی ایئر کرافٹ گن)
- ہشتاد دو(۸۲ایم ایم کی ہلکی توپ)
- ہفتاد و پنج(۷۵ایم ایم کی ہلکی توپ)وغیرہ غنیمت میں ملے۔

اللہ کا شکر ہے کہ واٹ سر کے بعد داعشیوں کے قدم پھر کہیں نہیں رکے۔ میرا ایک ناقص سا تجزیہ ہے اور وہ یہ کہ واٹ سر کو داعشیوں نے لڑنے کا میدان منتخب کیا تھا۔ داعشی بہت زیادہ تکبر میں تھے۔ وہ بڑھکیں بھی واٹ سر کی مارتے تھے کہ تم اس میدان سے آگے تو آ کر دکھاؤ، اس لیے لڑنے کی تیاریاں بھی اس کے ارد گرد کی تھیں (یعنی مائن وغیرہ کے ذریعے راستے کو

روکنا) لیکن اللہ نے ان ظالموں کی چالیں ان پر الٹادیں اور اس کے بعد انہوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

زاوہ کی جانب طالبان کی روانگی

واٹ سر کے بعد داعشی زاوہ بھاگ گئے تھے۔ اب طالبان کے قطعوں (Rapid Action Force) نے ادھر کا رخ کیا۔ زاوہ بھی ان کا مضبوط مرکز تھا۔ ان کے معسکرات وغیرہ بھی ادھر زاوہ میں ہی تھے۔ چند دن کی لڑائی کے بعد زاوہ جانے والی پکی سڑک اور زاوہ بھی فتح ہوگیا۔ نہایت عبرت ہوئی جب ہم ادھر زاوہ کے اس علاقے سے گزرے۔ راستے میں چیلیں اور کوّے داعشیوں کی لاشیں نوچ نوچ کر کھارہے تھے۔ دل ہی دل میں دعا مانگی یااللہ! تمام مسلمانوں کو جاہلیت کی موت مرنے سے بچالے، آمین!

زاوہ کی جانب ہماری روانگی

زاوہ کے بعد طالبان کا اگلاارادہ داعشیوں کا انتہائی اہم اور مضبوط گڑھ وزیرو تنگی فتح کرنے کا تھا۔ اس لیے تمام قطعوں کو زاوہ میں اپنے مرکز بنانے کا کہا گیا۔ ہم بھی اپنے قطعے کے ساتھ زاوہ پہنچ گئے۔ وہاں پر بیٹھ کر تشکیلات کی صورت میں وزیرو تنگی جانا تھا۔ زاوہ پہنچتے ہی ہمیں بھی دیگر طالبان کی طرح ایک خالی گھر مل گیا(کیونکہ مقامی لوگ توعرصہ ہوا داعشیوں کے سبب علاقہ چھوڑ کر جاچکے تھے)،اس میں سامان ڈال کر ہم نے مرکز بنالیا۔

وزیرو تنگی کی جانب تشکیل

داعشی اپنے اکھڑے قدم جمانے کی بھرپور کوشش کررہے تھے مگر مکافات عمل شروع ہوچکا تھا۔ زاوہ پہنچنے کے کچھ دن بعد مجھے، حاجی الیاس اور درویش بھائی کو اپنی باری پر دیگر طالبان کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ گاڑی والا اپنے مرکز سے ہم پانچ ساتھیوں کو لے کر چلا گیا۔ اس نے ادھر جاکر ہمیں جنگی مسئول کے حوالے کردیا۔ ادھر ہر قطعے سے کچھ کچھ افراد آئے ہوئے تھے۔
خیر، ہماری تشکیل پہاڑ کی چوٹی پر ہوگئی۔ جنگی مسئول نے چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: اس چوٹی پر کچھ اور طالبان بھی ہیں، آپ لوگ بھی چلے جائیں، شاید آج رات آگے پیش قدمی کی ترتیب بن جائے۔ اس چوٹی کے بالکل نیچے طالبان کی طیارہ شکن گنیں (زیکویک، دوشکا، شلکا) گاڑیوں پر لگی ہوئی تھیں جو وقفے وقفے سے ان کی طرف فائر کررہی تھیں۔ جب اس طالب کمانڈر نے چوٹی کی طرف اشارہ کیا کہ اس طرف چلے جاؤ تو میرا اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا، کیونکہ جب میں نے چوٹی کو دیکھا، تو چوٹی کیا تھی غضب کا اونچا پہاڑ تھا۔ خیر جہاد توکّل ہی کا نام ہے۔ عصر کی نماز پڑھ کر ہم نے چلنا شروع کیا، رکتے چلتے، اٹھتے بیٹھتے چل ہی رہے تھے۔ ایسے میں ایک داعشی مردہ حالت میں پڑا ہوا ملا۔ واللہ! مجھے اس کی حالت دیکھ کر ابکائی آنے لگی، حالانکہ اس کو ہلاک ہوئے ایک ہی دن ہوا تھا۔ ہم جس چوٹی پر چڑھ رہے تھے اس کو طالبان نے ایک دن پہلے فتح کیا تھا۔ یہ مرا ہوا داعشی شاید کوئی ازبک باشندہ تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر توبہ استغفار کرتے ہم آگے بڑھ گئے۔

مغرب کی نماز ہم نے راستے میں تیمم کرکے پڑھی اور کچھ دیر چلنے کے بعد ہم اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ہمارے پہنچتے ہی، جن ساتھیوں کی باری پوری ہوچکی تھی وہ واپس آگئے۔ ان بے چاروں کو ایک دن اور دوراتیں اس پہاڑ کی چوٹی پر ہوچکی تھیں۔ سوائے چند بسکٹ اور چربی کے پکے ہوئے چند ٹکڑوں کے ان بھائیوں کو کچھ بھی اور کھانے کو نہیں ملا تھا۔ خیر وہ بھائی چلے گئے۔ اب ہماری باری تھی اردگرد دیگر قطعوں نے اپنے اپنے مورچے اور اپنی سمتیں سنبھالیں ہوئی تھیں تاکہ داعشی اوپر چڑھائی نہ کرسکیں۔ یہ جگہ بالکل درمیان میں تھی ایک طرف داعشیوں کا مضبوط خطِ اول کا مورچہ 'بغدادی سنگر' تھا(سنگر پشتو میں مورچے کو کہتے ہیں) اور اس پر تین روز سے مستقل جنگ چل رہی تھی۔ اس کے بالکل نیچے وزیرو تنگی تھا۔ اگر کسی طرف سے بھی دفاع کمزور ہوتا یا دشمن چڑھنے کی کوشش کرتا تو طالبان بالکل چکی کے دوپاٹوں میں آجاتے۔ ایک دن پہلے زیکویک والی گاڑی والے نے یہ ارادہ کیا کہ میں اپنی گاڑی کو دوسری چوٹی، جو وزیرو تنگی سے نظر آتی تھی، ادھر لے جاکر کچھ فائر کرتا ہوں۔ لیکن جونہی ڈرائیور نے گاڑی اوپر چڑھائی، سامنے سے آنے والے سنائپر کے فائر نے اس کی پیش قدمی روک دی۔ جو طالب زیکویک چلانے والے کے ساتھ تھا، گولی سیدھی اس کے ماتھے پر آلگی اور وہ طالب ادھر ہی گرااور گرتے ہی اسی لمحے شہید ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون! یوں مجاہد ڈرائیور فوراً گاڑی پیچھے لے آیا۔
ہم نے بھی اپنی سمت سنبھال لی۔ ہم جس مورچے میں تھے اس میں تین ساتھی تھے۔ حاجی الیاس کے پاس نائٹ وژن دوربین تھی۔ باقی ہم دو اس کے معاون تھے۔ ہم نے ساری رات اپنی سمت پر نگاہ رکھنی تھی تاکہ کوئی آگے نہ بڑھے اور رات کو پیش قدمی کی صورت میں آگے جاکر پیچھے موجود مجاہدین کے لیے راستہ بھی صاف کرنا تھا۔ ابھی ہمیں بیٹھے ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ ایک زوردار آواز نے ہلادیا۔ بعد میں پتا چلا داعشیوں کی طرف سے مارٹر کا گولا داغا گیا تھا، اللہ نے کرم کیا کہ کوئی نقصان نہیں ہوا۔
ہم تینوں ساتھیوں نے پہرہ آپس میں تقسیم کرلیا۔ لیکن اللہ ساتھیوں کو جزائے خیر دے کہ بھائیوں نے رات کو مجھے بہت کم وقت کے لیے جگایااور میری باری پر خود پہرہ دیتے رہے۔ اب بھوک بھی صحیح لگ رہی تھی۔ کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ اندھیری رات تھی اور بتی جلانے کا رسک تو بالکل بھی نہیں لے سکتے تھے۔ گھنے جنگل کی وجہ سے کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا۔ خیر میں اندھیرے میں گیا کہیں سے چربی کے چند ٹکڑے اور تھوڑی سی خشک روٹی لے آیا۔ وہ ہم نے آپس میں تقسیم کرلی۔ میں نے اپنے حصے میں آئے ٹکڑوں کو اپنے پاس بچاکر رکھ لیا کیونکہ چوٹی کافی بلند تھی اور خوراک کی ترسیل کا کوئی امکان نہیں تھا، اس لیے اگلی صبح بھوکا ہی رہنا تھااور میرے ساتھ جو ساتھی تھا اسکو دردِ شقیقہ یعنی آدھے سر کا درد تھا، وہ اس کو رفع کرنے کے لیے گولی کھاتا تھا اور خالی پیٹ وہ گولی نقصان دیتی تھی۔ میں نے اس کے لیے اپنا حصہ رکھ لیا تاکہ اگلی صبح اس کو گولی کھانے سے تکلیف نہ ہو۔

واللہ جہاد عجیب راستہ ہے، یہاں آکر دنیا کی بے وقعتی نظر آتی ہے، اپنے اہل ایمان ساتھیوں کے ساتھ حقیقی محبت ان محاذوں پر آکر ہوتی ہے۔ جس طرح یہ ساتھی انسان کو محبوب ہوتے ہیں ہر مجاہد دنیا اپنے پاس بچانے کے بجائے ان پر مٹانے میں حقیقی فرحت محسوس کرتا ہے۔ میں نے زمین پر اپنا بستر بچھایا(بستر کیا تھا زمین پر پڑی ریت کو سیدھا کیا) نماز بھی اپنے بستر پر پڑھی اور سو گیا۔ لیٹے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک شور سے آنکھ کھلی، تو پتا چلا کہ آگے پیش قدمی کا ارادہ ہے۔ میں نے اپنی کلاشن اٹھائی، بوٹ اور جعبہ پہلے ہی پہن کر سویا ہوا تھا لہٰذا فوراً ہی تیار ہو گیا۔ لیکن طالبان کی طرف سے پیش قدمی کا ارادہ منسوخ ہو گیا۔ خیر میں پھر سو گیا۔ جب پہرے والے بھائی نے جگایا تو صبح ہونے میں تھوڑا وقت تھا۔ میں نے تھوڑا سا پہرا دیا ہو گا کہ فجر ہو گئی۔ فجر کی نماز ہم نے ادھر ہی تیمم کر کے پڑھی۔ صبح ہوتے ہی ہم اپنے اپنے مورچوں میں بیٹھ گئے۔ کبھی کبھی فائر بھی کر دیتے تھے ان کے مورچوں کی طرف۔ خیر پورا دن اس طرح گزرا۔

بغدادی سنگر کی فتح

جس چوٹی پر ہم تھے بغدادی سنگر بالکل اس کے پیچھے تھا اور اس پر مورچہ زن ہونے کی عسکری وجہ یہ تھی کہ داعشی شکست کھانے کی صورت میں اس پر نہ آجائیں۔ بغدادی سنگر نام کا یہ مورچہ داعشیوں نے پچھلے چار سال سے بنا رکھا تھا جس پر تعارض کی وجہ سے کئی طالبان شہید ہو چکے تھے۔ چار دن مستقل جنگ رہی۔ جنگ کے دوران نہایت تکبر میں یہ نعرے لگاتے تھے 'داعشیان سر خو ورکئی سر نہ ورکئی' (داعشی سر تو دیں گے لیکن پہاڑ کی چوٹی پر قائم محاذ نہ چھوڑیں گے)۔ ہم ابھی اس چوٹی پر بیٹھے تھے کہ اطلاع آگئی کہ بغدادی سنگر فتح ہو گیا ہے۔ یہ سن کر تمام طالبان کے حوصلے بڑھ گئے۔ مجھے ایک طالب نے جو بغدادی سنگر کی فتح میں شریک تھا نے بتایا کہ جابجا داعشیوں کی لاشیں پڑی تھیں تقریباً پچپن (۵۵) کے قریب ہلاک پڑے تھے اور غنیمت بھی بے تحاشا ملی۔

اب مجاہدین تمام اطراف سے بے فکر ہو کر وزیر و تنگی کی طرف متوجہ ہو گئے کیونکہ اب تمام داعشی ادھر جمع ہو چکے تھے اور اب ہماری باری بھی ختم ہو چکی تھی لہٰذا ہم واپس اپنے مرکز آ گئے۔

نہایت افسوس ناک اطلاع

ابھی ہم مرکز میں پہنچے ہی تھے کہ واٹ سر کے علاقے میں (جو طالبان نے داعشیوں سے کلیئر کروایا تھا) ایک مقامی فرد جب اپنا گھر مرمت کرنے کے سلسلے میں آیا تو اس کے بچوں پر داعشیوں کی طرف سے لگائی مائن پھٹ گئی جس کے نتیجے میں اس کے دو بچے شہید اور ایک زخمی ہو گیا یہ سن کر ہم بہت افسردہ ہو گئے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

اے غازیانِ صاحبِ کردار دیکھنا!

اے غازیانِ صاحبِ کردار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

سارے جہاں کی تم پہ نظر ہے بڑھے چلو
ہر گام سوئے فتح و ظفر ہے بڑھے چلو

خالی نہ جائے کوئی بھی اب وار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

راہِ خدا میں بدر کے اصحابؓ کی طرح
بڑھنا ہے تم کو نوح کے سیلاب کی طرح

ایمان پر ہے کفر کی یلغار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

اللہ اور رسولؐ کا پیغام ہے وہی
اسلام اور دشمنِ اسلام ہے وہی

اے پیروانِ حیدرِ کرارؓ دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

اِک ستارہ تھا وہ، کہکشاں ہو گیا!

سیّد فائز شاہ/احمد شہیدؒ کے بارے میں احساسات

عمر فاروق خراسانی

یہ سال ۲۰۰۹ء کے فروری کی بات ہے جب میں ایک نئے ساتھی کو لے کر انگور اڈہ پہنچا۔ وہاں سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مزین چہروں والے ۱۸ سے ۲۲ سال کے دس بارہ نوجوان اللہ کے عائد کردہ فریضے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم کو زندہ کرنے میں مصروف تھے۔ یہ نوجوان کھاتے پیتے گھرانوں، ہنستی بستی دنیا، نرم گرم بستروں کو چھوڑ کر ان بلند و بالا پہاڑوں، گھنے جنگلوں میں اس فرض کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں کہ جسے یہ امت بھول چکی ہے۔ یہ وہ فرض ہے کہ جب تک امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس فرض کو ادا کرتی رہی دنیا اس کے قدموں میں رہی، کفار جزیہ دیتے رہے، مشرک معابدوں کی بھیک مانگتے رہے، عزت و کامرانی ان کا مقدر رہی۔ مگر جب سے یہ امت اس فرض کی تارک ہوئی غلامی و ذلت کی پستیوں میں گرتی چلی گئی۔

> ”تم پر (اللہ کی راہ میں) قتال فرض کیا گیا جو کہ تمہیں ناگوار ہے ہو سکتا ہے جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور وہ چیز جسے تم پسند کرتے ہو وہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہو۔ تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔“ (سورۃ البقرۃ:۲۱۶)

سو دبلے پتلے جسم کے مالک گندمی رنگت کے حامل، سنت نبوی سے مزین چہرے والے احمد بھائی سے میری پہلی ملاقات جنوبی وزیرستان کے سرحدی علاقے انگور اڈہ میں ہوئی۔ احمد بھائی کا اصل نام سیّد فائز شاہ تھا اور آپ کا تعلق شہر کراچی سے تھا۔ آپ نے عثمان پبلک اسکول سے میٹرک کرنے کے بعد فارمین کالج (Forman College) سے انٹر کیا۔

آپ دینی غیرت و حمیت سے سرشار ایک پر عزم نوجوان تھے۔ آپ نے لڑکپن سے ہی دعوتِ دین کی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آپ گناہوں سے نفرت کرنے والے اور معاشرے میں نیکی کی دعوت عام کرنے والے ایک داعی تھے آپ تقریباً سات سال تک نوجوان طبقے (اسکول و کالج کے طلبہ) میں دینِ اسلام کی دعوت عام کرنے اور ان میں اسلامی شعور کو بیدار کرنے میں مصروف رہے۔ آپ دعوت الی اللہ کی تڑپ رکھنے والے تھے اور یوں آپ اپنے کالج و علاقے کے ہر ہر نوجوان تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ آپ نے نوجوانی ہی میں اپنی زندگی کا مقصد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حصول بنالیا تھا۔ آپ اس مقصد کے حصول میں دن رات مصروفِ عمل رہتے۔ آپ کی تمنا ہوتی کہ کسی طرح دجالی معاشرے کے دجل و فریب میں پھنسے لوگوں کو شاہراہِ دین پہ لایا جائے تاکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ امتی کل روز محشر جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ دعوت دین کی جدوجہد کے دوران آپ کو کئی قوم پرست گروہوں جن میں سر فہرست اے پی ایم ایس او (آل پاکستان متحدہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن)، پی ایس ایف (پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن) کی جانب سے مشکلات کا سامنا رہا۔ آپ کو دھمکیاں دی گئیں، آپ کو ڈرایا دھمکایا گیا مگر آپ ظلم کے آگے ڈھال بن کے کھڑے ہو گئے۔ آپ ان کے باطل نظریات کے سامنے فولادی دیوار بن گئے۔ آپ نے اس کم عمری میں ہی دین حق کی سربلندی کے لیے اپنے آپ کو کھپائے رکھا اور آپ عصبیت کے ماروں کے خلاف قول و عمل سے مصروف رہے۔ آپ کی حق گوئی و بے باکی بندوں کے بندوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی۔ انہوں نے کئی مرتبہ آپ کو راہ سے ہٹانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ ایک مرتبہ آپ رات گئے ایک دینی و اصلاحی نشست میں مصروف تھے کہ اے پی ایم ایس او کا بدنام زمانہ رافضی غنڈہ شہزادہ عمران تین موٹر سائیکلوں پہ اپنے دیگر ساتھیوں سمیت آپ کے گھر پہ حملہ آور ہوا اور فائرنگ کی۔

قومیت و لسانیت کے علم برداروں نے آپ کو بزور بازو روکنے کی کوششیں بھی کیں جن کا جواب آپ نے بھی بزور بازو ہی دیا۔ آپ نے کئی لڑائیوں میں ایم کیو ایم کے غنڈوں کو منہ توڑ جواب دیا، آپ نے اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کیا کہ کٹ جانا تو آتا ہے مگر جھکنا ہماری ریت نہیں! اے احمد سلام ہے آپ کے عزم و ہمت کو اور آپ کے صبر و استقامت کو! اللہ پاک آپ کی جدوجہد کو قبول فرمائیں، آمین!

کیوں ہم کو ڈراتے ہو بپھرے ہوئے طوفانوں سے
ہم نے تو خود سفینوں کو آگ لگا دی ہے

میدان جہاد میں:

بہترین اخلاق، پاکیزہ کردار، عاجزی و انکساری، نرم مزاجی آپ کی نمایاں صفات تھیں۔ آپ اللہ کا تقویٰ رکھنے والے ایک مخلص نوجوان تھے۔ ظلم و کفر سے آپ بے زار تھے۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی آپ کو چین سے نہ بیٹھنے دیتی۔ آپ کی دلی تمنا یہی تھی کہ یہ امت سربلند ہو اور ہر طرف اللہ کا کلمہ عام ہو جائے ”حتیٰ لا تکون فتنہ“...... زمین کفر و شرک سے پاک ہو جائے اور دین اللہ کے لیے خالص ہو جائے!

ابھی آپ انٹر میں تھے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی صدا آپ کے کانوں تک پہنچی اور آپ کے پاکیزہ دل نے بلا تردد اس پکار پر لبیک کہا۔ ۲۰۰۸ء کے آخر میں آپ جہاد فی سبیل اللہ کی راہوں کے راہی بنے۔ بنیادی عسکری تربیت کے بعد آپ انگور اڈہ کے محاذ پر امریکہ اور اس کی غلام افغان ملی آرمی پر کئی کارروائیوں میں شریک رہے۔ چند ماہ بعد آپ کی تشکیل شمالی وزیرستان کے صدر مقام میران شاہ کر دی گئی جہاں آپ کو فکری و تربیتی دورہ جات میں شریک رکھا گیا۔ ان دورہ جات کے بعد کچھ عرصہ آپ میران شاہ میں رہے پھر آپ کی تشکیل پاکستان کر دی گئی۔

پاکستان تشکیل کے بعد آپ نے جامعہ کراچی (کراچی یونیورسٹی) میں داخلہ لیا۔ پاکستان میں رہتے ہوئے آپ شہر کراچی کے علاوہ صوبہ پنجاب میں بھی مصروف عمل رہے۔ جامعہ کراچی میں شیعہ لابی پر گرنیڈ حملے کے الزام میں گرفتار کر لیے گئے البتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو جلد ہی رہائی مل گئی۔ مگر اس مدت میں ظلم کے علم برداروں نے آپ کو بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے آپ کو چلنے میں شدید دشواری ہوتی اور سانس بھی جلدی پھول جاتا۔ ظالموں کا ظلم آپ کو راہ حق سے نہ موڑ سکا اور آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لرزش نہ آئی۔ رہائی پانے کے بعد آپ عمرے کی سعادت حاصل کرنے چلے گئے۔ عمرے کی ادائیگی کے بعد واپس آئے تو بہت سے لوگوں نے آپ کو بہت سے مشورے دیے۔ کوئی آپ کا محسن بن کر آیا کہ بھائی یونیورسٹی میں داخلہ لے لو اور اپنا مستقبل بناؤ، کوئی آیا کہ کوئی تجارت، کوئی کاروبار کر لو تو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ گے، غرض جو کوئی بھی آیا اس نے آپ کو پر فتن دنیا کے حسین خواب دکھائے۔ انہیں کیا معلوم جو روح جہاد کے میدانوں کی لذت کی عادی ہو چکی ہو اسے اس مادی دنیا میں کیسے قرار آسکتا ہے، وہ دل جو امت کے غم میں دھڑکتا ہو، وہ دل جو امت مسلمہ کے زخموں پہ مرہم رکھنے کو بے تاب رہتا ہو، وہ آنکھیں جو امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خستہ حالی پہ رونے والی ہوں بھلا وہ کہاں اس دجالی معاشرے میں رہنا گوارا کر سکتی ہیں۔

آپ تو ان جھوٹے خوابوں سے بے زار ایک سچی اعلیٰ وارفع کامیاب تجارت کر چکے تھے، یہ تجارت دنیا کے کسی بندے سے نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم ہستی سے ہے جس نے جو کہا وہ حق و سچ فرمایا۔ آپ نے کامیاب تجارت کی، بندوں سے نہیں بندوں کے رب سے، یہ ایسی تجارت ہے جس میں نفع ہی نفع ہے جس میں دھوکے اور ناکامی کا شائبہ تک نہیں، یہ تجارت مشکل ضرور ہے، مگر نیت کا اخلاص اور جذبوں کی صداقت اسے سہل بنا دیتی ہے۔

> ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔“(سورۃ التوبۃ)

احمد بھائی اپنی جان اللہ وحدہ لاشریک کو بیچ چکے تھے بس انہیں تو جلدی تھی اس سودے کو کھرا کرنے کی، اسی لیے جلد ہی احمد بھائی واپس ارض جہاد اپنے ایمان کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ارض جہاد میں آپ مختلف نوعیت کے جہادی فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستانی فوج کے خلاف بھی عمل کے میدان میں صف آرا رہے۔

دینِ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کفار و مرتدین ہمیشہ سے ہی سرگرم رہے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ خود کفار و مرتدین اسلام کو وہ نقصان نہیں پہنچا سکے جو نقصان منافقین نے پہنچایا ہے۔ یہ رزیل ٹولا آستین کے سانپ بن کر دینِ مبین کے خلاف مصروف عمل ہوتا ہے اسی لیے اس کا سراغ لگانا اور اس کی جڑ کاٹنا دیگر عسکری قوتوں کے مقابل مشکل کام ہوتا ہے۔ عالمی جہاد خصوصاً جہادِ پاکستان کو بھی انہی بدبختوں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ ارض خراسان میں مجاہدین کے خلاف یہ ٹولا خفیہ طور پر مصروف رہا اور پاکستانی فوج نے انہیں جاسوسی کے لیے استعمال کیا۔ یہ وہ گروہ ہے جنہوں نے چند ٹکوں کے عوض اپنا ایمان بیچ ڈالا۔ انہی کے لیے اللہ رب العزت نے فرمایا، إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ، یہ لوگ جہنم کے نچلے گڑھے میں اوندھے منہ پڑے ہوں گے۔

> ”منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے، یہ ممکن نہیں تو ان کا کوئی مددگار پائے۔“(سورۃ النساء:۱۴۵)

عید الاضحیٰ ۱۴۳۳ ہجری جنوبی وزیرستان کے علاقے وانا میں مجاہدین القاعدہ نے مجاہدین کی جاسوسی کرنے والے گروہ کے ایک سربراہ جو کہ مقامی قوم کا ملک (سردار) تھا کے خلاف ایک چھاپہ مار کارروائی ترتیب دی۔ مجاہدین نے اس بدبخت کے گھر سے ملحقہ حجرے پر چھاپہ مارا جس میں مجاہدین کا اصل ہدف یہ قبائلی سردار واصل جہنم ہوا۔ مجاہدین کامیاب کارروائی کر کے واپس نکل رہے تھے کہ دشمن اسلام کے گارڈ نے کلاشن کا برسٹ فائر کیا جس میں ہمارے دو پیارے بھائی احمد (فائز شاہ) اور مصعب (جواد عارف) رتبۂ شہادت سے سرفراز ہو کر خلد بریں کی جانب روانہ ہو گئے۔ (نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ)

اے احمد! تم نے اپنے رب سے جو تجارت کی تھی تم اس میں کامیاب ٹھہرے، تم نے خوب نفع بخش تجارت کی، تم سوئے جناں روانہ ہو گئے، تم جامِ شہادت نوش کر کے کہکشاں ہو گئے، تم اپنے رب کے مہمان بنے ......افسوس ہے اس بدبخت پر جو جہنم کی گہرائیوں میں عذاب جھیلتا ہو گا، آہ کتنا فرق ہے جان کی قربانی دینے والوں میں۔ ایک ہی زمیں پر دو طرح کے لوگوں کا خون بہا اک طرف رحمان کے بندوں نے رحمان کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جان دی...... دوسری طرف عدوِ اسلام سوئے جہنم روانہ ہوا۔ اس نے ڈالروں کے لیے جان دی، دنیا کی زیب و زینت سمیٹنے کے لیے جان دی......اور دنیا بھی ہاتھ سے گئی۔ وہ دولت جس کے حصول کے لیے اتنے جتن کیے اور وہ مال بھی پیچھے رہنے والوں کا بنا جس کو ایمان بیچ کر حاصل کیا ......ہائے افسوس کس قدر گھاٹے کا سودا کیا۔

احمد شہید نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محبت رکھنے والے مجاہد تھے۔ آپ زندگی کے ہر ہر معاملے میں سنتوں کی پابندی کرنے والے تھے۔ کھانا کھاتے تو برکت کی تلاش میں برتن کو مکمل صاف کرتے کہ معلوم نہیں کھانے کے کس حصے میں برکت ہے، حتیٰ کہ چپل پہننے تک میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مد نظر رکھتے، اسی طرح آپ کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت داڑھی سے بہت محبت تھی اگرچہ آپ کی داڑھی لمبی تھی مگر وہ بہت زیادہ گھنی نہ تھی اور آپ کی خواہش تھی کہ داڑھی کسی طرح گھنی ہو جائے...... آپ جب شہید ہوئے تو آپ کو ایک جگہ امانتاً دفن کیا گیا کچھ عرصے بعد جب آپ کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کیا گیا تو آپ کا چہرہ تر و تازہ تھا اور آپ کی داڑھی گھنی اور لمبی ہو چکی تھی......

(باقی صفحہ نمبر 119 پر)

اونٹ اور صحرا

دوسرا سفر

معین الدین شامی

دوسرا سفر کرنے کا موقع صحرائے ہلمند میں مزمّل بھائی اور مولانا ہاشمی کے ساتھ ملا۔

مزمّل بھائی نے آئندہ کے اسفار کے لیے ایک نئی گاڑی خریدی تھی اور مزمّل بھائی کے جہادی کاموں کے لیے انفاق کا ذکر مختلف جگہوں پر آتا رہا ہے، یہ گاڑی بھی اسی جہادی سفر کا ایک حصہ تھی[63]۔ یہ ایک جاپانی سفید رنگ کی 'ٹویوٹا ہائی لکس سرف' کا ستائیس سو (۲۷۰۰) سی سی پٹرول انجن، آٹومیٹک ٹرانسمیشن مع فور وہیل ڈرائیو والا، غالباً ۲۰۰۲ء ماڈل تھا اور یہ اس گاڑی پر پہلا 'جہادی' سفر تھا۔

صحرا کے سفر میں روٹی، پینے کا پانی اور بعض دفعہ دیگر ضروریات کے لیے بھی پانی رکھا جاتا ہے، سو یہ سب کچھ ہمراہ تھا۔ مزید یہ بھی کہ مزمّل بھائی ایک مدبر (managed) شخصیت تھے اور کاموں کو باقاعدہ (proper) انداز سے کرتے تھے۔ اس سفر میں مجھے ان کی یہ خوبی خوب دیکھنے کو ملی۔ بلکہ اس سفر سے ایک یا دو دن پہلے ہی انہوں نے جملہ تیاریاں پوری کر لیں۔

رسولِ محبوب، کامل و اکمل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فَإِن العَبْدَ إذاَ عَمِلَ عَمَلاً أَحَبَّ اللّٰہُ أَنْ يَتْقِنهٗ.“

(کنز العمال)

”جب بندہ کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس میں اتقان پیدا کرے یعنی اس کو ٹھیک، جیسا کہ چاہیے اس طرح انجام دے۔“[64]

انہوں نے گاڑی کے لیے ایک عدد نیا 'ائیر پمپ' خریدا۔ ساٹھ لیٹر کے ظرف والے دو ٹینکے (کین) گاڑی میں رکھے، جن میں سے ایک پانی سے اور دوسرا پٹرول سے بھرا ہوا تھا۔ اضافی انجن آئل، بریک ہائیڈرالک آئل، پاور سٹیرنگ فلوئڈ وغیرہ۔ تقریباً ہر قسم کے اوزاروں کی کٹیں (kits)، ایک عدد اضافی گاڑی کی بیٹری وغیرہ۔ اسی طرح انہوں نے جی پی ایس ڈیوائسز (Global Positioning System Device) بھی ہمراہ لیں۔

ہم اپنی قرار گاہ سے سورج چڑھنے کے بعد روانہ ہوئے۔ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ کی آخری آخری تاریخیں تھیں۔ قریباً تین گھنٹے کا سفر پتھریلے دشت میں کرنے کے بعد ہم حدودِ صحرا میں داخل ہوئے۔ صحرا میں اونٹ تو اونٹ ہوتا ہے، گاڑی کا چلنا بھی کچھ آسان کام نہیں۔ کہیں زیادہ رفتار میں آپ کو صحرا کی ریتلی مٹی پار کرنا ہوتی ہے تو کہیں دائیں مڑنے کے لیے سٹیرنگ بائیں گھما کر ڈرفٹ (drift) کرتے ہوئے نکلنا ہوتا ہے۔

لوگ بڑے بڑے انجنوں والی لینڈ کروزروں (Land Cruiser) اور رینج رووَروں (Range Rover) اور ہَمروں (Hummer) میں بڑے سرمائے کے ساتھ عموماً دبئی و ابو ظہبی اور شارجہ و عمان وغیرہ کے صحراؤں میں سیر کے لیے جاتے ہیں، جسے desert safari کہتے ہیں۔ خیر جن وسائل کے ساتھ یہ سیر کی جاتی ہے ایسے وسائل کا نصف بھی مجاہدین کو میسر آجائے تو ان مجاہدین کے اسفار کا انداز و طریق ہی بدل جائے، لیکن......

بچۂ شاہیں سے کہتا تھا عقابِ سال خورد
اے ترے شہپر پہ آساں رفعتِ چرخِ بریں

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں

جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پسر!
وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

اگر کسی کو 'اصل' desert safari یا صحرا کا سفر کرنا ہو تو میادینِ جہاد کے صحراؤں میں، مالی و لیبیا، صحارا (صحرائے اعظم)، یمن، صومالیہ، پاکستانی بلوچستان اور افغانستان میں (بلکہ اب تو عن قریب راجستھان میں بھی) کرے، جہاں آپ کو حقیقی ایڈونچر ملے گا، مردوں والا ایڈونچر، رجال والی مہم جوئی!

ہمیں صحرا میں چلتے ہوئے بھی آدھا پونا گھنٹہ ہو چکا ہوگا، ہمارے مجموعی سفر کے کوئی چار گھنٹے ہونے والے تھے اور سفر بظاہر بڑا ہی آسان تھا۔

---

[63] اسی انفاق سبیل اللہ سے متعلق آپ رحمہ اللہ کی وصیت دیکھی جا سکتی ہے جو مجلّہ نوائے افغان جہاد (نوائے غزوۂ ہند کا سابقہ نام) کے اگست و ستمبر ۲۰۱۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔

[64] اس حدیث شریف کے ذیل میں مولانا اسلم زاہد صاحب (زید مجدہٗ) اپنی نادر تالیف 'حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ جمال' میں لکھتے ہیں ”ادھر حضور ﷺ سمجھا رہے ہیں کہ وہ مسلمان جو اپنے روز مرّہ کاموں یا ملّت کے لیے صنعت کاری میں اچھائی پیدا کرے اور حسین چیزیں بنائے، اللہ اس سے محبّت کرتا ہے۔ قارئین! گزشتہ صفحات میں لکھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے طلبِ رزق میں حُسن و جمال کا حکم دیا، مذکورہ فرمان سے معلوم ہوا کہ کاموں، صنعتوں دست کاری، کاشت اور ہر قسم کے کاموں میں انسان کی عظمت یہ ہے کہ وہ اچھا کام کرے اور وقت کو قیمتی بنائے۔“

پہلے سے ارادہ تھا کہ صحرا میں کسی جگہ بلند ٹیلے آئیں گے تو وہاں ستائیں گے، لہٰذا صحرا کے ان بلند ٹیلوں کے آتے ہی ان کو اوٹ جان کر مزمّل بھائی نے گاڑی اس اوٹ میں کھڑی کی۔ مولانا ہاشمی (مدّ ظلّہٗ)، چونکہ اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، اس لیے ہم نے سوچا کہ ان کو راحت پہنچاتے ہوئے سامانِ خلوت کرتے ہیں۔ ٹھنڈے مشروب کی بوتل اٹھا کر مزمل بھائی گاڑی سے اترے اور میں نے ان کی اقتدا کی۔ وہ ایک سمت کو چلے اور میں ان کے پیچھے۔

مشکل سے تیس قدم اٹھائے ہوں گے کہ شور کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی... ''ووووووووہ ہہہہہہ... آلاااااہہہہ... اووووہہہہ''۔

سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک اونچے سے ٹیلے پر (ٹیلہ کوئی سو فٹ اونچا ہو گا)، چھ آٹھ افراد نظر آئے جو ہمیں ہاتھ سے اشارہ کر رہے تھے اور سب اسلحہ بردار بھی تھے۔ وہ شور مچا رہے تھے اور اسی اثنا میں انہوں نے گولی بھی چلائی۔ میں نے مزمّل بھائی کو دیکھا اور انہوں نے مجھے۔ میں نے کہا 'ڈاکو' اور مزمّل بھائی نے پشتو میں نعرہ لگایا 'غلان دے (ڈاکو ہیں)' اور ہم نے گاڑی کی طرف دوڑ لگا دی، مولانا ہاشمی بھی ہوشیار ہو چکے تھے۔

یہاں یہ ڈاکوؤں کو دیکھنے اور اس پر ردِّ عمل میں ممکن ہے کہ قاری کو لگے کہ شاید کچھ منٹ بیتے ہوں گے، لیکن یقین جانیے کہ یہ پندرہ بیس ثانیوں کی بھی بات نہیں تھی۔

ہم گاڑی میں بیٹھے، مزمّل بھائی نے گاڑی کے سیلف سٹارٹ کو اگنیشن دیا اور میں نے اپنی کلاشن کوف کی نال میں گولی چڑھائی (لوڈ کی)۔ ساتھ ہی مولانا ہاشمی نے اپنی بندوق تیار کی۔ مزمّل بھائی گاڑی چلا نہیں رہے تھے، اڑا رہے تھے۔ اللہ کا کرم خاص یہ تھا کہ ان ٹیلوں کے درمیان ہمیں راستہ مل گیا ورنہ ٹیلوں کی اونچائی اور چڑھائی ایسی تھی کہ اس پر پانچ ہزار سی سی والی لینڈ کروزر بھی نہ چڑھ سکے۔ اسی دوران میں نے مزمّل بھائی کی کلاشن کوف بھی لوڈ کی اور ان کی آسان دسترس والی جگہ پر رکھ دی۔

اس ہیڑ دیڑ اور ہنگامے میں نجانے کون سا کام پہلے ہوا اور نجانے کون سا بعد میں۔ ہم کون سا صحرائی تھے اور ہم نے کون سا ڈاکوؤں کا کبھی پہلے سامنا کیا تھا جو ان سے نمٹنے کے گر ہمیں آتے۔ ڈاکو بھی صحرائی، بلوچ ڈاکو۔ بلوچوں کی جتنی صفات ہم نے سنی ہیں اور جو پہلے بیان ہوئی ہیں، وہ اپنی جگہ بجا ہیں۔ لیکن کوئی بھی عالی ہمت اور جنگ جو قوم اگر صحیح کی بجائے غلط راستے کا انتخاب کر لے تو ان کی ساری عبقریت، شیطانی عبقریت میں ڈھل جاتی ہے۔

مزمّل بھائی کے کہنے پر میں، جو اگلی ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا، کھڑکی سے تھوڑا سا باہر نکلا اور اپنی کلاشن کوف فضا میں لہرائی، ایسا ہی کام پچھلی سیٹ پر بیٹھے مولانا ہاشمی نے بھی کیا۔ اب ہم کبھی گردن موڑ کر، کھڑکی سے باہر سر نکال کر ڈاکوؤں کو دیکھتے جو اپنی گاڑیوں پر ہمارے پیچھے روانہ ہو چکے تھے اور کبھی اطرافی آئینے (side mirror) سے ان کو دیکھتے۔

مزمّل بھائی نے بھی کبھی گاڑی یوں نہ چلائی ہو گی جیسی آج اڑا رہے تھے۔ یہ ہمارا سفر حقیقی action thriller بن گیا۔ ہم چل رہے ہیں کہ سامنے سے بھی ہمیں ڈاکوؤں ہی کے انداز کی کچھ گاڑیاں نظر آئیں، جنہیں دیکھتے ہی مزمّل بھائی بولے کہ 'اگر آپ کو سامنے سے گولی چلانی پڑے تو آپ نے اگلے شیشے (وِنڈ سکرین) کی پروا نہیں کرنی!' اور میں نے بھی عجیب نظروں سے مزمّل بھائی کو دیکھا اور برجستہ جواب دیا کہ '(آپ کا کیا خیال ہے) میں (ونڈ سکرین سے سیدھا گولی چلاتے ہوئے) آپ سے (اس حالت میں) پوچھوں گا؟!'۔ اب اسی تناؤ اور مشکل کی حالت میں ہم دونوں کی ہنسی بھی نکل گئی کہ ہم کیا بحث کر رہے ہیں، خیر اگلے ڈاکو، ہمارے جیسے ہی تھے سو گزر گئے اور پچھلے اصلی ڈاکوؤں نے تقریباً دس منٹ ہمارا پیچھا کیا اور پھر وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ لیکن ہم رہے مستقل ایک تناؤ اور ٹینشن ہی کی کیفیت میں۔

ہم نے مزید آدھے گھنٹے کا سفر کیا ہو گا کہ ہمارے دائیں طرف، پیچھے سے دو سفید گاڑیاں راستے سے ہٹ کر آگے بڑھتی نظر آئیں۔ ہم فوراً چوکنے ہو گئے۔ کچھ دیر میں خیال ہوا کہ یہ کہیں ڈاکو ہی نہ ہوں اور ہمیں اوور ٹیک کر کے شاید آگے سے ہم پر حملہ آور ہوں۔ خیر اس خیال اور اظہارِ خیال کے بعد مزمّل بھائی نے عمومی راستے سے گاڑی کو اتار لیا اور اب ہم ٹیلوں پر اوپر نیچے سفر کرنے لگے۔ مشکل سے دو منٹ گزرے ہوں گے کہ رفتار کم ہونے اور اوپر نیچے کے ٹیلوں کے سبب ایک سو فٹ کے ریت کے ٹیلے سے فقط دس سے پندرہ فٹ پہلے گاڑی ریت میں دھنس گئی۔ یہ ساڑھے بارہ یا پونے ایک بجے کا وقت ہو گا۔

جلدی سے گاڑی سے نکلے۔ مزمّل بھائی نے مولانا ہاشمی سے کہا کہ 'مولوی صاحب! آپ ذرا اپنی کلاشن سمیت اونچی جگہ پر چڑھ کر دیکھیں کہ کوئی یہاں آ نہ رہا ہو!'۔ مولانا نے اپنی اہلیہ کو ایک اور ٹیلے پر بٹھایا اور خود پہرہ دینے لگے۔

دراصل صحرا میں، ریت میں گاڑی کا پھنسنا یہ ہوتا ہے (جو میرا تجربہ و مشاہدہ رہا، اور قسمیں بھی ہو سکتی ہیں) کہ گاڑی کی باڈی (body) یا فریم یا جسے 'چیزی' (chassis) کہتے ہیں وہ سطحِ زمین کے ساتھ اٹک جاتی ہے اور پہیے ریت میں دھنس جاتے ہیں، پھر جتنا زور لگاؤ یعنی پہیے گھماؤ تو گاڑی مزید دھنستی ہی جاتی ہے۔ یہی صورتِ حال ہمیں بھی درپیش تھی۔

جو کام ایسی حالت میں کیا جاتا ہے وہی ہم نے بھی کیا۔ گاری کے نیچے گھسے اور گاڑی کا فریم، دراصل ایکسل ریت سے لگا ہوا تھا اس کے نیچے سے ریت نکالنے لگے۔ کچھ ریت کم ہوئی تو دوسرا کام یہ کیا جو عموماً کیا جاتا ہے کہ ٹائروں سے ہوا کم کی۔

یہاں ٹائروں سے ہوا کم کرنے کی حکمت کا ماخذ میرے خیال میں 'صحرائی جہاز' کے پیروں کا اندازِ تخلیق ہے۔ صحرائی جہاز یعنی اونٹ کے پیر ایک تو چوڑے ہوتے ہیں اور ثانیاً نیچے سے نرم ہوتے ہیں۔ نرم اور چوڑے پیر جب نرم ریت پر پڑتے ہیں تو دھنستے نہیں ہیں، فتبارک اللہ احسن الخالقین!

سو میرا خیال ہے کہ ٹائروں سے ہوا کم کرنے کا خیال یہیں سے لیا گیا ہے۔ ٹائروں میں جب ہوا کم ہوتی ہے تو ربڑ میں نرمی آ جاتی ہے یوں ریت میں سے گاڑی آسانی سے نکل جاتی ہے۔ لیکن مستقل ہوا کم اس لیے نہیں رکھتے کہ اولاً اتنی کم ہوا کے ساتھ تیز رفتاری ممکن نہیں ہوتی اور ثانیاً اگر صحرا وغیرہ میں بھی کوئی پتھر و تھر راستے میں آ جائے اور ٹائر اس پر لگے تو فوراً ٹائر کے پنکچر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

خیر ہم نے چاروں ٹائروں سے ہوا کم کی، کہ ’الیکٹرانک ائیر پمپ‘ تو ہمارے پاس پہلے ہی تھا اور اس دس فٹ کے ٹکڑے سے نکلتے ہی ہم دوبارہ ہوا بھرتے اور اپنی منزل کو روانہ ہو جاتے۔ ہوا ٹائروں میں کم ہوئی، مزمّل بھائی گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی آگے کو بڑھائی۔ شاید پانچ فٹ گاڑی آگے کو گئی ہو کہ پچھلی طرف کا دایاں ٹائر پہیے سے اتر گیا، اور وہیل رِم نظر آنے لگا۔ اور اب کی باری گاڑی اس طرف سے ریت میں پھنس گئی۔

اب پہیہ بدلنا تو پورا ایک کام تھا۔ مزمّل بھائی نے ’جیک‘ ایک کے بجائے دو عدد رکھے ہوئے تھے۔ لیکن جیک لگانے کے لیے ہموار یا سخت زمین درکار ہوتی ہے، ریت میں تو یہ خود دھنس جائے۔ خیر ایک چپٹا سیدھا پتھر قریب سے ہی مل گیا، وہ رکھا اور جیک اس پر نصب کر کے گاڑی کو اٹھایا، لیکن گاڑی جتنی اٹھی اس سے آدھا فٹ زیادہ جگہ ہمیں وہیل بدلنے کو درکار تھی۔ اب دوبارہ اس پہیے کے نیچے سے ریت نکالنے لگے۔ ریت نکالتے نکالتے، نکالتے نکالتے اور اضافی پہیہ پیچھے ’چیزی‘ ہی کے نیچے جس جگہ فِٹ تھا، اس کے نیچے سے ریت نکالتے گھنٹے سے زیادہ لگ گیا۔

تھکن سے یہاں حالت خراب ہو گئی کہ یہ دو پہر – سہ پہر کا وقت تھا، صحرا، گرمی، لُو، چلچلاتی دھوپ... لیکن اسی دوران اللہ کا ایک خاص کرم ہوا کہ کچھ بدلیاں ہماری طرف آ گئیں جس کے بعد کافی وقت یہ بدلیاں، اللہ کی رحمت کی تنی چادر کی صورت ہم پر سایہ فگن رہیں، وللہ الحمد و المنۃ!

پہیہ تبدیل کیا اور اس نئے پہیے کے ٹائر کی ہوا بہت احتیاط سے کم کی۔ الحمد للہ، اب گاڑی سٹارٹ کی اور آگے کو نکالی اور گاڑی آرام سے ہموار اور سخت زمین پر آ گئی۔ ہم نے گاڑی کا سارا سامان جو بکھرا پڑا تھا جمع کیا اور گاڑی میں رکھا اور ساتھ ہی ’الیکٹرانک ائیر پمپ‘ نکالا، اس کو بجلی سے متصل کیا اور ٹائروں میں ہوا بھرنے لگے۔

پمپ ابھی پہلے ٹائر ہی سے جڑا تھا اور مشکل سے دس سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ پمپ سے ’گرررر رررررر‘ کی آواز آئی اور پمپ بند، اناللہ وانا الیہ راجعون!

اب پمپ سے پندرہ بیس منٹ سر پھٹول کرتے رہے لیکن وہ خراب ہو چکا تھا اور ہمارے پاس ہوا بھرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ ہم کھڑے بھی راستے سے ہٹ کر تھے کہ وہاں کسی گاڑی کا گزر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے تیمم کیا اور ظہر کی نماز پڑھی اور دعا مانگی اور پھر پمپ سے سر ٹکرانے لگے، نہ اس نے ٹھیک ہونا تھا نہ وہ ہوا!

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ مزمّل بھائی ہر شے باقاعدہ طور پر رکھتے تھے لیکن، اس مینجمنٹ کے باوجود حادثہ ہمیں پیش آ گیا۔ اب کوئی یہ نہ سمجھے کہ حادثہ ہونا ہو تو ہو کر رہتا ہے تیاری ہو یا نہ ہو۔ بات یہ ہے اور یہی سلف و خلف میں علما نے بیان کیا ہے کہ روئے حدیث سے توکل اسباب پورے کر کے اللہ پر بھروسے کا نام ہے۔ پھر بھی مشکل آ پڑے تو یہی تو سمجھنے کی بات ہے اور ’اللہ سے ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کا یقین‘ دل میں بیٹھتا ہے۔ لیکن جو اسباب پورے نہ کرے، لاپروائی کرے اور بھلے اس کو مشکل پیش نہ بھی آئے تو خدانخواستہ اللہ کے یہاں پکڑ کا اندیشہ ہے، اللہ پاک ہم میں سے کسی کو نہ پکڑے اور اپنی پکڑ سے محفوظ رکھے، آمین!

پمپ کام نہیں کر رہا تھا کہ ایسے میں ایک خانہ بدوشوں جیسے حلیے والا شخص ہماری طرف آ گیا، جس کو ہم نے فوراً آڑے ہاتھوں لیا کہ ہم دودھ کے جلے تھے۔ اس آدمی کے پیچھے پندرہ بیس لوگ اور بھی تھے لیکن شاید ایک ڈیڑھ کلو میٹر کے فاصلے پر تھے اور یہ لوگ ٹریکٹر – ٹرالی پر سفر کر رہے تھے۔ ہم نے اس بندے کو اپنے پاس بٹھا لیا کہ کہیں یہ ڈاکوؤں کا ہی بندہ نہ ہو اور اس کو کہا کہ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے بتاؤ کہ وہ آگے نہ بڑھیں یہاں تک کہ ہم یہاں سے چلے نہ جائیں۔ اس نے عمل کیا اور اس کے ساتھی رک گئے۔

اس نے بتایا کہ ’ہم تو خود ڈاکوؤں کے ستم رسیدہ ہیں۔ دو روز پہلے یہاں اپنے دو ٹریکٹروں پر ہم پانچ چھ لوگ سفر کر رہے تھے کہ ہمیں ڈاکوؤں نے پکڑ لیا۔ ہمارے ہاتھ پیر باندھ دیے اور ہمارے ٹریکٹر ہم سے لوٹ کر لے گئے۔ ہم ایک دن اور دو راتیں یہیں صحرا میں بندھے پڑے رہے، خدا کو ہماری زندگی منظور تھی سو بچ گئے اور یہ ٹریکٹر پر کچھ اور لوگ یہاں آ نکلے جنہوں نے ہماری رسیاں کھولیں، پانی روٹی دی اور اب ہم ان کے ساتھ سفر کر کے اپنی منزل کو جا رہے ہیں‘۔ لیکن وہی بات...... ہم تو دودھ کے جلے تھے، کیوں مانتے اس کی بات؟ لہٰذا اس کو بٹھائے رکھا اور پمپ سے سر پھٹول کرتے رہے۔ پھر ہمیں خیال آیا کہ اس خانہ بدوش کو جانے دیتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ یہ ہماری جانب سے سفر نہیں کریں گے بلکہ دور سے گھوم کر جائیں گے۔ یہ روانہ ہو گئے اور دور سے گھوم کر گئے۔

اب عصر کا وقت ہو گیا۔ نمازِ عصر پڑھی اور اللہ پاک کے سامنے سب نے دعا کی۔ مزمّل بھائی جیسے اللہ کے مقربین ساتھ تھے، بار گاہِ ایزدی میں شنوائی ہوئی اور ذرا دیر بعد ایک ٹرک ہمیں اپنی جانب آتا دکھائی دیا۔ ایک طرف سے مولانا ہاشمی نے دوڑ لگائی اور دوسری طرف سے میں اس کی طرف بھاگا۔ ٹرک والا آخر کار رک گیا۔ پہلی بات اس نے یہ کہی کہ ’اگر گاڑی کو رکوانا ہو تو یوں دوڑ کر نہیں آتے، ہم تو سمجھے کہ تم لوگ ڈاکو ہو، شکر کرو میں رک گیا‘۔

اب ہم نے اس سے کہا کہ یہ یہ معاملہ ہمارے ساتھ پیش آیا ہے تم ہماری مدد کرو۔ ٹرکوں کی بریک اتنی قوی ہوتی ہے اور اس کے ہائیڈرالک پمپ اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ عموماً ٹرکوں والے اپنے ٹرک کے ٹائروں میں ہوا بھی اسی سے بھرتے ہیں اور اس کام کے لیے انہوں نے ہائیڈرالک بریک پمپ میں ایک پائپ سا لگوایا ہوا ہوتا ہے جس سے آگے ربڑ کی پائپ جوڑ کر وہ یہ خدمت لیتے ہیں۔ بلکہ ہم میں سے ہر کسی نے اکثر دیکھا ہو گا کہ شہروں میں چلنے والے ٹرک یا بڑی بسوں کے پیچھے لکھا ہوتا ہے ’پریشر بریک...... فاصلہ رکھیں‘۔ تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ ان گاڑیوں کا بریکنگ سسٹم بہت ہی اچھا ہوتا ہے اور ان کی بریک فوراً سے لگ جاتی ہے اور اگر پچھلی گاڑی فاصلہ نہ رکھے تو حادثے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اب ٹرک والے نے ہماری بات تو سنی لیکن آمادہ نہ ہوا۔ ہم نے اس کی منتیں کیں اور واسطہ دیا کہ ہمارے ساتھ 'زنانہ' بھی ہے۔ زنانہ کا نام سن کر وہ آمادہ ہو گیا اور ایک لمبا چکر کاٹ کر ہماری گاڑی کے پاس آ گیا۔

پشتونوں اور بلوچوں میں 'زنانہ' کا احترام بہت زیادہ ہے۔ بلکہ 'زنانہ' کے حوالے سے جو قصے میں نے بلوچوں کے سنے ہیں تو بلوچ پشتونوں سے بھی زیادہ عورتوں کے معاملے میں غیرت مند ہوتے ہیں۔ حتیٰ کے بے دین بلوچ بھی نہایت غیرت مند ہوتے ہیں۔ پاکستانی بلوچستان میں دو بلوچ قبائل کی ایک بار جنگ جاری تھی اور کسی صورت تھم نہ رہی تھی کہ ایک قبیلے سے ایک عورت دوسری طرف گئی اور کہا کہ جنگ روک دو، بس عورت کے آنے کے سبب جنگ رک گئی۔ کراچی میں لیاری کے بلوچوں کے بھی ایسے قصے مشہور ہیں۔

خیر، غیرت مندی بہت بڑی چیز ہے، لیکن اگر ایمان نہ ہو تو یہ غیرت بس دنیا ہی کا سامان ہے اور اگر ایمان آ جائے تو یہ واقعی وہ دولت ہے جو درویش کو تاجِ سر دارا پہناتی ہے۔ ہمارا مقصود یہاں قوموں کا تقابل نہیں ہے، یہ بات تو بس بر سبیلِ تذکرہ آ گئی۔ البتہ بلوچوں کی ایمانی مدح ضرور اور بھی کی جائے گی۔ لیکن بات وہی ہے کہ 'تم میں باعثِ تکریم و عزت وہی ہے جو تم میں تقویٰ والا ہے'۔ اب حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ 'عربوں سے محبت کرو اس لیے کہ میں عرب ہوں اور اس لیے کہ قرآن عربی میں ہے اور اس لیے کہ اہلِ جنت کی زبان عربی ہو گی'، لیکن یہ سبھی آپ نے اسی پیرائے میں فرمایا ہے کہ

ع محمدِ عربیؐ سے ہے جہانِ عربی!

عربی ہو یا عجمی، جس سے بھی محبت ہے یا تعلق تکریم و احترام ہے تو اس لیے کہ وہ محمدِ عربی کا غلام ہے، صلی اللہ علیہ وسلم! ورنہ ابو لہب و ابو جہل بھی تو عرب ہی تھے اور سلمان فارسیؓ عجمی تھے، لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ سلمان من أہل البیت، سلمان میرے اہلِ بیت میں سے ہیں! (أو کما قال علیہ الصلاۃ والسلام)[65]۔

جب حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے فارس کو فتح فرمایا تو کتبِ تاریخ میں ہے کہ کسریٰ کی فوج میں دو لشکر تھے جن کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ 'الزط و البلوس' تھے۔ میرے ایک استاد (دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ 'الزط' سے مراد ہیں جٹ یا جاٹ اور 'البلوس' یعنی بلوچ۔ خیر یہ ایمان لے آئے اور پھر یہ لوگ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو گئے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین!

آج بھی اللہ نے بلوچوں میں بڑے بڑے عبقری رجالِ کار پیدا فرمائے ہیں اور یہ ان کے ایمان کا ثمرہ ہے۔ خالد شیخ محمد، رمزی یوسف، ریگی برادران وغیرہ وغیرہ۔

خیر، ٹرک والے کی بات چل رہی تھی۔ ٹرک والا ہمارے پاس آ گیا اور پانچ منٹ میں اس نے ہماری گاڑی کے سبھی ٹائروں میں ہوا بھر دی، اللہ پاک اس کو جزائے خیر سے نوازیں۔ مزمّل بھائی نے گاڑی میں مولانا ہاشمی کا ٹھنڈے مشروب کا کارٹن، مولانا ہاشمی سے اپنی دوستی میں بنا اجازت کے کھولا اور ہدیتاً فوراً ٹرک والے کو ایک بوتل نکال کر دے دی اور وہ روانہ ہو گیا۔

یہ وہ لمحہ تھا جب مجھے اس حدیث میں شتربان کی بیان کی گئی کیفیت کچھ کچھ سمجھ میں آئی کہ جب ایک شتربان کو صحرا میں اس کا اونٹ گم جانے کے بعد ملا تو وہ ساری کائنات کے پالنے والے کی مدح و ثنا میں بے ساختہ، فرطِ جذبات میں کہہ بیٹھا کہ ''اے اللہ تُو میرا بندہ اور میں تیرا ربّ!''۔ ہم شتر پر سوار نہ تھے، لیکن یہ گاڑی ہی ہمارا شتر تھی اور یہی ہم سے ہونے کے باوجود 'گم' گئی تھی اور پھر اللہ نے لوٹا دی تھی۔

ہم نے گاڑی سٹارٹ کی اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

کچھ آگے جا کر مزمّل بھائی کہنے لگے کہ 'یار ڈاکوؤں کی طرف ایک آدھ گولی ہمیں بھی ویسے چلانی چاہیے تھی......؟!'۔ اس پر میں ان سے بے تکلفی کے سبب برجستہ بولا کہ 'بڑے حافظ صاحب[66] کہتے تھے کہ لڑائی کے بعد جو مکّا یاد آئے ناں وہ اپنے آپ کو ہی مار لینا چاہیے......'۔ یہ سن کر مزمّل بھائی کِھل کِھلا کر ہنسے، مجلس کشتِ زعفران بن گئی اور اپنے خاص انداز میں مجھے دیکھ کر بولے 'یاااار...... تُسی وی ناں......بہت خراب او!' اور پھر ہنسنے لگے۔

اس کے بعد مزمّل بھائی نے کچھ آگے جا کر میری جانب دیکھ کر، مسکراتے ہوئے کہا 'نوائے افغان کے لیے اگلی کہانی تیار ہے!!'۔

(تیسرے سفر کی کہانی......ان شاء اللہ اگلی بار)

'نوائے غزوۂ ہند' (سابقہ 'نوائے افغان جہاد') کے تمام معزز قارئین سے التماس ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اللہ پاک ہماری کاوشوں میں اخلاص و اتباعِ شریعت عطا فرمائے اور پھر اپنے فضل سے شرفِ قبولیت سے بھی نوازے۔ یہ بھی دعا کیجیے کہ اللہ پاک 'نوائے غزوۂ ہند' کو جہادِ ہند کی تقویت اور پورے برِّ صغیر میں دعوت و جہاد کے مبادی پھیلانے کا ذریعہ بنا دے، آمین یا ربّ العالمین!

---

[65] بحوالہ طبرانی و ابنِ عساکر و بغوی

[66] حافظ طیب نواز شہیدؒ بانی مدیر مجلّہ 'نوائے افغان جہاد' (نوائے غزوۂ ہند کا سابقہ نام)۔

سحر ہونے کو ہے

بنتِ طیبیب

خدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آ جاتا
مگر کام اس سے تب چلتا کہ یہ دل میں سما جاتا

سحر کا وقت تھا۔ سورج کی شعاعیں افق پر نمودار ہو رہی تھیں۔ پرندے اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکلنے کو تیار بیٹھے چہچہا رہے تھے۔ وہ بھی مبہوت سا بیٹھا اللہ کی قدرت کے نظارے دیکھ رہا تھا۔ ارد گرد کا ماحول خوبصورت ہونے کے باوجود وہ غمگین تھا۔ اس کے دل میں خالی پن کا احساس تھا۔ اور یہ احساس اس کو پچھلے تین دن سے تھا جب سے اس نے ساتھ والے گھر میں اس کو دیکھا تھا۔ آج بھی فجر پڑھتے ہی باقی سب سے نظر بچا کر اس نے چھت کا رخ کیا اور ساتھ والے گھر کے صحن پر نظریں گاڑ دیں۔ مگر وہ آج نہیں آئی تھی۔ کافی دیر انتظار کے بعد اس نے مایوسی سے منڈیر سے سر ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں۔ نہ جانے کس وقت وہ نیند کی وادی میں گم ہو گیا۔ اس کی آنکھ سورج کی کرنوں کے چہرے پر پڑنے سے کھلی۔ اس نے سر اٹھایا اور دوبارہ ساتھ والے گھر میں جھانکا، مگر نجانے کیوں وہ ابھی تک نہ آئی تھی۔ سورج طلوع ہو چکا تھا اس لیے اس نے قریب موجود پانی کی ٹونٹی کھولی اور وضو کیا، چار نفل اشراق کے ادا کیے اور فارغ ہو کر ایک بار پھر منڈیر پر جھک گیا۔

اچانک نیچے سے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ آواز وہیں سے آئی تھی جس طرف اس کا انگ انگ متوجہ تھا۔ وہ جلدی سے نیچے ہو کر بیٹھ گیا اور منڈیر پر بنی چلمن کی درزوں سے نیچے کا منظر دیکھنے لگا۔

وہ آج پھر وہاں کھڑی تھی۔ اور اس کے دائیں بائیں دو اجنبی ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھتا گیا۔ اسے کوئی اشتباہ نہیں ہوا تھا، وہ وہی تھی، اس نے اسے پہچاننے میں غلطی نہ کی تھی۔ مگر وہ یہاں کیا کر رہی تھی اور یہاں کیسے پہنچی تھی؟ اس کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔ وہ صحن میں شاید کسی کام سے آئی تھی۔ ساتھ ہی ایک گل گوتھنا سا بچہ بھی تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر اس کا دل بری طرح مچلنے لگا اور آنکھوں سے آنسو چھلکنے کو بے تاب ہو گئے۔ وہ ٹکٹکی باندھے ان کو دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر چھت کی جانب دیکھا۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا، مبادا وہ اسے دیکھ نہ لے۔ وہ معاملہ سمجھنے سے پہلے اس پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر شاید اس کو شک ہو گیا تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

اس نے ذرا سا آگے ہو کر دوبارہ جھانکا۔ اب وہ اپنے جگر گوشے کو لیے گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ رہی تھی، اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی اور وہ دو اجنبی اس کو بازوؤں سے تھامے ہوئے تھے۔ وہ بے بسی سے ہونٹ بھینچے، آنسو ضبط کیے، ان دونوں کو دیکھتا رہا۔

'یا اللہ! یہ کیسی بے بسی تھی! یہ دونوں یہاں کیسے پہنچ گئے!'۔ اتنا قریب ہو کر بھی وہ کس قدر بے بس تھا، اس نے تھک کر اپنی آنکھیں موند لیں اور فکر مندی سے حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔

☆☆☆☆☆

'ٹوں!'، گھنٹی بجتے ہی نور کا انگوٹھا موبائل کی سکرین پر چلنے لگا۔ اس نے تیزی سے میسج کا جواب ٹائپ کیا اور سینڈ کا بٹن دبا دیا۔ وہ زمین سے اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

'ہاجر! ہے کوئی نئی تازی؟'، سامنے بیڈ پر ہاجر کو لیپ ٹاپ کے سامنے نیم دراز دیکھ کر اس نے پوچھا، وہ فیس بک کھولے بیٹھی تھی۔

'اسد بھائی کا بیٹا ہوا ہے!'، ہاجر نے سکرین سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا۔ نور اچھل کر کھڑی ہو گئی اور تیزی سے بیڈ پر ہاجر کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔

'واقعی؟! دکھاؤ! کوئی پکچر ہے کیا؟'،

'ہاں یہ دیکھو......شاید آج ہی اپ لوڈ کی ہے'، ہاجر نے سکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

'واؤ! کتنا کیوٹ ہے!'، نور نے سکرین پر جھکتے ہوئے تبصرہ کیا، 'جسٹ لائک ہز مام' (بالکل اپنی ماں جیسا ہے)۔

'یہ دیکھو! یہ اچھی تصویر ہے۔ اسد بھائی اور سیلی بھی ساتھ ہیں'، ہاجر نے ایک دوسری تصویر پر کلک کرتے ہوئے اشارہ کیا۔

'میں جا کر اماں کو بتاتی ہوں'، اچانک خیال آنے پر نور تیزی سے اٹھی اور دروازہ کھول کر کمرے سے نکلنے لگی۔

'نور! یار......پیاری بہن! واپس آتے ہوئے پیپسی کا ایک گلاس تو لیتی آنا'، ہاجر نے مصنوعی لجاجت سے باہر جاتی نور سے کہا، جس پر وہ مڑ کر ہاجر کو گھورنے لگی۔

'اوہ کم آن یار! لا دے ناں، ایک گلاس ہی تو ہے'، اب کی بار ہاجر تنک کر بولی تو نور بے ساختہ ہنس دی۔

'اب کی ہے ناں صحیح طرح بات'، وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ ٹوں! ساتھ ہی میسج کا الرٹ دوبارہ بجا تو وہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی۔ منال کا میسج تھا۔ سکرین پر انگوٹھا چلاتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

'اماں! اماں! کہاں ہیں؟'، اس کے دور سے ہی زور زور سے آوازیں دینے پر اماں نے منہ بناتے ہوئے دروازے سے باہر جھانکا۔

'کیا ہے؟ کیوں شور مچا رہی ہو؟'۔

’اماں اسد بھائی اور سیلی کا بیٹا ہوا ہے‘، نور نے چہکتے ہوئے جواب دیا اور دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی۔

’اچھا! اللہ مبارک کرے! صبح یاد کرانا چچی کو مبارک دے دوں! اور ہاجر کو بلالاؤ، سپیگٹی تیار ہو گئی ہے...... خالدہ ٹیبل پر برتن لگا رہی ہے، تم لوگ آجاؤ!‘، اماں اس کو ہدایات دے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں اور وہ موبائل پر نظریں جمائے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

’ہاجر! اماں کہہ رہی ہیں کہ کھانا تیار ہے‘، نور نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ ہاجر ابھی تک لیپ ٹاپ پر مصروف تھی، اس کی آواز سن کر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی۔

’پتہ ہے...... منال کا میسج تھا...... کہہ رہی تھی کہ صفدر کے گھر والوں نے ریجیکٹ کر دیا ہے‘۔

’ہائیں!...... کیوں؟!...... منال میں کیا کمی نظر آ گئی؟‘، ہاجر نے چونک کر سر اٹھایا اور لیپ ٹاپ چھوڑ کے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

’کہہ رہے تھے کہ فیملی بڑی ہے‘، نور طنزیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

’کیا؟‘، ہاجر نے نہ سمجھتے ہوئے دوبارہ پوچھا۔

’لڑکی سٹرانگ ہوتی ہے ناں‘، نور مسکرائی تو ہاجر منہ بناتی ہوئی دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ٹوں! منال کا ایک اور میسج آیا تھا۔ ’نور! دبئی کی پکچرز بھیجوں؟‘۔

’ہاں بھیجو!‘۔

ایک منٹ بعد ہی منال اور اس کی فیملی کی ہنستی مسکراتی تصویریں آ گئیں۔ نور کا انگوٹھا پھر چلنے لگا۔ ’کتنے اچھے لگ رہے ہو ناں سب! چچا اور چچی کتنے ینگ لگ رہے ہیں!‘۔

منال کا جواب آنے سے پہلے ہی اس کے فیس بک الرٹ کی گھنٹی بجی۔ ’مومنہ شیئرڈ اے فوٹو‘(Momina shared a photo) کا نوٹیفکیشن آ رہا تھا۔

نور کے ٹَیپ (tap) کرنے پر ایک تصویر کھل گئی جس میں ایک زخمی بچہ فٹ پاتھ پر ایک بلی کے ساتھ لیٹا ہوا تھا، نیچے کیپشن تھا:

’فلسطینی بچہ! اس بچے کے گھر میں صرف یہ بلی بچی ہے!‘۔

’اف! اس نے بھی ضرور موڈ خراب کرنا ہوتا ہے! لوگوں کو ڈپریس کرنے کا شوق ہوتا ہے!‘، نور نے ناگواری سے فیس بک کی ایپ بند کر دی۔

’ہاجر! آجاؤ کھانا کب سے تیار ہو چکا ہے!‘۔

’بس یہ آخری لائف رہ گئی ہے...... گیم ختم کر کے آتی ہوں!‘، ہاجر سکرین پر سے نظریں ہٹائے بغیر بولی۔ نور نے ٹیبل پر سے کلپ اٹھایا، بالوں کو سمیٹ کر سر پر باندھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆☆☆

ابو بکر ہاتھ میں تولیہ تھامے باتھ روم سے باہر نکلا تو ہوا کا واحد ذریعہ پنکھا بھی بند ہو گیا۔ شاید یو پی ایس کا چارج ختم ہو گیا تھا۔ بابا جانی کو اب جنریٹر ہی لے لینا چاہیے۔ دل ہی دل میں حکومت کو کوستے ہوئے وہ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر گیلے بالوں میں برش پھیرنے لگا۔ ٹوں! اچانک سائیڈ پر رکھے موبائل کا الرٹ بجا۔ ابو بکر برش چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ہاجر کی چار مسڈ کالز آ چکی تھیں اور اب کی بار میسج آیا تھا۔ ’بھیا! کہاں ہو؟ کھانا لگ چکا ہے...... اماں ناراض ہو رہی ہیں!‘۔ میسج پڑھ کے بے ساختہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے مڑ کر شیشے میں ستائشی نظروں سے اپنا جائزہ لیا۔ کالی پینٹ کے ساتھ اس نے سفید ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ کانوں تک انگریزی طرز پر کٹے بال اس کو اپنے چہرے پر کافی جچتے ہوئے محسوس ہوئے۔

موبائل ہاتھ میں لیے وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آیا اور نیچے کی منزل پر بنے ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ٹیبل پر سب اسی کے منتظر تھے۔ بابا جانی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، اماں نجانے کہاں تھیں۔ نور اور سعد کسی موضوع پر زور و شور سے بحث کر رہے تھے جبکہ ہاجر پوری تندہی سے اپنے موبائل پر مصروف تھی۔ وہ بھی اپنے لیے ایک کرسی گھسیٹ کر مصعب کے برابر میں بیٹھ گیا۔

’بھائی! کیچپ پکڑانا!‘، سعد اچانک اپنی بحث چھوڑ کر مصعب سے کہنے لگا۔ مصعب نے کیچپ پکڑاتے ہوئے ناگواری سے اس کے سراپے کا جائزہ لیا۔

’سعد! کتنا عرصہ ہو گیا ہے کٹنگ کرائے ہوئے؟‘، اس نے ناگواری سے پوچھا تو سعد نے کھسیا کر آنکھوں میں پڑتے بالوں کو پیچھے ہٹانا چاہا۔

’ہاں! لگتا ہے کسی جنگل سے اٹھ کر آیا ہے!‘، نور نے بھی شامل ہوتے ہوئے کہا۔

’آپا! دِس از کالڈ فیشن!‘، (آپا! اسے فیشن کہتے ہیں) سعد نے بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

’فیشن کرو تو انسانوں والا!‘، ہاجر بھی اچانک موبائل سے نظریں ہٹا کر بولی، ’لڑکی لگتے ہو!‘۔

’اف!!......‘، سعد نے بے اختیار کندھوں پر گرتے اپنے بالوں کو سمیٹنا چاہا۔

’اپنی پونی دے دوں؟‘، نور تیزی سے اپنے ہاتھ پر بندھی پونی اتارنے لگی۔ سعد نے گھور کر اسے دیکھا اور پھر اپنی حمایت کے لیے بابا جانی کو متوجہ کرنا چاہا۔ ’بابا جانی دیکھیں ناں! یہ لوگ مجھے تنگ کر رہے ہیں‘۔

بابا جانی نے اخبار سے ذرا سی نظریں ہٹائیں اور ’بری بات بچو! چھوٹے بھائی کو تنگ نہیں کرتے!‘، کہتے ہوئے دوبارہ اخبار میں غرق ہو گئے۔ بابا جانی کی اتنی تھوڑی حمایت پا کر سعد کا منہ بن گیا جبکہ ہاجر اس کو چھیڑنے کے لیے زبان دکھانے لگی۔

’سعد کل تک تمہیں انسانی حلیے میں ہونا چاہیے!‘، مصعب نے سپیگٹی کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو سعد نے بے بسی سے بالوں کو سمیٹنے کی ناکام کوشش ترک کر دی اور آہستہ سے سر ہلا دیا۔ ابو بکر خاموشی سے ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

’چلو بچو! اب بس کرو باتیں اور خاموشی سے کھانا کھاؤ‘، اماں اچانک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں اور باباجانی کے ساتھ والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔ ’سنیں! آپ نے یہ آلو اور مچھلی کے کٹلس چکھے؟ امینہ نے فریز کر کے بھیجے تھے‘۔
اماں اور باباجانی کٹلس پر تبصرے کرنے لگے، باقی سب بھی خاموشی سے اپنے کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے اور کمرے میں صرف چمچ کانٹے چلنے کی آواز گونجنے لگی۔

☆☆☆☆☆

’بھیا! آپ کی سیلیکشن ہو گئی! بھیا!...... بھیا!‘، کمرے کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور جویریہ خوشی سے چلاتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ عبادہ ماما اور بابا کے ساتھ کسی سنجیدہ موضوع پر گفتگو کر رہا تھا، جویریہ کے یوں داخل ہونے پر سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔
’جیا! یہ کیا طریقہ ہے؟ تم کوئی چھ سال کی بچی ہو جو اس طرح چلا رہی ہو‘، امینہ بیگم نے اس کو جھڑکا مگر وہ ذرا بھی اثر قبول کیے بغیر پھر سے چہکنے لگی۔
’ماما! بھیا کی آکسفورڈ کے لیے سیلیکشن ہو گئی ہے!‘۔
’کیا کہہ رہی ہو جیا؟!...... کیا واقعی؟‘، عبادہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے یقینی سے پوچھنے لگا۔
’جی ہاں، میل آگئی ہے!‘۔
’دکھاؤ مجھے بھی!‘، اس کے کہنے پر جویریہ تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عبادہ نے سر کے اشارے سے ماما بابا سے اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر وہ بھی جویریہ کے پیچھے چل پڑا۔
’شکر ہے! تم نے مجھے بچا لیا!‘، کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی عبادہ نے سکھ کا سانس لیا۔ جویریہ اس کے انداز پر ہنس پڑی۔
’کیا کہہ رہے تھے ماما بابا؟‘، اس نے ہلکی سی آواز میں پوچھا۔
’پھر وہی بات!...... اگر باہر جانا ہے تو نکاح کر کے جاؤ‘، اس نے بستر پر گرتے ہوئے جواب دیا۔
’تو بھیا! تمہیں کیا مسئلہ ہے؟‘۔
’کچھ نہیں بس...... بس خیال آتا ہے کہ کہیں کوئی بدمزگی نہ ہو جائے۔ معاملہ بڑھ نہ جائے!‘، عبادہ نے چہرے پر بازو رکھتے ہوئے کہا، پھر کچھ سوچ کے دھیرے سے ہنس دیا۔ ’ماما بابا تو سمجھ رہے ہیں گویا میں باہر جا کر کسی گوری سے شادی رچا بیٹھوں گا!‘۔
جویریہ خاموش رہی اور لیپ ٹاپ کھول کر میل دیکھنے لگی۔ ’یہ دیکھو بھیا!......‘، کمرے کی خاموشی میں اچانک اس کی آواز گونجی تو نہ چاہتے ہوئے بھی عبادہ کو اپنی سوچوں سے باہر آنا پڑا۔ وہ اٹھ کر جویریہ کے قریب رکھے لیپ ٹاپ پر جھک کر دیکھنے لگا۔
’اچھا تو واقعی میرا داخلہ ہو گیا ہے!‘، اس نے ایک بار پھر سوچوں میں گم ہوتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ دیر یونہی اپنی سوچوں میں غرق رہا، پھر فکر مندی سے پہلو بدلنے لگا، نجانے کیا بات تھی جو اسے پریشان کر رہی تھی۔
’کیا ہوا بھیا؟ پریشان ہو؟‘، جویریہ سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھی۔
’ہوں!‘، عبادہ نظریں اٹھائے بغیر بولا، ’اب نیا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا...... ماما بابا کہیں گے کہ نور سے پوچھ کر جاؤ......! اگر اسے منظور ہو گا تو اجازت دیں گے‘۔
’بھیا! تم تو خود ہی نور کا اتنا خیال رکھتے تھے...... تو اب کیا ہو گیا ہے؟‘، جویریہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا، ’اب کیا ہوا ہے؟...... تم کئی دنوں بہت فکر مند سے اور بدلے بدلے لگ رہے ہو...... کیا کوئی پریشانی ہے؟‘۔ اس نے کسی انجانے خدشے کی بنیاد پر اس سے پوچھا۔
عبادہ نے چہرہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ ’ویسے تو وقت آنے پر سب کو پتہ چل ہی جائے گا مگر......‘، وہ دھیرے سے بولا مگر جویریہ اس کی بات نہیں سن رہی تھی، وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی، ’بھیا! تم نے کتنے دنوں سے شیو نہیں کی؟‘۔
’کیوں؟‘۔
’تم واقعی پریشان ہو ناں؟‘، جویریہ اس کا چہرہ پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔
’میں شیو کرنا نہیں بھولا جیا! میں ڈاڑھی رکھ رہا ہوں‘، وہ دھیرے سے مسکرا دیا، ’ویسے تو وقت آنے پر سب کو پتہ چل ہی جائے گا مگر...... میں تمہیں اپنے راز میں شریک کرنا چاہتا ہوں...... تیار ہو؟‘۔
اس کے سنجیدہ انداز پر جویریہ کے دل میں کچھ کھٹکنے لگا اور کسی گڑبڑ کے احساس نے اس کو بلا سوچے سمجھے اس کے راز میں شریک ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کا بھائی کن سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اور پھر عبادہ نے اس کو اپنے راز میں شریک کر لیا۔

☆☆☆☆☆

نور اور ہاجر آج صبح صبح ہی اٹھ کر تیار ہو گئی تھیں۔ آج کالج میں فن فیئر تھا اور وہ بہت پر جوش تھیں۔ جب وہ تیار ہو کر باہر نکلیں تو مصعب اور ابو بکر کو لاؤنج میں اپنا منتظر پایا۔ مصعب بیٹھا کافی پی رہا تھا جبکہ ابو بکر حیرت سے ان دونوں کے حلیے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ’تم دونوں اس حلیے میں جاؤ گی؟‘، آخر اس سے رہا نہ گیا تو بول اٹھا۔
’کیوں؟ کیا ہوا؟...... فن فیئر ہے آج ہمارا!‘، ہاجر مذاق اڑانے والے انداز میں بولی۔ جیسے ابو بکر کی کم علمی پر ہنس رہی ہو۔
’کم از کم دوپٹہ تو رکھ لو سر پہ!‘، ابو بکر کو نجانے کیوں ان کے یوں بن ٹھن کر جانے پر اعتراض ہو رہا تھا۔ دونوں نے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں کہ یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟

’ابو بکر! تم تو امریکہ سے آئے ہو، جو ہم سے کئی گنا زیادہ آزاد خیال ہے...... پھر تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟‘، نور نے حیرت سے اس سے پوچھا جو بے تاثر چہرے کے ساتھ اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ نور کے سوال پر وہ تیزی سے اٹھا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر، زور سے دروازہ بند کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔ شاید اسے نور کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

’لڑکیو! بھاگو اس کے پیچھے! آج ڈرائیور نہیں آیا، اسی نے تمہیں چھوڑنے جانا ہے...... سعد کی آج چھٹی ہے، وہ تو کمرے میں سویا پڑا ہے!‘، مصعب نے دونوں کے دھواں دھواں ہوتے چہرے دیکھ کر کہا اور باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ ہاجر اور نور گویا ہوش میں آئیں اور ناشتے کے آخری آخری لقمے منہ میں ٹھونستے ہوئے باہر کی جانب بھاگیں۔ ابو بکر اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے آسمان پر کچھ تلاش کر رہا تھا۔ نور اور ہاجر خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ وہ پھر بھی گاڑی کی طرف نہ آیا تو نور نے کھڑکی سے سر نکال کر اسے پکارا، ’ابو بکر! جلدی کرو! دیر ہو رہی ہے!‘۔ ابو بکر اپنی سوچوں کے سمندر سے باہر نکلا اور خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔

☆☆☆☆☆

ابو بکر گاڑی کا دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند کر کے اترا۔ اچٹتی سی نگاہ اپنے لان کے ساتھ جڑے دو کنال کے گھر پر ڈالی جو اس کے تایا جان کا تھا۔ اس کا موڈ آج کافی خراب ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں نور اور ہاجر کو عام سے ماڈرن حلیے میں دیکھ کر اسے اتنا غصہ کیوں آیا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا، گھر کا مرکزی دروازہ زور سے بند کرتا ہوا، لاؤنج میں داخل ہوا۔ گھر میں ہر طرف خاموشی تھی۔ اماں سو رہی تھیں۔ ماسی آج شاید نہیں آئی تھی۔ سعد اپنے کمرے میں تھا۔ وہ بے خیالی میں لاؤنج کے دائیں جانب بنی سٹڈی میں آ گیا۔ سٹڈی کے ساتھ ہی اماں کا کمرہ اور کچن تھا۔ وہ سٹڈی کا دروازہ آہستہ سے کھول کر اندر چلا گیا۔ سٹڈی کافی بڑی تھی۔ کسی زمانے میں یہ دادا ابو کا کمرہ تھا۔ جب وہ چھوٹا تھا تو اکثر دادا ابو کے ساتھ سوجاتا تھا، اور وہ رات کو دیر تک اسے اچھی اچھی باتیں سمجھاتے رہتے۔ دین پر عمل کرنے کی ہدایت کرتے۔ پھر نجانے کب ان کے گھرانے میں جدیدیت داخل ہو گئی تھی۔ شاید جب سے دنیا کی ریل پیل ہوئی تھی، دین از خود ہی آہستہ آہستہ ان کے گھر سے رخصت ہو گیا تھا۔

سٹڈی میں ایک جانب کمپیوٹر ٹیبل رکھا ہوا تھا، جس پر ایک پرانا ساڈیسک ٹاپ کمپیوٹر رکھا تھا۔ وہ سعد کو اس کی بارہویں سالگرہ پر تحفے میں ملا تھا۔ یوں اتنا پرانا بھی نہ تھا اور آج کل بھی استعمال ہوتا تھا۔ دوسرے کونے میں کتابوں کے چھت کو چھوتے شیلف بنے تھے۔

ابو بکر آج نامعلوم سی اداسی محسوس کر رہا تھا۔ وہ تین چار روز قبل ہی، ایک سال کا عرصہ گزارنے کے بعد امریکہ سے پاکستان پہنچا تھا۔ امریکہ میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس کو پانچواں سال ہونے کو آ رہا تھا۔ شروع میں تو وہاں جا کر اسے تمام گھر والے بے حد یاد آئے، اور پاکستان میں بھی گھر کے سب افراد اس کی کمی بے حد محسوس کرتے تھے۔ مگر پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ باقی سب تو اپنی مصروفیات کی وجہ سے بہل گئے مگر وہ ایک دن بھی سیٹ نہ ہو سکا۔ مصعب اور نور سے اس کی بہت بنتی تھی اور اب بھی اکثر ساری ساری رات وہ تینوں چیٹنگ کرتے ہوئے گزارتے، تمام مسائل اکٹھے حل کرتے۔

اس دفعہ وہ ایک سال بعد آیا تھا اور اپنے گھر والوں سے بے حد اداس ہو چکا تھا۔

وقت گزاری کے لیے اس نے کمپیوٹر آن کر لیا اور فیس بک کھول لی۔ ہاجر کا اکاؤنٹ ’لاگڈ اِن‘ تھا۔ اس کی نیوز فیڈ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گیا۔ بے ہودہ اور دین بے زار چیزوں کی بھرمار تھی۔ کسی خیال کے تحت اس کی فرینڈز لسٹ کھولی تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ اس کے فرینڈز میں درجن کے قریب اجنبی لڑکوں کے نام تھے۔ کہاں گم ہو گیا تھا اس کا غیرت مند، عزت دار گھرانہ جس کی لڑکیاں غیر لڑکوں سے دوستی کو عار نہ سمجھتی تھیں۔

لائیکس میں بھی فضول قسم کے ایکٹرز اور ایکٹریسز بھری ہوئی تھیں۔ میوزک میں انگریزی اور انڈین گانوں کی ایک طویل فہرست تھی۔ ابو بکر نے بے زار ہو کر لاگ آؤٹ کیا اور اپنا اکاؤنٹ کھول لیا۔ علی کا میسج آیا ہوا تھا۔ ’کیا کر رہے ہو؟‘ (پندرہ منٹ پہلے)۔

’کچھ نہیں! ڈپریس ہو رہا ہوں!‘۔

’کیوں؟ کیا ہوا؟‘۔

’بس یار! اپنے گھر کی لڑکیوں کی بے باکی اور سب کی دین سے دوری پریشان کر رہی ہے‘۔

’پھر کیا ارادہ ہے؟ کب واپس آؤ گے؟‘، کچھ دیر بعد علی کا میسج دوبارہ آیا۔

’ایک مہینہ تو رہوں گا ان شاءاللہ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟‘۔

’سوچ رہا ہوں میں بھی پاکستان آ جاؤں...... ممی ڈیڈی خوش ہو جائیں گے‘۔

ٹوں! مومنہ ہیز اپڈیٹڈ ہر سٹیٹس! (Momina has updated her status!) کا نوٹیفیکیشن آ رہا تھا۔ ابو بکر نے کلک کیا۔ ’مومنہ از سیڈ!‘، آگے ایک روتی ہوئی سمائلی بنی تھی۔

’کیوں کیا ہوا مومنہ؟‘، ابو بکر نے پریشان ہو کر فوراً مومنہ کے سٹیٹس پر کمنٹ کیا۔

’ابو بکر بھائی! دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالت پر دل اداس ہے۔ آج کل فلسطین اور شام پر ہونے والی سفاکانہ بمباری دیکھی نہیں جاتی‘۔ آگے ایک اور روتی ہوئی سمائلی نظر آ رہی تھی۔

’تو تم کیوں اداس ہو؟‘۔ ابو بکر کے کمنٹ پر مومنہ نے صرف ایک حیرت کا اظہار کرتی سمائلی بھیجنے پر اکتفا کیا۔

’ابو بکر بھائی! مسلمان تو ایک جسم کی مانند ہیں!‘۔

’تم اطمینان رکھو! ان شاءاللہ ہم سب سیف (محفوظ) ہیں‘۔

’آخر کب تک؟ کچھ پتہ نہیں چلتا...... آج کل حالات منٹوں میں بدل جاتے ہیں!‘۔ مومنہ کا جواب پڑھ کر ایک لمحے کو وہ چکرا کر رہ گیا، پھر تیزی سے جواب ٹائپ کرنے لگا۔

’مومنہ! دماغ خراب ہو گیا ہے؟ ہمیں کیا ہونے لگا ہے؟ چچا سے کہوں گا کہ تمہیں کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھائیں!‘...... (باقی صفحہ نمبر 119 پر)

سلطانئ جمہور

علی بن منصور

'آخر یہ آئیڈیا آپ کے ذہن میں کیسے آیا؟ میرا مطلب ہے کہ آپ نے اپنے گھرانے کو جمہوری روایات کے مطابق ڈھالنے کا فیصلہ کیوں کیا؟'، چمکتے دمکتے سٹوڈیو میں بیٹھا معروف ٹی وی اینکر سہراب پیرزادہ پوچھ رہا تھا۔

'یہ تو بہت مشکل سوال کر دیا ہے آپ نے'، عمیر اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے، مسکرا کر بولا۔

'کیوں...... زیادہ مشکل ہے کیا؟'، پیرزادہ بھی جواباً مسکرا کر بولا۔

'نہیں، اتنا مشکل تو نہیں مگر اس کا جواب تفصیل طلب ہے'، اب کے عمیر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

'آپ بتائیے ہاشمی صاحب، ہم اور ہمارے ناظرین آپ کی گفتگو سننے کے لیے بے تاب ہیں'۔

'ایک لمبی داستان مختصر الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں......'، اتنا کہہ کر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ جیسے اپنی بات بیان کرنے کے لیے بہترین الفاظ کا انتخاب کر رہا ہو۔ 'دیکھیے سہراب صاحب، ہر گھر میں مسائل ہوتے ہیں۔ پرانے جھگڑے، مزاجوں اور طبیعتوں کے مسائل، بعض اوقات کچھ رواج اور روایتیں ایسی ہوتی ہیں جو بہت سے مسائل اور مشکلات کو جنم دیتی ہیں۔ ان مسائل سے نبٹنے کے لیے لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ کچھ محض گزارہ کرنے کی پالیسی اپنا لیتے ہیں...... کہ بس جو بھی مسئلے مسائل ہیں، ان کو ساتھ لے کر جیتے رہو...... یہ بات طے کر لیتے ہیں کہ ان مسائل کا کوئی حل نہیں، یہ یونہی زندگی کے ساتھ چلتے رہیں گے۔ اکثر لوگوں کے ہاں مسائل کا حل یہ نکلتا ہے کہ کسی ایک کو بڑا بنا لیتے ہیں پھر وہ جو بھی کہہ دے، کیسا ہی فیصلہ کیوں نہ کر دے، اپنی مرضی اور خواہش سے جس کو چاہے نواز دے اور جس کے ساتھ چاہے زیادتی کا رویہ اپنائے، بس چونکہ لوگ اس کو اپنا 'بڑا' تسلیم کر چکے ہوتے ہیں، لہٰذا اس کے ہر فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ دیکھیں گے کہ اکثر اس 'بڑے' کے پاس بڑائی کے لیے محض عمر کے چند سال زیادہ ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا'۔

وہ سانس لینے کے لیے رکا۔ سہراب پیرزادہ پوری توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا، سٹوڈیو کے تمام کیمرے اس کو فوکس کیے ہوئے تھے، اس وقت نجانے کتنے گھروں میں اس کو دیکھا اور سنا جا رہا تھا۔ یہ خیال اسے اپنی بات کی اہمیت اور حساسیت کا شدت سے احساس دلا رہا تھا، آج اس پلیٹ فارم سے اپنی بات پہنچا کر نجانے کتنے قلوب واذہان کو متاثر کرنے کا موقع ملا تھا۔

'ہمارے ہاں بھی یہ تمام مسائل تھے۔ عام گھروں کی طرح ہمارے ہاں بھی جھگڑے تھے، رنجشیں تھیں، گلے شکوے تھے۔ بعض مسائل تھے جو برسوں سے چلے آ رہے تھے، جن کا ہر طرح سے حل ڈھونڈنے کے بعد ہم مایوس ہو چکے تھے۔ لوگوں کے رویے تھے، مزاجوں کے مسائل تھے۔ مگر...... ایک عرصہ ان مسائل کا سامنا کرنے کے بعد ہمارے گھر کے افراد اب کسی کے بھی ساتھ ظلم وزیادتی برداشت کرنے پر تیار نہیں تھے...... یہ ایک خواب تھا سہراب صاحب...... کہ گھر میں ایسا ماحول ہو کہ جس میں سب برابر ہوں۔ چھوٹے بڑے، مرد اور عورتیں، کمزور اور طاقتور۔ سب کی سنی جائے...... سب کو ایک سے مواقع میسر ہوں...... سب معاملات سب کی رائے سے طے کیے جائیں۔ ہم پڑھے لکھے باشعور افراد ہیں، پھر گھر کے معاملات اور لوگوں کے ساتھ ڈیلنگ...... یہ سب چیزیں کسی ایک شخص کی ذاتی پسند وناپسند پر منحصر کیوں ہوں؟ ہماری رائے یہ تھی کہ جب گھریلو امور طے کرنے میں سب کی رائے، سب کا مشورہ اور سب کی مرضی شامل ہو گی، تو نہ صرف یہ کہ تمام کام بہتر طریقے سے انجام پائیں گے، بلکہ وہ گھر کے تمام افراد کی مرضی اور خواہش کے مطابق بھی ہوں گے'۔

'ہوں...... اور اس سارے عمل میں آپ کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا؟ مشکلات پیش آئیں؟'، اینکر نے اگلا سوال کیا۔

'مشکلات......؟ سہراب صاحب، اس دنیا میں...... زندگی میں...... کوئی بھی چیز جو کسی قابل ہو، وہ حاصل کرنے کے لیے مشکلات کا سامنا تو کرنا پڑتا ہے۔ کون سا مقصد یا ہدف ایسا ہے جس کے حصول کے لیے مشکل اور پریشانی نہ اٹھانی پڑے؟ یہ تو پیکج کا حصّہ ہے'۔

'نہیں...... لیکن پھر بھی...... آپ کو زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا؟'،

'نہیں...... ہمیں جمہوریت کو گھریلو سطح پر اپنانے میں کوئی زیادہ مخالفت برداشت نہیں کرنی پڑی۔ اور اس کا سہرا...... میں کہوں گا کہ میرے بڑے بھائی کے سر ہے، جنہوں نے تمام تر مخالفت کو ایک دوسرے رخ پر چینل کیا، اور جمہوری عمل کے لیے راستہ ہموار کیا۔ ایسا نہیں ہے کہ مخالفت نہیں ہے...... ہے، مگر اتنی نہیں ہے جتنی کہ ہمیں توقع تھی۔ مگر مسئلہ مخالفت کا نہیں ہے۔ کھلم کھلا، دوٹوک مخالفت کوئی نقصان نہیں پہنچاتی، اصل خطرہ دراصل غیر جمہوری رویّوں سے ہوتا ہے'۔

'غیر جمہوری رویّے......؟'، سہراب پیرزادہ نے ابرو اچکا کے استفہامیہ انداز میں دہرایا۔

'جی...... غیر جمہوری رویّے۔ یہ تب ہوتا ہے جب ہم ظاہر میں تو جمہوریت اپنا لیتے ہیں اور اس کے ثمرات سے مستفید ہوتے ہیں، مگر جمہوریت ہمارے اندر نہیں اتری ہوتی۔ جمہوریت کی روح سے نابلد ہوتے ہیں۔ پھر جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے جس میں آرا کا اختلاف ہو تو ہمارے اندر وہی پرانا آمر، وہی پرانی اندھی بہری اطاعت کی روش جاگ اٹھتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم سب کی رائے اور مشورہ حاصل کر کے اکثریت کی رائے کی پیروی کریں، ہم چاہتے ہیں کہ

بس اپنا فیصلہ ہی دوسروں پر تھوپ دیں...... یہ رویّے ہیں جو جمہوریت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں......'

عمیر اپنے سامنے رکھی میز پر کہنی جمائے، آگے کو جھکا ہوا تھا اور نہایت سنجیدگی اور متانت سے بات کر رہا تھا۔ اپنی بات اور نظریے کے لیے اس کا خلوص اس کے ہر ہر انداز سے جھلک رہا تھا۔ لائٹ گرے رنگ کے نفیس سے ٹو پیس سوٹ میں ملبوس، کلائی پر قیمتی گھڑی باندھے وہ اپنے معمول کے لاپرواانداز سے ہٹ کر بہت باوقار اور مدبر لگ رہا تھا۔ گو کہ یہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ میڈیا کے سامنے آیا تھا، مگر اس کے کسی انداز سے گھبراہٹ کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تمام سوالوں کا بہت اعتماد سے جواب دے رہا تھا۔

چند روز قبل ہی عمیر کی مہینے بھر کی دوڑ دھوپ رنگ لے آئی تھی، اور وہ ایک ایسی مہر تیار کروانے میں کامیاب ہو گیا تھا جو ہاشمی ہاؤس کے سربراہ کو گھر کے تمام معاملات میں اختیارِ کل عطا کرتی تھی۔ اس مہر کی قانونی حیثیت تسلیم کرانے کے لیے اس نے کافی پاپڑ بیلے تھے، اور اس سلسلے میں نیچے سے لے کر اوپر تک، نجانے کتنے افسروں اور کلرکوں کے پیچھے خوار ہوا تھا۔ مگر اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ اس ساری دوڑ دھوپ کے نتیجے میں اسے زبردست میڈیا کوریج حاصل ہوئی تھی۔ اپنے نظام کے اعتبار سے ہاشمی ہاؤس منفرد تھا، اور آج کل مختلف اخبار و رسائل اور ٹی وی چینل اس حوالے سے عمیر کے انٹرویو نشر کر رہے تھے۔ آج بھی وہ ایک ٹاک شو میں مدعو تھا، اور اسی سلسلے میں وہ سب صولت بیگم کے لاؤنج میں جمع تھے، اور ٹی وی پر آتا لائیو شو دیکھ رہے تھے۔ عمیر کا ہر انداز اور اس کے منہ سے نکلی ہر بات پر ڈسکشن اور تبصرہ جاری تھا۔ ابو بکر صاحب جب لاؤنج میں پہنچے تو سب چھوٹے بڑے ٹاک شو دیکھنے میں منہمک تھے۔ ساری ہی نشستیں پُر تھیں۔ وہ ہلکا سا کھنکھارے تھے جس پر زوار نے مُڑ کر ان کی طرف دیکھا، حسبِ معمول ریموٹ اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے ان کا خیر مقدم کیا تھا اور دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ کسی اور نے شاید ان کی موجودگی محسوس ہی نہ کی تھی۔ وہ عجیب سی خجالت محسوس کرتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل سے اپنے لیے ایک کرسی کھینچ لائے اور لاؤنج کے ایک کونے میں جگہ ڈھونڈ کر بیٹھ گئے تھے۔ اب عمیر کی 'غیر جمہوری رویوں' کے حوالے سے گفتگو سن کر وہ اندر ہی اندر سوچ میں پڑ گئے تھے، کیا واقعی وہ جمہوریت کی روح کو سمجھے ہی نہ تھے؟

'آپی سپیڈ لمٹ ۵۰ کلومیٹر فی گھنٹہ ہے، آپ ستّر پہ جا رہی ہیں'، فاطمہ نے نبیلہ کو تنبیہ کی۔

'اچھا؟!'، نبیلہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا، مگر اپنی سپیڈ کم نہیں کی تھی۔

'سامنے دیکھ کر چلائیں آپی......! اور سپیڈ کم کریں، آپ اب ۸۰ تک چلی گئی ہیں'، فاطمہ کو نبیلہ کی اوور سپیڈنگ پر بے حد تشویش ہو رہی تھی۔

'کم آن یار! ساری سڑک تو خالی پڑی ہے۔ دور دور تک تمہیں کوئی نظر آ رہا ہے؟ کیا ہو جائے گا اگر ذرا سا انجوائے کر لینے دو......'،

'آپی بیریئر............!!'، فاطمہ چیخ ہی تو پڑی تھی، نبیلہ کی توجہ سڑک کی جانب نہیں تھی اور سامنے سڑک پر آگے پیچھے تین رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ نبیلہ نے بالکل آخری لمحے مڑ کر سڑک کی جانب دیکھا تھا۔ سپیڈومیٹر کی سوئی نوے کو چھو رہی تھی۔ اس نے تیزی سے سٹیئرنگ وہیل پہلے دائیں اور پھر بائیں جانب گھمایا۔ گاڑی لہرا کر بیریئر پار کر گئی تھی۔ اس نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ فاطمہ کی جانب دیکھا۔ مگر خوش اور مطمئن ہونے کی بجائے فاطمہ پریشانی سے سامنے کی جانب اشارہ کر رہی تھی۔

'اگلا بیریئر......!!'، نبیلہ نے تیزی سے سڑک پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کی، بیریئر پار کرنا اتنا مشکل نہیں تھا، بس صحیح وقت پر گاڑی کو دائیں اور پھر بائیں جانب موڑنا تھا۔ گاڑی تیزی سے اڑتی چلی جا رہی تھی، بیریئر بالکل قریب آ گیا تھا۔ اس نے تیزی سے سٹیئرنگ وہیل دائیں جانب گھمایا، مگر جلدی میں بیریئر تک پہنچنے سے پہلے ہی گاڑی کو موڑ لیا تھا۔ گاڑی سڑک کے کنارے، کچے میں کھڑی سِلور سِوک سے جا ٹکرائی، اور ایک جھٹکے سے رک گئی۔

ان دونوں نے انتہائی پریشانی کے عالم میں گاڑی سے نکلتے لمبے تڑنگے آدمی کی طرف دیکھا۔ وہ شخص ہکّا بکّا کھڑا اپنی گاڑی کو پہنچنے والے نقصان کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی گاڑی اس کی گاڑی کے پچھلے فینڈر اور دروازے سے ٹکرائی تھی، اور دونوں حصّوں پر ہی اچھا خاصا نشان چھوڑ گئی تھی۔ دروازہ تو ہینڈل کی جانب سے بالکل ہی پچک گیا تھا، جبکہ ایک کافی گہرا ڈینٹ فینڈر پر بھی نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے اپنی گاڑی کا جائزہ لینے کے بعد وہ شخص جارحانہ انداز میں ان کی طرف مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے نبیلہ کی جانب کا شیشہ اپنی انگلی سے کھٹکھٹایا۔

'آپی! دروازہ لاک کر لیں، شیشہ بھی مت کھولیں...... یہ...... یہ خود ہی چلا جائے گا'، فاطمہ نے کانپتی ہوئی آواز میں مشورہ دیا۔ نبیلہ نے بے چارگی سے اس کی طرف دیکھا، یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ اس شخص کو نظر انداز کرتے اور وہ آرام سے واپس چلا جاتا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ گاڑی سٹارٹ کرے اور تیزی سے ریورس کر کے بھگا لے جائے۔ مگر ابھی یہ خیال پوری طرح ذہن میں اپنی جگہ بھی نہ بنا پایا تھا کہ اس سے پہلے ہی کافور ہو گیا۔ بیریئر سے چند سو گز کے فاصلے پر بنی چیک پوسٹ سے نکل کر اپنی طرف آتے باوردی سپاہی کو دیکھ کر اسے اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔

سِلور سِوک کا مالک دو تین بار اس کی کھڑکی بجا چکا تھا۔ اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر واضح طور پر اس کے غصّے اور جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا۔ سپاہی کے قریب آتے ہی وہ بآوازِ بلند اسے ساری داستان سنانے لگا کہ کیسے وہ آرام سے اپنی گاڑی کچے پر اتار کے، کسی کے لیے بھی زحمت کا باعث بنے بغیر، کنارے پر کھڑا تھا، جب اس گاڑی نے آ کر اسے ٹکر مار دی۔ چند لمحے وقوع کا جائزہ لینے کے بعد سپاہی نبیلہ کی کھڑکی کی جانب آیا اور شیشہ نیچے کرنے کا اشارہ کیا۔ چاروناچار اسے شیشہ نیچے کرنا پڑا کہ سپاہی کو نظر انداز کرنے کا خطرہ وہ نہیں مول لے سکتی تھی۔

’آپ نیچے آجائیں بی بی‘، سپاہی بولا۔
’آپ...... آپ ایسے ہی بات کر لیں‘، اس کی پھنسی ہوئی آواز نکلی۔ اس فرمائش پر سپاہی نے گھور کر اس کی جانب دیکھا جبکہ سوِک کے مالک نے جھلّا کر قریب پڑے پتھر کو ٹھو کر ماری۔
’آپ باہر آجائیں بی بی اور اپنا ڈرائیونگ لائسنس بھی نکال لیں‘، اب کے سپاہی نے سختی سے اپنی بات دہرائی۔
’د...... دیکھیں...... مجھ سے ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی، میں مانتی ہوں...... مگر اس کا اتنا بڑا ایشو بنانے کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے‘، کہاں پھنس گئی تھی، ڈرائیونگ لائسنس کی طلبی کا تو اس نے سوچا بھی نہ تھا۔
’آپ کی چھوٹی سی غلطی دوسرے کی جان لے سکتی ہے بی بی...... آپ یہ بتائیں کہ آپ کے پاس لائسنس ہے یا نہیں؟‘، اس کے منّت بھرے انداز کا ذرا بھی اثر لیے بغیر سپاہی نے خشک لہجے میں کہا۔
’میرے پاس لائسنس ہے...... لیکن ابھی نہیں ہے...... میں ساتھ رکھنا بھول گئی‘، اس وقت اور تو کچھ سوجھا نہیں، سو وہی بہانہ دہرا دیا جو ننانوے فیصد بے لائسنس کے سڑک ناپنے والے بناتے ہیں۔
’آپ گاڑی چلا سکتی ہیں؟‘، سپاہی نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اپنی پریشانی اور گھبراہٹ کے باوجود نبیلہ کو یہ سوال بری طرح چبھا تھا۔ ’دیکھیں جی میرا لائسنس اسی لیے بنا ہے کہ مجھے گاڑی چلانی آتی ہے۔ ڈرائیونگ ٹیسٹ پاس کر رکھا ہے میں نے‘۔
’پھر آپ گاڑی سٹارٹ کریں اور ہمارے پیچھے لے آئیں۔ میں اگلی گاڑی میں خان صاحب کے ساتھ بیٹھتا ہوں‘، اس نے سوِک کے مالک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
’جی ٹھیک ہے...... مگر...... جانا کہاں ہے؟‘، اسے سر سے بلا ٹلتی ہوئی محسوس ہوئی۔
’تھانے...... بس ادھر قریب ہی ہے......‘، سپاہی تو یہ کہہ کر مڑ گیا مگر اس کا اگنیشن سوئچ میں چابی گھماتا ہاتھ رک گیا۔ اس نے مڑ کر فاطمہ کی طرف دیکھا، اپنے خوف، پریشانی اور گھبراہٹ کا عکس اسے اس کے چہرے میں صاف نظر آرہا تھا۔
’تھانے......؟! پولیس تھانے لے جا رہا ہے یہ ہمیں؟‘، فاطمہ نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے اس سے پوچھا، اس کی آواز سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ رو دینے کو ہے۔
’اور کون سا تھانہ ہوتا ہے؟...... ”پولیس تھانہ “صاحبہ!!‘، نبیلہ نے غصّہ اور جھنجھلاہٹ میں فاطمہ پر چڑھائی کر دی، ’تم کیا اس وقت سے ڈرامہ سیریل ملاحظہ کر رہی ہو...... موبائل ہے تمہارے پاس، کسی کو فون کر کے بلاؤ مدد کے لیے!‘۔
’اوہ...... ہاں......!‘، فاطمہ نے جلدی سے ہینڈ بیگ میں سے موبائل نکال کر کال ملائی۔ مگر کئی گھنٹیوں کے بعد بھی فون ریسیو نہ کیا گیا تو اس نے کال منقطع کر کے ایک دوسرا نمبر ملایا۔ ایک دو گھنٹیوں کے بعد ہی دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی۔
’کیا ہوا؟...... فون نہیں اٹھا رہا کوئی؟‘، نبیلہ نے پریشانی سے پوچھا۔ اگلی گاڑی سٹارٹ ہو کر تھوڑا سا آگے بڑھی، مگر چند گز آگے جانے کے بعد بھی جب انہیں پیچھے آتا نہ دیکھا تو سپاہی نے کھڑکی سے منہ نکال کر انہیں اشارہ کیا۔ وہ دونوں اشارہ سمجھنے کے باوجود اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔
’امّی اور نسرین آپا دونوں کا نمبر نہیں مل رہا۔ انہوں نے آج شاید کسی درسِ قرآن میں جانا تھا، ہو سکتا ہے اسی لیے ریسیو نہ کر رہی ہوں‘،
’امّی......!؟ نسرین آپا......؟؟! تم امّی اور نسرین آپا کو فون کر رہی ہو اتنی دیر سے؟‘، نبیلہ نے حیرت اور بے یقینی سے چلّا کر کہا۔ اگلی گاڑی ریورس ہو کر اب عین ان کے سامنے آرکی تھی۔ ’احمق!...... بیوقوف!...... امّی یا آپا کیا کریں گی؟ وہ یہاں آکر ان سے دو دو ہاتھ کرنے سے تو رہیں...... زوار کو فون کرو! یا ابّو کو یا چاچو کو...... بالکل گدھی ہو تم!‘، وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔ اگلی گاڑی میں سے خان صاحب اور سپاہی نکل کر ان کی طرف آرہے تھے۔
’دیکھیں بی بی! آپ بالکل تعاون نہیں کر رہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ یہاں کھڑے ہو کر برباد کریں۔ بغیر لائسنس کے آپ سڑک پر نکلی ہیں تو نتائج بھگتنے کے لیے بھی تیار ہو کر آنا تھا۔ اگر آپ ہمارے ساتھ آرام سے نہیں آتیں تو ہمیں تھانے سے بندوں کو کار لفٹر سمیت بلانا پڑے گا، اور پھر جرمانہ تو جو ہو گا سو ہو گا، آپ کی گاڑی بھی بند کر دیں گے‘، سپاہی نے سخت انداز میں اسے دھمکایا۔
’دیکھیں آپ تھانے تک بات کیوں لے کر جاتے ہیں، ہم یہیں ان سے معاملہ نمٹا لیتے ہیں‘، اس نے گاڑی کے مالک کی طرف اشارہ کیا، ’آپ ان سے کہیں یہ اپنے نقصان کا تخمینہ لگا کر بتا دیں، ہم پیسے بھر دیں گے‘۔ یہ بات سپاہی کو بھی معقول لگی اور وہ مڑ کے گاڑی کے مالک سے بات چیت کرنے لگا۔ نبیلہ بے چینی سے فاطمہ کی طرف مڑی، ’کسی نے فون اٹھایا کہ نہیں؟‘۔ فاطمہ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے تھے، اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
’مگر کیوں؟‘، نبیلہ نے حیرت سے پوچھا۔
’آپی!...... وہ...... آپ نے ہی تو کہا تھا...... کہ...... ہم بھائی نام کی بیساکھیوں سے جان چھڑا کر خود پر انحصار کرنا سیکھیں گے تو ہی اپنے حقوق حاصل کر پائیں گے۔ اس لیے...... میں نے موبائل سے سب بھائیوں اور چاچوؤں کے نمبر ڈیلیٹ کر دیے تھے‘، وہ بہتے آنسوؤں کے درمیان بولی۔ نبیلہ اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔
’ابّو کا نمبر بھی نہیں ہے؟‘، اس نے آہستہ سے پوچھا۔ فاطمہ نے ایک بار پھر نفی میں گردن ہلا دی۔
’بینش چچی کو فون کرو، ان کو ساری بات اور لوکیشن بتاؤ، اور ان سے کہو کہ چاچو کو فون کر کے بتائیں اور یہاں کسی کو ہماری مدد کے لیے بھیجیں‘، سپاہی ایک بار پھر کھڑکی بجا رہا تھا۔ وہ جلدی سے فاطمہ کو ہدایت دے کر باہر کی جانب متوجہ ہو گئی۔
’دیکھیں جی، یہ کہہ رہے ہیں کہ اندازاً پندرہ سے بیس ہزار کا کام ہے......‘،

ابھی سپاہی نے بات شروع ہی کی تھی مگر پہلی بات سنتے ہی نبیلہ پر حیرت اور صدمہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، 'پندرہ بیس ہزار......!؟ دماغ ٹھیک ہے آپ کا؟'، وہ بوکھلا کے بولی، 'ذرا سا ڈینٹ ہی تو پڑا ہے، کوئی فنی خرابی تو نہیں پیدا ہو گئی گاڑی میں، پندرہ بیس ہزار کس چیز کے لگیں گے؟!'۔

'محترمہ یہ 'ذرا سا ڈینٹ' نکالنے میں اور دوبارہ پینٹ اور پالش ہونے میں اتنے ہی پیسے لگیں گے، بلکہ یہ تو محتاط اندازہ بتا رہا ہوں آپ کو، لگنے کو اس سے زیادہ بھی لگ سکتے ہیں'، خان صاحب اپنا غصّہ دباتے ہوئے ترشی سے بولے۔

'ارے آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے آپ کی گاڑی پر سونے کا پانی چڑھنا ہے جو اتنا مہنگا چڑھے گا۔ آپ کا خیال ہے ہمیں قیمتوں اور ریٹس کا علم نہیں ہے جو آپ اتنا بڑھا چڑھا کر بتا رہے ہیں۔ مگر میں آپ کو بتا دوں کہ ہمارا تو خاندانی بزنس ہی گاڑیوں کی امپورٹ ایکسپورٹ ہے، اس لیے ہمیں ٹھگنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ ہمارا بھی تو نقصان ہوا ہے'۔

اس نے کہیں سن رکھا تھا کہ کامیاب فوجی کا اصول یہ ہے کہ یا چڑھائی کر دو، یا اپنے اوپر چڑھائی ہونے دو۔ لہٰذا اس جنگ میں وہ مدافعانہ پوزیشن ترک کر کے آفینسو(Offensive) پہ آ گئی تھی، اور آگے پیچھے دیکھے بغیر اندھا دھند چڑھتی چلی جا رہی تھی۔ مگر اگر اس کا یہ خیال تھا کہ بُلڈوزر نما زبردست حملے کے نتیجے میں مقابل چاروں شانے چت ہو جائیں اور بالکل لام لیٹ ہو کر اس کی شرائط پر معاملہ طے کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، تو یہ اس کی خام خیالی تھی۔ خان صاحب کا چہرہ پہلے خطرناک حد تک سرخ ہو گیا اور پھر سیاہ پڑنا شروع ہو گیا۔

'بی بی تمہارا کوئی والی وارث ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو بلاؤ اسے!'، وہ درشتگی سے بولے۔ 'عقل سے پیدل عورتیں! ماں باپ نے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ رکھا ہے، سڑکوں پر نکل کر جہاں چاہیں ٹکریں ماریں۔ لوگوں کی زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔ اگر تمہاری گاڑی کا نقصان ہوا ہے تو یہ تمہارا اپنا قصور ہے، ہم نے تو نہیں ٹکر ماری تمہیں'۔

اپنی شان میں یہ قصیدہ سن کر نبیلہ کا دماغ گھوم گیا۔ چپ رہنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا، آخر کو منجھی ہوئی پارلیمینٹیرین تھی، لہٰذا جواب دینا اس کو ضروری محسوس ہوا۔ 'حد ہو گئی! آپ کو تو خواتین سے بات کرنے کی بالکل تمیز نہیں ہے۔ بظاہر تو پڑھے لکھے ذمہ دار آدمی نظر آتے ہیں لیکن ہیں بالکل جاہل اور اجڈ۔ آپ جیسے لوگ ہی ہیں جو خواتین کے حقوق سلب کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر کے انہیں پس ماندہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے جائز حقوق اور خواہشوں کے لیے بھی آواز نہ نکالیں'۔

وہ خود زبانِ حال سے چیخ چیخ کر پکار رہی تھی، آ بیل مجھے مار۔ اور اب تو بیل کو خوب برانگیختہ بھی کر چکی تھی۔ خان صاحب اس کی یہ بات سن کر اس کی جانب والی کھڑکی کی طرف آئے اور مضبوطی سے اس کے شیشے پر ہاتھ رکھ کے جھک گئے، یوں کہ ان کا چہرہ اب بالکل اس کے برابر تھا۔

'اگر مجھے گمان ہوتا کہ تمہارے بھیجے میں ذرا سی بھی عقل ہے تو میں تمہیں بتاتا کہ تمیز سے بات کیسے کی جاتی ہے۔ یہ عورت ہونے کا احترام ہی ہے جو اب تک زبان سے بات کر رہا ہوں، ورنہ اگر تم لڑکا ہوتیں تو اب تک یوں اطمینان سے گاڑی میں نہ بیٹھی ہوتیں، تھانے میں الٹا لٹکا دیتا تمہیں۔ فون کر کے بلاؤ اپنے باپ بھائی میں سے کسی کو، جس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہو تاکہ اس سے بات کی جا سکے'۔

اگر نظروں اور الفاظ سے کسی کو بھسم کیا جا سکتا تو خان صاحب کے انداز میں اتنی تپش تھی کہ جلا کر خاک کر دیتی۔ نبیلہ کا دل پتّے کی طرح کانپ رہا تھا، خان صاحب کے ہٹتے ہی اس نے بٹن دبا کر اپنی جانب کا شیشہ اوپر چڑھا دیا اور اپنا سر سٹیئرنگ وہیل پر رکھ دیا۔ اس میں اب مزید کوئی بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ فاطمہ نے دو ایک بار اسے آواز دی لیکن اس نے سر نہ اٹھایا تو وہ بھی خاموش ہو گئی۔ کوئی بیس منٹ اسی طرح گزر گئے، اس کے بعد اسے پہلے اپنے پیچھے ایک گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور پھر دروازہ کھل کر بند ہونے کی۔ چند لمحوں بعد ایک بار پھر اس کا شیشہ بجایا گیا تھا۔

'آپی! جاوید چاچو آ گئے'، فاطمہ نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ نبیلہ نے سر اٹھا کر جاوید صاحب کو دیکھا، اور جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

'تم ٹھیک ہو بیٹا؟'، دروازہ کھلتے ہی جاوید صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے فکرمندی سے پوچھا۔ اسے لگا تھا جیسے تپتی جلتی دھوپ سے یکایک ٹھنڈے میٹھے سائے میں آ گئی ہو۔ جیسے عرصے بعد کسی اپنے کی شکل دیکھی ہو۔ اچانک ہی اس کی آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو بہنا شروع ہو گئے تھے۔

'کیا ہوا؟ تم لوگوں کو چوٹ تو نہیں لگی کوئی؟ اتنا برا ایکسیڈینٹ تو نہیں لگ رہا......'، وہ ابھی بھی پریشانی اور فکرمندی سے پوچھ رہے تھے۔

'نہیں......وہ......ہم ٹھیک ہیں چاچو!......'، اس نے چہرے سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

'پھر رو کیوں رہی ہو؟'، انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

'کچھ نہیں......بس......ویسے ہی......'، اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

'کوئی بات نہیں۔ ایکسیڈینٹ سب سے ہوتے ہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یونہی سیکھتے ہیں سب۔ اب اگر تم دونوں آرام سے بیٹھو تو میں جا کر دیکھوں، وہ لوگ کیا کہتے ہیں'، اسے تسلّی دے کر وہ خان صاحب کی طرف بڑھ گئے، جو اپنی گاڑی سے نکل کر ان کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ان کے ساتھ زین اور اویس بھی تھے۔ وہ تینوں خان صاحب کی بات سن رہے تھے جو ابھی بھی بہت گرم لگ رہے تھے اور ان دونوں کی طرف اشارے کر کر کے ساری روداد سنا رہے تھے۔ چند منٹ یونہی باتیں کرنے کے بعد اب وہ سب دونوں گاڑیوں کے گرد گھوم گھوم کر نقصان کا جائزہ لے رہے تھے۔ دس منٹ بعد زین اور اویس ان کی گاڑی کی طرف آ گئے۔

'آپی آپ پیچھے چلی جائیں، میں ڈرائیو کرتا ہوں'، زین بولا۔ وہ دونوں تابعداری سے اتر کر پچھلی سیٹ پر جا بیٹھیں۔

'ہم گھر چلتے ہیں۔ چاچو باقی معاملہ ان کے ساتھ طے کر کے آ جائیں گے'، زین نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے انہیں اطلاع دی۔ نبیلہ نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

’آپی کتنا نقصان کر دیا آپ لوگوں نے ان بیچارے خان صاحب کا۔ وہ تو کہہ رہے تھے کہ وہ آرام سے سائڈ پر کھڑے تھے، انہوں نے تو آپ کا کچھ نہیں بگاڑا تھا‘، گاڑی روانہ ہوئی تو اویس کو چھیڑنے کا موقع ملا۔ ’ہم نے انہیں بتایا کہ اصل میں ہماری آپی عظیم خاتون ہیں، بدلے نہیں لیتیں۔ کوئی ان کے ساتھ بد سلوکی کرے، ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے، ایسوں کو وہ کچھ نہیں کہتیں۔ وہ تو صرف ان کو کچھ کہتی ہیں جو انہیں کچھ نہیں کہتے‘، نبیلہ اور فاطمہ کو چپ دیکھ کر اویس کی زبان رواں دواں تھی۔

’عظیم نہیں عظیم الشان کہو...... عظیم المرتبت کہو......ان کی عظمت دیکھو، ایک عدد خفیہ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس بھی چلا رہی ہیں، ...... اور ہم میں سے کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں......‘، زین نے بھی اپنا حصّہ ڈالا۔ لو بھئی! خان صاحب نے بذاتِ خود اس کی جو عزت افزائی کی تھی سو کی تھی، اس کی ساری باتیں جاوید چاچو کے بھی گوش گزار کر دی تھیں۔ اب تو نادر موقع ہاتھ لگا تھا لڑکوں کے، اب تو وہ جتنا بھی اسے چھیڑتے اور تنگ کرتے، کم تھا۔ اسے خان صاحب پر شدید غصّہ آیا۔

’آپی اتنی بے عزتی ہوئی ہم سب کی۔ خاص طور پہ چاچو کی۔ جو اپنی گاڑی کی حالت خراب ہوئی ہے اور ان کو جو پیسے دیے ہیں وہ تو ایک طرف، انہوں نے اس سارجنٹ کے سامنے اتنی باتیں سنائیں کہ آپ کی بیٹی یہ کچھ کہہ رہی تھی۔ کیا واقعی آپ نے انہیں جاہل، اجڈ اور ٹھگ کہا تھا؟‘، زین نے تاسف بھرے لہجے میں پوچھا۔

’تمہیں کیا پتہ وہ ہم سے کس طرح بات کر رہے تھے......اگر تم ہوتے تو یقیناً اس سے بہت زیادہ القابات سے نوازتے انہیں‘، آخر کار اپنے دفاع میں وہ بول اٹھی تھی۔

’تو آپی قصور بھی تو آپ کا ہی تھا ناں۔ آپ کو کس نے کہا تھا انہیں ٹکر مارنے کو، اب آپ ان کی گاڑی تباہ کریں اور وہ کچھ کہیں بھی نہ؟‘، اویس کی ساری ہمدردیاں خان صاحب کے ساتھ تھیں۔

’ہاں سب کچھ تباہ و برباد تو میں ہی کرتی ہوں ناں۔ تم لوگ تو دودھ سے دھلے ہوئے ہو، کبھی کوئی حادثہ یا غلطی تم سے تو ہوئی نہیں‘، وہ اپنی جون میں لوٹ رہی تھی۔

’نہیں آپی! غلطی تو ہم سے بھی ہوتی ہے، حادثے بھی ہوئے ہیں۔ مگر ایسا شاندار ایکسیڈینٹ کرنا اور وہ بھی سائیڈ پر کھڑے بندے کے ساتھ جو آپ کے راستے میں ہی نہیں، اور پھر اسے اتنی باتیں بھی سنانا......یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ یہ آپ ہی کا کمال ہے‘، اویس نے توصیفی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

’اونہہ! تمہیں صرف باتیں بنانی آتی ہیں۔ اور مجھے پتہ ہے اب تم سب مل کے مجھے اس ایک غلطی پر بار بار ڈانٹتے رہو گے اور تنگ کرتے رہو گے۔ مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم لوگوں نے کتنے ایکسیڈینٹ کروائے ہیں۔ وہ تم ہی تھے نہ اویس...... جس نے ڈرفٹنگ کرتے ہوئے گاڑی الٹا دی تھی؟‘۔

’جی، وہ میں ہی تھا‘، اویس نے تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا، ’لیکن آپی اس کے بعد جب گھر آیا تھا تو جاوید چاچو نے سر پہ ہاتھ رکھ کے شاباش نہیں دی تھی، پیار نہیں کیا تھا، بلکہ فٹ بال کھیلا تھا میرے ساتھ...... فرق صرف یہ تھا کہ فٹ بال مجھے سمجھ بیٹھے تھے‘۔

’میں سمجھا نہیں ہاشمی صاحب، آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں‘، محمود صاحب نے الجھن بھرے انداز میں انہیں مخاطب کیا، ’آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے داماد کا بزنس ویزا منسوخ ہو گیا ہے مگر بزنس ویزا تو تھوڑے سے عرصے کے لیے، یعنی مختصر میعاد کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ ارشد احمد تو پانچ چھ سالوں سے کینیڈا میں کاروبار کر رہے ہیں، ان کے پاس تو ورک پرمِٹ ہو گا، ورنہ کاروبار تو دور کی بات وہ کوئی چھوٹی موٹی جاب بھی حاصل نہ کر پاتے‘۔

’جی آپ درست فرما رہے ہیں، لیکن غالباً کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اس کا یہ پرمِٹ منسوخ ہو گیا ہے......میں نے ذکر کیا تھا ناں آپ سے وہ پان مصالحہ والے معاملے کا......‘،

’جی......جی......مجھے یاد ہے۔ لیکن اس معاملے کا آپ کی بات سے کیا تعلق ہے؟‘،

’دراصل کینیڈین حکام نے اس معاملے کی وجہ سے ہی اسے شاید بلیک لسٹ کر دیا ہے۔ اس کا پرمِٹ بھی ابھی تک بحال نہیں کیا گیا اور اس بنیاد پر اسے اپنی فیملی کو کینیڈا بلوانے کی اجازت بھی نہیں مل رہی۔ تقریباً ساڑھے تین، چار سال ہونے والے ہیں، ابھی تک اس کے بیوی اور بچے کو ویزا نہیں جاری کیا گیا، حالانکہ ہم نے تمام قانونی مطالبات پورے کر دیے ہیں‘، ابو بکر صاحب نے وضاحت کی۔

’نہیں......یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے بیوی اور بچے کو ویزا جاری نہ کیا جائے، ویزے کا کیا کرنا ہے، وہ تو کینیڈین شہری ہیں ناں‘، محمود صاحب نے حیرت اور الجھن سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’نہیں......ان کے پاس کینیڈا کی شہریت نہیں ہے......میں نے آپ کو بتایا ناں......ابھی تک تو انہیں وزٹ ویزا بھی جاری نہیں کیا گیا......‘

’ہاشمی صاحب! میں قطعاً آپ کی بات سمجھ نہیں پا رہا۔ یا تو آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہیں یا میرے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔ لیکن مجھے ایک بار یہ بات واضح کرنے دیں......ارشد احمد کینیڈا کے مستقل رہائشی ہیں، پی آر کارڈ ہولڈر ہیں......یعنی پرماننٹ ریزیڈنٹ ہیں...... مستقل رہائشی......ایسا ہی ہے ناں؟‘، محمود صاحب نے ہاتھ اٹھا کر ان کی بات قطع کرتے ہوئے کہا۔

’جی، ایسا ہی ہے‘، ابو بکر صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

’ارشد احمد کو کینیڈا کی پرماننٹ ریزیڈنس زوجیت کی بنیاد پر ملی ہے......یعنی ان کی بیوی کینیڈین نیشنل ہے......تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ان کے پاس کینیڈا کا ویزا یا پاسپورٹ نہ ہو؟‘۔

(جاری ہے ان شاء اللہ)

سوشل میڈیا کی دنیا سے......

یہاں درج فاضل لکھاریوں کے تمام افکار سے 'ادارہ نوائے غزوۂ ہند' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

نعمت اور حسد | ڈاکٹر رضوان اسد خان نے لکھا

جس نعمت کی وجہ سے کوئی دوسرا آپ سے حسد کرے، تو اس کا مطلب ہے کہ اس نعمت کی کوئی خاص اہمیت ہے اور اسکی قدر اور شکر آپ پر فرض ہے......

یہود کی مسلمانوں سے حسد کی وجہ کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم......!!!

کہ وہ ہماری نسل کو کیوں نہ ملے؟

اور ایک ہم ہیں کہ ہمیں اس عظیم ترین نعمت کی اہمیت کا احساس ہی نہیں۔

بجائے ان کی سنتوں سے محبت کرنے اور انہیں اپنانے اور ان کی شریعت کی پیروی کرنے کے، الٹا ہم ہر ہر معاملے میں یہود کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں......

بیشک ہم اپنے رب کے ناقدرے اور اس کی نعمتوں کے ناشکرے ہیں......

مملکتِ کورونا کی دھمکی | عبد اللہ آدم نے لکھا

جنیوا کنونشن کے تحت جلوس والوں کو سفارتی استثنا حاصل ہے۔ مسجد والوں نے استثنا کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو کارروائی کریں گے...... مملکتِ کورونا کی دھمکی!

استدراج | حسیب احمد حسیب نے لکھا

آج ایک عجیب ماجرا ہوا

بہت عجیب

بہت ہی عجیب

میں ابھی تک حیران ہوں

ایسا کیونکر ہوا

کیا میں اپنی یادداشت کھو چکا ہوں

یا دنیا تبدیل ہو گئی ہے

آج صبح جب میں نے

لغت کھولی تو دیکھا

اس میں لفظ "انصاف" نہیں تھا

جی ہاں لغت میں لفظ "انصاف" نہیں تھا

مجھے بہت حیرت ہوئی

میں نے آس پاس لوگوں سے پوچھا

کیا تم لفظ "انصاف" سے واقف ہو

سب نے کہا! نہیں، بالکل نہیں

ہم نہیں جانتے

یہ انصاف کیا بلا ہے؟

اور پھر میری نگاہ

سامنے دیوار پر لگے

میپ (نقشے) پر گئی

اور اس میں ساہیوال بھی نہیں تھا[1]

محمد علی مرزا کا دجل | حافظ محمد زبیر نے لکھا

بہت سے دوست سوال کر رہے ہیں کہ انجنیئر محمد علی مرزا کی ایک ویڈیو بہت وائرل ہو رہی ہے کہ جس میں وہ صحیح مسلم کی ایک روایت بیان کر رہا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں کہ جن میں سے آٹھ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ داخل ہو جائے اور وہ آٹھ پھوڑے کی بیماری سے مریں گے۔ اور اس روایت کے بیان کرنے کے بعد اشارتاً کنایتاً صحابہ پر طعن کرتے ہوئے

---

[1] سانحۂ ساہیوال کی طرف اشارہ ہے۔ (ادارہ)

کہتا ہے کہ اب ان بارہ منافق صحابہ کے نام اپنے علمائے اہل سنت سے پوچھ لو لیکن وہ تمہیں بتلائیں گے نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ صحیح مسلم کی جو روایت اس نے بیان کی ہے، وہ صحیح مسلم میں ایسے ہی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا"۔ ترجمہ: میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں۔ لیکن اس کے فوراً بعد صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں "فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا"۔ ترجمہ: میری امت میں بارہ منافق ہیں۔ صحیح مسلم کی پہلی روایت کہ جس میں "فِي أَصْحَابِي" کے الفاظ ہیں، کو اسود بن عامر نے شعبہ سے بیان کیا ہے۔ اور صحیح مسلم کی دوسری روایت کہ جس میں "فِي أُمَّتِي" کے الفاظ ہیں، کو غندر محمد بن جعفر نے شعبہ سے نقل کیا ہے۔ شعبہ کے بعد سند ایک ہی ہے۔

تو اب سوال یہ ہے کہ جب دو راویوں نے شعبہ سے روایت میں اختلاف کیا ہے تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کس راوی نے شعبہ کے بیان کو زیادہ محفوظ رکھا ہے۔ تو یہ واضح رہے کہ اسود بن عامر، شعبہ کے عام شاگردوں میں سے ایک ہیں جبکہ غندر محمد بن جعفر، شعبہ کے خاص ترین شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ غندر نے بیس سال شعبہ سے علم حاصل کیا۔ امام عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ اگر شعبہ سے روایت میں اختلاف ہو جائے تو غندر کی روایت کو فیصلہ کن سمجھو۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ غندر، امام شعبہ کے ربیب ہیں یعنی ان کی بیوی کے بیٹے ہیں۔ دوسرا غندر کو یہ بھی ترجیح حاصل ہے کہ وہ احادیث لکھ لیتے ہیں بلکہ امام ذہبی کے بقول لکھنے میں "أصح الناس كتابا" تھے یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ صحیح لکھنے والے۔ اور شعبہ سے انہوں نے بہت احادیث لکھی ہیں۔

تو اصلاً صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ "فِي أُمَّتِي" کے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں۔ لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ صحیح مسلم ہی کی اگلی روایت میں جب "فِي أَصْحَابِي" کی بجائے "فِي أُمَّتِي" کے الفاظ بھی ہیں تو اس اگلی روایت کو بیان بھی کرتے ہوئے انجنیئر محمد علی مرزا صاحب کے پیٹ میں درد اٹھتا ہے کیا؟

پھر وہ کہتے ہیں کہ علما خیانت کرتے ہیں! یہ علمی خیانت نہیں تو اور کیا ہے! یہ حدیثوں کو چھپانا نہیں تو اور کیا ہے!

یا تو آپ دونوں احادیث بیان کریں ناں بلکہ اگلی تیسری بھی کہ جس سے آپ کا سارا مقدمہ دھڑام سے گر جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان دو روایات کے بعد صحیح مسلم کی اگلی روایت یہ ہے کہ وہ بارہ منافق، اصحابِ عقبہ تھے۔

اصحاب عقبہ وہ ہیں جنہوں نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گھاٹی میں حملہ کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتلا دیے تھے۔ ان اصحابِ عقبہ کا ذکر سورہ التوبہ میں بھی ہے: يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا۔ ترجمہ: وہ قسمیں اٹھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی بات نہیں کہی جبکہ وہ ایسے کفریہ کلمات کہہ چکے اور اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کر چکے اور انہوں نے وہ ارادہ کیا جو وہ پا نہ سکے۔ باقی اگر صحیح مسلم کی اس روایت کے بھی الفاظ لے لیں کہ جس میں "فِي أَصْحَابِي" کے الفاظ ہیں تو یہاں صحابی کا لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور قرآن اور حدیث میں اصحاب کا لفظ لغوی معنی میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

اصحاب کا لفظ صاحب کی جمع ہے کہ جس کا لغوی معنی ساتھی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دینے والوں میں (بعض) منافق تھے، اس میں کیا شک ہے۔ تو صحابی کا ایک لغوی معنی ہے اور دوسرا اصطلاحی معنی ہے۔ لغوی معنی میں اس سے مراد صرف ساتھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اہل جہنم کو "اصحاب النار" کہا گیا ہے یعنی جہنم کے ساتھی اور بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کو "اصحاب الفیل" کہا گیا ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک منافق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال غنیمت کی تقسیم میں عدل نہ کرنے کے حوالے سے تنقید کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا "مَعَاذَ اللّٰهِ، أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي" اے عمر، اللہ کی پناہ، لوگ یہ باتیں کریں گے کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کر دیتا ہوں۔

تو اس روایت میں بھی "أَصْحَابِي" کے الفاظ آئے ہیں کہ جن کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے یہ فرما رہے ہیں کہ یہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر۔ تو ان منافقین کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کہا ہے۔ تو یہاں روایت میں صحابی سے مراد صحابی اصطلاحاً نہیں ہے کیونکہ اصطلاح تو بعد میں بنی ہے۔ اور اصطلاح میں صحابی سے مراد وہ شخص ہے کہ جس نے حالت ایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حالت ایمان میں ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔ اور منافق کی وفات تو حالت ایمان میں نہیں ہوتی لہٰذا وہ اصطلاحاً صحابی نہیں ہے البتہ لغوی اعتبار سے صحابی ہے کہ بظاہر وہ آپ کے ساتھ تھا، کافروں کے ساتھ نہیں۔ تو صحابی کا اصطلاحی معنی تو بعد میں وضع ہوا ہے۔

پھر آپ کہتے ہیں کہ اہل سنت کے علما سے ذرا ان کے نام تو پوچھنا۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے نام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راز رکھے ہیں اور صرف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بیان کیے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو ان کے نام معلوم کرنے پر اصرار ہی ہے تو امام طبرانی نے ان کے نام بھی نقل کر دیے ہیں؛- 1 معتب بن قشیر،- 2 ودیعۃ بن ثابت،- 3 جد بن

عبد اللہ بن نبیل،- 4 الحارث بن یزید الطائی،- 5 أوس بن قیظی،- 6 الحارث بن سوید، 7 -سعد بن زرارۃ،- 8 قیس بن قھد،- 9 سوید بن داعس،- 10 قیس بن عمرو بن سھل، 11 -زید بن اللصیت،- 12 سلالۃ بن الحمام۔

اس کے بعد اشارے کنایوں سے جلیل القدر اور معروف صحابہ پر لعن طعن کرنے کی کیا تک بنتی ہے!

”شیرو“ اور ٹائیگر | شعیب صفدر گھمن نے ایک خاکے کے ساتھ لکھا

یہ پاکستان کا جی ڈی پی گروتھ کا گزشتہ آٹھ سال کا چارٹ ہے۔ اپنے محبوب ”ٹائیگر“ اور ”شیرو“ کی یاد میں فورس بنانے اور پولیس کو نام دینے والوں کے حکومت میں آنے سے قبل اور بعد میں اس کی #تبدیلی کو دیکھ و سمجھ لیں۔

RIP بمقابلہ 'رحمہ اللہ' | فلک شیر چیمہ نے لکھا

بھائی RIP تو ان کے لیے ہوتا ہے——جنہیں خدا کے ہاں سے کچھ امید نہیں ہوتی......

ہمیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائیں تعلیم کی ہیں فوت شدگان سے متعلق...... کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کی جائیں......

اللہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ وارزقہ جنت الفردوس برحمتک یا ارحم الراحمین!

غور کیجیے......دونوں کا کوئی مقابلہ ہے؟

ایک جملہ ایسے ہی رواروی میں......اور دوسری طرف اس مالک سے رحم، بخشش، معافی، عافیت، وسعت قبر، مہمانی، رحم اور جنت الفردوس کا سوال اس مختصر دعا میں...... ارحم الراحمین یعنی سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے سے......

غلام کا آقا کے بغیر ذکر اچھا نہیں لگتا......جب کہ وہ اس کے بغیر کچھ بھی نہ ہو...... جیتے جی، نہ مرے ہوئے......سو RIP سے بہتر ہے خالق کے پاس جا پہنچنے والے بندے کے لیے اس سے درخواست...... کہ اس پہ رحم کیجیے، معاف کر دیجیے...... آپ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں......

ساری منفی سوچیں ختم | عابی مکھنوی نے لکھا

آج صبح سویرے خلاف معمول ڈبل وقت ورزش میں صرف کیا۔

ساری منفی سوچیں پسینہ بن کر مساموں کے راستے بہہ گئیں۔

ہمارے وطن سے پیارا وطن کوئی نہیں۔

ہر طرف امن و آشتی و خوشحالی کی فضا قائم ہے۔

ریاستِ مدینہ و امیر المومنین زندہ باد۔

آپ کی انفارمیشن اپ ڈیٹ کر دوں کہ اب ویگو کالی نہیں سفید ہوتی ہے۔

مغالطے میں نہیں مارے جانا :)

ہنر (#skill) بمقابلہ سند (#degree) | محمد اسد اسلم نے لکھا

اس بحث کے اصل ذمہ دار وہ ادارے ہیں جو صرف نام سے 'تعلیمی' ہیں۔ اصل میں تو یہ ہونا چاہیے کہ سند، ہنر کی توثیق کرے اور ہنر، سند کو ثابت کرے۔ یوں دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں۔

میں نہیں مانتا...... | فہیم پٹیل نے تصویر لگائی اور لکھا

بتایا جا رہا ہے کہ یہ کابینہ کا اجلاس ہے۔ میں نہیں مانتا، کیونکہ اس تصویر میں تو کئی افراد سول ڈریس میں بھی نظر آ رہے ہیں۔

نہیں یہ کابینہ نہیں ہو سکتی!

امریکہ کی بربادی کے لیے بیس ڈالر کافی ہیں | شفیق الرحمان بٹ نے لکھا

’جارج ’فلوئیڈ‘ ایک سیاہ نسل امریکی تھا۔ اس نے فلسطین سے تعلق رکھنے والے محمود ابو میالہ کی دکان سے کوئی چیز خریدی اور اسے بیس ڈالر اس کی قیمت ادا کی۔

ابو میالہ کو لگا کہ یہ نوٹ جعلی ہے۔ اس نے پولیس کو فون کیا اور ’فلوئیڈ‘ پر الزام لگایا کہ اس کے پاس جعلی نوٹ ہیں۔ پولیس موقع پر حاضر ہوئی اور وہ واقعہ پیش آیا جس نے امریکہ کو ہلا کر رکھا ہوا ہے۔

فلوئیڈ ایک سیاہ فام......امریکی پولیس کے گھٹنوں کے نیچے دم گھٹنے سے فوت ہو گیا جبکہ وہ مسلسل چیخ رہا تھا ”پلیز، میری سانسیں رک رہی ہیں“۔

امریکہ جل گیا۔ ابو میالہ کی دکان کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔

بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ فلوئیڈ کا دیا ہوا بیس ڈالر کا نوٹ اصلی تھا اور ابو میالہ کا الزام درست نہیں تھا۔

20 ڈالرز دنیا کی سب سے بڑی اقتصادی اور عسکری طاقت کو ختم کرنے کے لیے شاید کافی تھے...... وہ اربوں ڈالرز جو ٹرمپ دودھ دیتی گائے ”بن سلمان“ سے نکال لے گیا تھا اور وہ اربوں ڈالرز جو کمزور قوموں کا استحصال کر کے چوری کر کے لے گیا تھا اس بیس ڈالرز کے سامنے بے بس دکھائی دیے......

شاید نمرود کا قصہ آج کے حالات کے مطابق پھر سے تکرار ہو رہا ہے۔ وہاں ایک مچھر تھا......یہاں بیس ڈالرز!

ایٹم بم اور شاہ محمود قریشی | عاصم اظہر نے لکھا

دیہاتی جب بھینسوں کو پانی پلاتے ہیں تو ساتھ میں چھی چھی کی آواز نکالتے ہیں۔

ایسے ہی ایک دن جوہڑ پہ پانی پیتے ہوئے ایک کٹے (بھینس کے بچے) نے اپنی ماں سے پوچھا کہ یہ مالک چھی چھی کی آوازیں کیوں نکالتا ہے۔

’دفع کرا ایدی تے عات اے پونکن دی تو پینا اے پی، نئیں پیناتے نہ پی‘۔ بھینس نے بیزاری سے جواب دیا۔

(یہ خوامخواہ لگا رہتا ہے اسے چھوڑو تم نے پانی پینا ہے تو پی لو نہیں تو رہنے دو)

”بھٹو نے ایٹم بم بنانے کا فیصلہ میرے ماموں کے گھر کیا تھا“، شاہ محمود قریشی کا (یومِ تکبیر پر) بیان!

مردوں کا پورا پورا مقابلہ کیجیے | عبید خان نے لکھا

ہر میدان میں مردوں کا مقابلہ کرنے والی لبرل، سیکولر آنٹیاں نجانے کیوں گرمیوں میں ”ٹھنڈ“ کروانے کے معاملے میں پیچھے ہٹ جاتی ہیں؟!

اعلانات از ادارہ

مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ (سابقہ ’نوائے افغان جہاد‘) کے تمام قابلِ قدر قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ کی مجلسِ ادارت (ادارتی ٹیم) صرف درج ذیل ای میل پتوں کے ذریعے اپنے قارئین و وابستگان سے رابطہ رکھتی ہے:

editor@nawaighazwaehind.com
aapkaysawalat@nawaighazwaehind.com

لہٰذا تمام حضرات و خواتین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ درج بالا ’ایڈریسز‘ کے علاوہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ کی مجلسِ ادارت فی الحال کوئی اور ای میل ایڈریس یا سوشل میڈیا اکاؤنٹ رابطے (contact) کے لیے استعمال نہیں کرتی[1]۔ ماہانہ مجلّے کے ’صفحۂ فہرست‘ پر درج سوشل میڈیا اکاؤنٹس صرف توزیعی (تقسیمِ مطبوعات کے) مقاصد کے لیے ہیں۔

مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ کے تمام معزز لکھاریوں سے التماس ہے کہ اپنے مضامین ہر ماہ کی تیس (30) تاریخ تک[2] مجلّے کی مجلسِ ادارت تک (بذریعۂ ای میل یا جو طریقۂ رابطہ کاری آپ سے طے ہو) پہنچا دیا کیجیے۔

شکریہ، جزاکم اللہ خیراً کثیراً!

---

[1] مستقبل میں ضرورت کے مطابق کسی نئے اکاؤنٹ کا تزکیہ (confirmation) مدیر مجلّہ کے اکاؤنٹ یا ماہانہ مجلّے ہی کے ذریعے دیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

[2] مثلاً اگر آپ جولائی ۲۰۲۰ء کے شمارے کے لیے مضمون بھیجنا چاہتے ہیں تو اسے تیس (30) جون ۲۰۲۰ء تک مجلّے کی مجلسِ ادارت تک پہنچا دیجیے۔

جرمِ ضعیفی

اشعار: احسن عزیز شہیدؒ

سن!

سن کہ بے چارگی جرم ہے

جرم___ جس کی سزا موت ہے!

موت___ جو ہے جزا ایسی ہر قوم کی!

جس نے گھوڑوں کی باگوں کو گُم کر دیا

جس کی سَطوَت کو راگوں نے گم کر دیا

جس کے پیروں، جوانوں کا

تیروں، کمانوں سے

کوئی، کہیں واسطہ نہ ملے

تُف ہے اس زندگی پر

جو بے جان ہو

بے ضمیری کا، درماندگی کا جو عنوان ہو!

تُف ہے اُس موت پر

بے بسی کے لباسوں میں آتی ہے جو!

جس کا پرچار کرتے ہیں شام وسحر

موت سے یہ فراری___ یہ اہلِ بَطَن

یہ مداری کہیں کے___ یہ ملّت شکن

جن کی آنکھوں میں غیرت کے شعلے نہیں

خون جن کا کسی طور کھولے نہیں!

بستیاں اہلِ توحید کی

کفر کے ہاتھ گروی رہیں___

پھر بھی ہم سے کہیں

'خامشی امنِ عالم کا عنوان ہے!'

امنِ مطلق___ ہماری یہ پہچان ہے!

کوئی سوچے ذرا

کس قدر بے وزن ان کا ایمان ہے!

سن!

سن کہ بے چارگی جرم ہے

جرم___ جس کی سزا موت ہے!

موت___ جو ہے قضا ایسی ہر قوم کی!

جس کے سر

اپنی تاریخ وجغرافیہ

بھول جانے کا الزام ہو!

جس کی رسوائی جگ میں سرِ عام ہو

کاشغر، اندلس اور بخارا

کے قصّوں سے سیکھے نہ جو!

تُف جوانی پہ اس

جس کا ایک ایک پل

'برگر' 'ماؤنٹین ڈیو' کی خاطر کٹے

موت جس کے لیے دال بن کر بٹے

تُف جوانی پہ اُس

جس کے ہوتے ہوئے

دستِ کفار میں جلتا قرآن ہو

جس سے شا کی مقدّس وہ اِک شان ہو!

اِیمـان و اِستقامت

- جب حالات ساز گار ہوں اور ہوا موافق چل رہی ہو۔
- جب کسی مسلک پر قائم رہنے پر انعام ملتا ہو اور پھول برسائے جاتے ہو۔
- جب کسی قوم و جماعت کا ستارۂ اقبال بلند ہو اور اس کا بخت یاور۔
- جب کسی جماعت میں شرکت باعثِ اعزاز اور سرمایۂ افتخار ہو۔

تو اس وقت اس مسلک پر قائم رہنا اور اس کا عقیدہ اظہار کرنا کوئی مردانگی نہیں!

لیکن!

- جب حالات ناساز گار ہوں اور بادِ مخالف تیز و تند چل رہی ہو۔
- جب بڑے بڑے جوانمردوں کے قدم اکھڑ رہے ہوں۔
- جب کسی اصول اور عقیدے کو اختیار کرنا، دار و رسن کو دعوت دینے کے مترادف ہو۔
- جب کسی قوم کے تنزل کا زمانہ ہو، اقبال نے اس سے منہ موڑ لیا ہو اور زمانے کی نگاہیں اس سے پھری ہوئی ہوں۔

اُس وقت!

اس مسلک پر ثبات و استقامت اور اس جماعت سے انتساب و نسبت بڑے شیر مردوں کا کام اور بڑی وفاداری اور نمک حلالی کی بات ہے۔

لیکن اسلام پر قائم رہنا، اس سے اپنی نسبت اور علانیہ اس کے شعائر کا اظہار اس وقت بھی سعادت و فخر کی بات ہے اور اس میں اس وقت بھی مزہ ہے جب حالات اس کے لیے ساز گار ہوں اور جب مسلمانوں کی کامیابی کا دور اور دنیا میں اسلام کا دور دورہ ہو اور کسی معاملہ میں ان کو ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا ہو۔ لیکن آزمائش و امتحان کے موقع پر وفاداری اور جاں نثاری میں جو لذت ہے وہ لذت کسی چیز میں نہیں!

یہ وہ وقت ہے جب حق پر قائم رہنے والوں، حق و صداقت کی تبلیغ کرنے والوں، اور اپنے عقیدے و ضمیر کے خاطر مفادات اور اعزازات کی قربانی کرنے والوں کو اس دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے اور ان کے بدن کے روئیں روئیں سے خدا کی حمد و شکر کا ترانہ بلند ہوتا ہے۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ

ماخوذ از ''دو انسانی چہرے قرآنی مرقع میں''